مقدمہ

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللّٰہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی ،امابعد!

مطبوعہ اور قلمی کتابوں کے ذخیرے، مطابع اور کتب خانوں کی فہرستوں پر نظر رکھنے والے اور تصنیفی و تحقیقی محرکات ومقاصد وترغیبات اوران کی مقبولیت اور عام پسندیدگی کے اسباب پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ عام طور پر مشہور عام شخصیتوں، اہم تحریکات کے قائدین، یا سیاسی انقلاب برپا کرنے والوں کے تذکرے اور سوانح عمریاں لکھی جاتی ہیں، یا نامور فضلاء، کثیر التصانیف علماء اور مقبول عام ونام ور مشائخ اوراہل سلسلہ کی جن سے بعض اوقات ہزاروں، لاکھوں انسانوں کا عقیدت وارادت کا تعلق ہوتا ہے، اور یہ بات انسانی نفسیات ومحرکات اور کتابوں کی مقبولیت واشاعت اوران کی طرف رجوع عام کے نتیجے کو سامنے رکھ کر کوئی بعید از قیاس اور خلاف فطرت واقعہ نہیں۔

لیکن سوانح وتذکروں کی تاریخ سے واقفین اوران کا حقیقت پسندانہ ومنصفانہ جائزہ لینے والوں سے یہ حقیقت مخفی نہیں کہ مختلف زمانوں میں ایسی شخصیتیں گزری ہیں اور گزرتی رہتی ہیں جو بعض اوقات محض باکمال اور صاحب حال نہیں، انقلاب انگیز اور

12

عہد آفریں ہوتی ہیں، اور ایک دائرے میں (جو بعض اوقات محدود مگر اہم اور بعض اوقات وسیع اور وقیع ہوتا ہے) انہوں نے مردم سازی وانقلاب انگیزی، رشد وہدایت اور تبلیغ واشاعت کا بڑا کارنامہ انجام دیا ہوتا ہے۔

حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری جن کا یہ تذکرہ (حیات عبدالرشید) قارئین کے سامنے ہے، انہیں باکمال شخصیتوں میں ہیں، وہ داعی الی اللہ، ناشر رشد وہدایت اور ضلالت وارتداد عن الاسلام کی سرزمین میں ایک شمع فروزاں اور ایک بلند وبالا منارہ نور کی حیثیت رکھتے تھے، جن کے اخلاص ودرد اور سرگرمی وتندہی بلکہ مجاہدہ وقربانی کی برکت سے ہزاروں انسان جو دین حق کی دولت ونعمت سے محروم ہوگئے تھے، اور انہوں نے ارتداد اختیار کرلیا تھا اوران کی صورت وسیرت سب بدل چکی تھی، دوبارہ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے، کثیر التعداد مسجدیں جو منہدم ہوگئی تھیں دوبارہ ان کی تعمیر عمل میں آئی اور وہ آباد ہوئیں، مسلمانوں کی اس نسل کی (جس نے ارتداد کا راستہ اختیار کیا تھا، پھر اسلام کی طرف بازگشت ہوئی تھی) نئی نسل ارتداد کے خطرے سے محفوظ ہوئی، اس کی دینی تعلیم وتربیت کا انتظام ہوا، بڑی تعداد میں مدارس و مکاتب قائم ہوئے۔

واقف اور باخبر حضرات جانتے ہیں کہ ملک کی تقسیم کے بعد (جو کثیر التعداد غیر مسلم منصوبہ بند افراد کے نزدیک محض سیاسی وجغرافی تقسیم نہ تھی، بلکہ وہ ہندوستان کی اکثریت کے قدیم مذہب برہمنیت اور ہندومت کے نئے دور کا آغاز اور ہندو مذہب ومعاشرت وتہذیب کے احیاء کا سامان تھا) ان منصوبہ بند اور سرگرم گروہوں اور افراد نے کم سے کم مشرقی پنجاب کو خالص (عقائد کے لحاظ سے بھی، معاشرہ وتہذیب اور تعلیم کے لحاظ سے بھی) ہندو علاقہ بنالینے کا پورا نقشہ بنالیا، اس سلسلے میں ہریانہ اور پنجاب اور ہماچل پردیش ان کا خاص نشانہ تھے، اور یہاں (عظیم ومؤثر دینی مدارس ومراکز

کے نہ ہونے کی وجہ سے اور فریقین کی تعداد کے تناسب کے بنا پر بھی) اس کا سب سے زیادہ امکان تھا کہ وہاں رہ جانے والے مسلمانوں کی محدود تعداد کو ہندو مذہب وتہذیب کے دائرے میں لے آیا جائے، مساجد بھی باقی نہ رہیں اور نئی نسل کی اسلامی تعلیم وتربیت کا کوئی امکان بھی باقی نہ رہے، چنانچہ بڑی سرگرمی ومنصوبہ بندی کے ساتھ یہ ارتدادی عمل شروع کیا گیا اور سیکڑوں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں مسلمان اس کا نشانہ بنے، اور مسلمانوں کی آئندہ نسل کا بھی اسلام کا حلقہ بگوش ہونا، نئی نسل کا اسلامی تعلیمات سے واقف ہونا، بچی کھچی مسجدوں کا بھی باقی رہنا مشکوک ہوگیا، اور اس کے آثار دیکھنے والوں کو صاف نظر آنے لگے۔

اس موقع پر جیسا کہ اسلام کی دعوت، حفاظت دین اور ارتدادی تحریکوں اور منصوبوں کا مقابلہ کرنے اور ان کا اثر زائل کرنے کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے(۱) ایسا مرکز اور شخصیت ہی آئی، جو اخلاص وللّٰہیت، ربانیت وروحانیت، زہد، ایثار وقربانی، اور توکل علی اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کی صفات سے متصف وآراستہ ہو۔

یہ مرکز مشرقی پنجاب (مغربی یوپی) میں رائے پور (ضلع سہارنپور) کی خانقاہ اور روحانی مرکز تھا، جس کی مسند ارشاد پر شیخ وقت ومرشد زمانہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب (خلیفہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ) متمکن ومسند نشین تھے، حضرت کے قلب مبارک پر خود اس صورت حال کا گہرا اثر بلکہ اس کا زخم تھا، اور وہ دعا ودعوت، ذکر سحر گاہی اور دعائے نیم شبی اور اپنے قریب ترین ومعتمد ترین مسترشدین ومستفیدین کو اس طرف متوجہ کرنے سے کبھی غافل نہیں ہوتے تھے، خود بھی دورے فرماتے اور اس علاقے کے لوگ بھی یہ اثر اور درد اپنے ساتھ لے کر جاتے۔

رائے پور کے ان حلقہ بہ گوشوں اور گوہر چینوں میں اس کام کے لیے حافظ عبدالرشید

(۱) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب ''تاریخ دعوت وعزیمت'' حصہ اول۔

صاحب رائے پوری کا اللہ تعالی نے خاص انتخاب فرمایا، انہوں نے (جیسا کہ اس کتاب سے معلوم ہوگا) اذکار واشغال، ترقیات روحانی اور مدارج سلوک وقرب طے کرنے کے ساتھ اس کو اپنی زندگی کا سب سے بڑا مشن، تقرب الی اللہ کا ذریعہ اور وقت کا فریضہ سمجھا، انہوں نے ہریانہ، پنجاب اور ہماچل کے مسلسل دورے کئے اور پہاڑوں کے سفر کئے، بعض مرتبہ مسلسل تین تین ماہ دورے پر رہے، جو علاقے مسلمانوں کے وجود سے خالی، وہاں کی سرزمین مسلمانوں سے اور فضائیں اذانوں سے محروم ہوگئی تھیں، اس علاقہ میں ہزاروں مسلمان شہید ہوگئے تھے اور گھر سے بے گھر ہونے والے تو لاکھوں کی تعداد کو پہنچتے تھے، بہت سے علما کو برسر میدان تہہ تیغ کردیا گیا تھا، عورتوں کی کھلم کھلا بے عزتی وبے حرمتی ہوئی تھی، معدودے چند مسلمان جو باقی رہے تھے، ان کا ماحول ومعاشرہ جہالت وبے دینی یا مشرکانہ اعمال وپیر پرستی کی آماجگاہ بن گیا تھا، کثیر تعداد میں سروں پر چوٹیں رکھ لئے تھے، حافظ عبدالرشید صاحب نے خاص طور پر پنجاب وہریانہ کے شمالی حصے کا دورہ کیا، لوگوں کے ایمان کی تجدید کی، جمنا سے لے کر چنڈی گڑھ تک اور ان گاؤں میں جو پہاڑوں کی تلہٹی میں آباد ہیں، اور جس میں ہماچل کا دکھنی حصہ بھی شامل ہے، آپ کی دعوتی جدوجہد کا مرکز بنے، ان میں یوپی کے سفر بھی شامل ہیں، جن میں شاملی، کیرانہ، کھرگان، تیترو، انبیہٹہ، بڑوت، پھلت، کھتولی کا سفر بھی شامل ہے، ہر جگہ رجوع عام دیکھنے میں آیا، مدارس ومساجد تعمیر وقائم ہوئے، ان دوروں اور جدوجہد اور ان کے اثرات کی تفصیل پہلی مرتبہ اس کتاب میں ملے گی۔(۱)

(۱) خدا کا شکر ہے کہ اب بھی رائے پور کے سلسلہ عالیہ اور اس کے مسترشدین اور تعلق رکھنے والے اس علاقے میں ایمان، رجوع الی اللہ، مساجد کی بازیافت اور مدارس ومکاتب کے قیام کی دعوت دے رہے ہیں، ان میں سب زیادہ سرگرم اور کامیاب مولوی کلیم صدیقی پھلتی اور علاقے میں مولوی ظریف احمد ندوی بھی یہ کام کررہے ہیں۔

ان تبلیغی دوروں کے علاوہ کتاب میں سفر حجاز اور بعض دوسرے اسفار کے واقعات بھی شامل ہیں، کتاب میں کچھ خوارق وکرامات بھی آئی ہیں، حالات حاضرہ سے باخبری اور مسترشدین کے لیے ہدایات بھی، خود حضرت حافظ صاحب کے سلسلہ نسب وسلسلہ بیعت وعقیدت اوران کی مقبولیت وتاثیر کے واقعات بھی شامل ہیں۔

ضرورت تھی کہ ضروری ومستند تفصیلات معلومات کے ساتھ اس داعی الی اللہ، ناشر ومبلغ دین اور مجاہد فی سبیل اللہ کا تذکرہ سلیس اور عام فہم اردو زبان میں لکھا جائے، جو فضلائے مدارس اور اہل حمیت وغیرت مسلمانوں کے لیے ایک مہمیز اور محرک کا کام دے۔

خدا کا شکر ہے کہ یہ سعادت اور توفیق اسی علاقے کے ایک رہنے والے اوراسی سلسلہ عالیہ قادریہ کے متوسل مولوی محمد مسعود عزیزی ندوی کو اللہ تعالی نے دی، کہ حق شفعہ جیسے مسکونات وآراضی میں ہے وہ تصنیفی وتاریخی کاموں میں بھی ہے، اللہ تعالی اس سعی کو مقبول بنائے، اوراس سے پڑھنے والوں کے دلوں میں دعوت الی اللہ، تذکیر باللہ اور وقت کے فتنوں اور خطروں سے مقابلہ کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔

وماذلك على الله بعزيز

ابوالحسن علی ندوی — ۱۱؍جمادی الاولی ۱۴۱۷ھ

دائرہ شاہ علم اللہؒ، رائے بریلی — ۲۵؍ستمبر ۱۹۹۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ

ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

قصبہ رائے پور ضلع سہارنپور میں دینی وروحانی تربیت کا ایک بڑا مرکز عرصے سے رہا ہے، یہ قصبہ کی آبادی سے باہر گلشن رحیمی نامی جگہ پر حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رائے پوری، پھران کے خلیفہ اعظم حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری سے آباد اور روحانی ودینی تربیت کا نور دور دور تک کے طالبین کو بانٹتا رہا، روحانیت کے ہزاروں متلاشی وہاں پہنچتے اور فیض حاصل کرتے۔

اس روحانی مرکز کے شاندار دور کا آخری حصہ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب قدس سرہ کے دم قدم سے جاری رہا، ان سے فیض اٹھانے والے اوران کے خلفاء میں حافظ عبدالرشید صاحب بھی تھے، جنھوں نے اپنے شیخ سے استفادہ کیا، اوراپنے شیخ کی رحلت کے بعد فیض روحانی کے جاری رکھنے کا ذریعہ بنے اور بہت سوں کو فائدہ پہنچایا۔

موصوف ایک بہت نیک خصال، بزرگ طبیعت، دینی فیض رساں شخص تھے، ان کی ذات بابرکت سے لوگوں کو دینی جذبہ ملتا تھا، اوران کے فیض صحبت سے فائدہ اٹھاتے تھے، متواضع صفت، خاموش طبیعت اور ذکروشغل روحانی میں مشغول رہتے تھے، ان

سے واقفیت رکھنے والوں کو ان سے بہت تعلق تھا، اور وہ بھی سب سے محبت وشفقت کا برتاؤ کرتے تھے، رائے پور کی یہ خصوصیت رہی کہ یکے بعد دیگرے وہاں دینی فضا قائم رکھنے والے حضرات کا تسلسل رہا، حضرت حافظ عبدالرشید صاحب اسی سلسلہ کی ایک برگزیدہ کڑی تھے، لیکن اس جہاں فانی سے ہر شخص کو ایک نہ ایک دن رخصت ہونا یقینی امر ہوتا ہے، چنانچہ حافظ عبدالرشید صاحب نے بھی بالآخر اپنی جان جاں آفریں کو پیش کردی، اور اپنے متوسلین ومحبین کے لیے صدمہ چھوڑ گئے، اللہ تعالی ان کو اپنے اعلی علیین میں جگہ دے اور ان کی وفات سے رائے پور میں جو خلا ہوا، اس کو پر کرنے کا انتظام فرمائے۔ آمین

عزیز مکرم مولوی محمد مسعود عزیزی نے مرحوم بزرگ کے حالات پر ایک کتاب (حیات عبدالرشید) تیار کی، جو مرحوم کی عظیم شخصیت کو پیش کرتی ہے، میں نے اس کے صفحات کو ادھر ادھر سے دیکھا ہے، کتاب بہت سلیقے کی اور مرحوم کے اوصاف حمیدہ کا اچھا تعارف کرانے والی ہے، یہ ایک کار خیر تھا، جو عزیز موصوف نے کیا، اس طرح مرحوم کا فیض باقی رہنے کا ذریعہ بھی بنا اور حالات جاننے کے خواہش مندوں کو اس سے اپنی مطلوبہ باتوں کا علم بھی ہوگا، میں عزیز موصوف کو داد دیتا ہوں اور ان کی ترقی وکامیابی اور دین وآخرت کے فائدے کے لیے دعا کرتا ہوں۔

والسلام

دعاجو ودعاگو

محمد رابع حسنی ندوی

۱۴؍رجب ۱۴۱۷ھ

۲۶؍نومبر ۱۹۹۶ء منگل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اظہار حقیقت

حضرت مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی مدظلہ

استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

چند دہائیوں پہلے تک ہندوستان کے چپے چپے اور قریہ قریہ میں اللہ کے ایسے مقبول ومحبوب بندے، ایسے اہل دل اور ایسے اصحاب درد وسوز پائے جاتے تھے، جن کے نالہ نیم شبی اور آہ سحرگاہی سے ہندوستان کی فضا گرم اور بندگان خدا کے دل معمور تھے، جو اپنی انسانیت نوازی، رحم دلی، ہمدردی اور مردم سازی میں بے مثال تھے، جنھوں نے ہندوستان کو اپنے اوصاف کریمانہ، اپنی حکمت ودانائی، بے نفسی، خداترسی، خودداری وغیرت مندی اور بادشاہوں، حکمرانوں سے لے کر عام انسانوں تک، اپنوں سے لے کر غیروں تک کی صحیح رہنمائی سے ہم دوش ثریا کردیا بلکہ ہندوستان جنت نشان بنادیا۔

انہی حضرات میں سے آخری دور کے ایک بزرگ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ تھے، جو سلسلہ دعوت وعزیمت کی اہم ترین کڑی اور اصحاب تجدید واجتہاد کے فرد فرید تھے، جنھوں نے اپنی بلند نظری، وسعت قلبی، دردمندی، انسانیت نوازی اور ان سے بڑھ کر شریعت کی حفاظت کا جذبہ، اسلام کے بقا کی فکر اور گمراہی وارتداد میں مبتلا لوگوں کی ہدایت ورہنمائی کے لیے بے چینی اور اضطراب نے مختلف الخیال بلکہ مختلف تحریکات سے وابستہ حضرات کو اپنے گرد جمع کرلیا تھا۔

اسلام کی فکر مندی اور مسلمانوں کے لیے دل سوزی کے عنوان سے ان کے ایک محبوب مسترشد و مجاز مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے ان کی سوانح میں تحریر فرمایا ہے: ''اسلام کی فکر مندی اور مسلمانوں کے حالات سے دردمندی طبیعت ثانیہ اور پورے نظام زندگی کی روح رواں بن گئی تھی، اس کے لیے نہ زندگی کا کوئی شعبہ مخصوص تھا نہ عمر کا کوئی وقت، یہ درد جسم اور قوائے فکریہ میں اسی طرح جذب ہوگیا تھا''۔ ع

شاخ گل میں جس طرح باد سحر گاہی کا نم

جس گروہ سے آپ کا تعلق تھا، اس کا ذکر و شغل، اس کا انقطاع الی اللہ، اس کی یکسوئی و بے نیازی، اس کو مسلمانوں سے جدا اور بے فکر نہیں بناتی، بلکہ اور زیادہ اسلام اور مسلمانوں کے درد میں مضطرب و بے قرار بناتی ہے، اور اس گروہ کا ہر فرد زبان حال سے کہتا ہے۔

مرا دردیست اندر دل چو گویم زباں سوزد
اگر دم در کشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

یہی درد کبھی زباں پر آ کر آہ و فغاں میں تبدیل ہو جاتا، کبھی مسلمانوں کی کوتاہیوں اور ناسمجھیوں پر درد و قلق کے اظہار اور ملالت و تنبیہ پر آمادہ کرتا، کبھی تنہائی میں آنسوؤں میں تبدیل و تحلیل ہو جاتا، لیکن وہ دم کے ساتھ تھا، اور اس سے کسی وقت قرار نہ تھا، ۱۹۴۷ء کے ہنگامۂ تقسیم اور زمانہ فسادات میں جب بہت سے مسلمان بے ہمتی کے ساتھ اسلاف کے خون اور پسینہ سے سینچے ہوئے اس باغ کو چھوڑ کر اپنے لیے پناہ کی جگہ تلاش کر رہے تھے، اور اس ملک میں بہ ظاہر اسلام کا زوال نظر آ رہا تھا، اس درد نے طوفان کی شکل اختیار کر لی، ایک مرتبہ ایک ایسے اہم اور نازک موقع جس میں دعا کی سخت ضرورت تھی، یہ خادم، شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب کی ہم رکابی میں رائے پور حاضر ہوا، اور اس موقع کی نزاکت و اہمیت کی طرف متوجہ کر کے خصوصی دعا کی درخواست کی، حضرت نے اپنے قلق اور فکر مندی کا اظہار فرمایا، اور مجھ سے تنہائی

میں فرمایا کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ تخلیے میں معلوم نہیں کن عبادات میں مصروف ہوتا ہوں، بعض مرتبہ پورا وقت مسلمانوں کی فکر اور رنج و قلق میں گزر جاتا ہے۔(۱)

اسی بندہ خدا سے (جس نے نہ جانے کتنے نفوس کو پاکیزہ، کتنی روحوں کو بے تاب بلکہ سیماب اور کتنے دلوں کو مضطرب و بے چین بنا دیا تھا) وابستہ اور دست گرفتہ ایک ایسی شخصیت تھی جو خود رائے پور کے باشندے اور اس خطے کے بزرگوں کی نسبت و تعلق سے پہلے سے مالا مال تھے، اگرچہ خود وہ اصطلاحی عالم نہیں تھے، لیکن علمائے ربانی کی صحبت اور فیض سے عالم گر ہو گئے تھے، کیونکہ ان کو اپنے شیخ و مربی حضرت اقدس رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے وہ کیفیت قلبی وہ بے چینی اور امت کے حال پر شفقت، افراد امت کی اصلاح کی فکر اور تڑپ کی وہ نسبت حاصل ہوئی جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف خاص اور ادائے ممتاز ہے، اسی نے ان کو پہاڑوں، جنگلوں اور دشوار گزار وادیوں میں پھرایا، ارتداد سے متاثر علاقوں میں جان کو جوکھم میں ڈال کر گھمایا، روٹھے ہوئے بندوں کو اللہ سے تعلق پیدا کرنے کا سبق دیا، نہ جانے کتنے بندگان خدا اللہ کے اس نیک بندے کے ذریعہ اللہ تک پہنچے اور ان کو ہدایت نصب ہوئی، اللہ تعالی ان کو پوری امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

راقم سطور کو بھی حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا شرف کئی مرتبہ حاصل ہوا، اور دعا کی درخواست کی سعادت نصیب ہوئی، پہلی مرتبہ جد بزرگوار مخدوم گرامی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے ہم راہ رائے پور حاضری کے موقع پر، مسجد میں جمعہ کے دن اچھا خاصا مجمع تھا کہ اچانک ایک سفید ریش بزرگ داخل ہوئے، چند لوگ ہم راہ تھے، چہرے سے ریاضت، جفاکشی، تواضع و بے نفسی کے آثار ظاہر ہو رہے تھے، مسجد میں داخل ہوتے ہی جوتے اپنے ہاتھ میں اٹھا لئے اور مسجد کے

(۱) سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری صفحہ ۲۸۷/۲۸۸۔

ایک کونے میں جا بیٹھے، اس کے بعد بھی زیارت کے مواقع میسر آئے، حاضر باش حضرات نے بھی بیان کیا، اور ہر مرتبہ جس چیز نے متوجہ کیا وہ حضرت کی بے نفسی، بے چینی، فکرمندی، استغنا اور اخفائے حال تھا، جو خانقاہ رائے پور کی خاص سوغات اور شان امتیازی رہا ہے۔

مولوی محمد مسعود عزیزی تمام حضرات کے شکریہ کے مستحق ہیں، جنھوں نے اس قحط الرجال میں نعم البدل پیش کرنے کی کوشش کی، کیونکہ ایسے اصحاب دعوت وعزیمت اٹھتے جاتے ہیں جن کی صحبت بابرکت میں بیٹھ کر انسان انسان بنتا ہے:

صحبتِ مردانِ حُر آدم گر است

اور جن کے دنوں کی تپش اور شبوں کا گداز انسانیت کے درد کا درماں اور گم گشتہ راہوں کے لیے راہ نما اور تسلی کا سامان ہوتا تھا، ایسی صحبتوں کا بدل اگر کوئی چیز ہو سکتی ہے، صحبت با اہل دل کا مزا اور فیض اگر کچھ حاصل ہو سکتا ہے تو پھر اہل دل اور اصحاب دعوت وعزیمت کے حالات، ان کے کارنامے، اور ان کے ملفوظات ہو سکتے ہیں۔

میں نے کتاب کا مطالعہ کیا ہے، الحمدللہ مولوی عزیزی صاحب نے سلیقے مندی اور جذبے سے اپنے شیخ ومربی کے حالات قلم بند کئے ہیں، اور کوشش کی ہے کہ زندگی کے وہ گوشے قارئین کے سامنے آجائیں جو ایک انسانی زندگی کے لیے ضروری ہوتے ہیں، اور جن سے رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ لکھنے والے اور پڑھنے والوں کے لیے نافع ہو اور اچھی نمونے کی زندگی اختیار کرنے کا باعث اور دلوں میں دعوت کا جذبہ پیدا کرنے اور اس راہ میں زندگی صرف کرنے کا ذریعہ بنے۔ واللہ ولی التوفیق

عبداللہ حسنی ندوی

استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

تعارف مصنف کتاب

مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی

نائب مدیر پندرہ روزہ ''تعمیر حیات'' لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وبہ نستعین ونحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد!

تعلیم وتلقین، تصنیف وتحقیق، تبلیغ اور تربیت وتزکیہ یہ سب دین کی خدمت کے وہ اسباب وذرائع ہیں، جن سے انسان لازم سے متعدی ہو جاتا ہے، اور اس کا علم نافع بن کر سامنے آتا ہے، امت کے بعض حضرات ان سب کو جمع کر کے دین کی اشاعت کا کام کر رہے ہیں، اور بعض الگ الگ شعبوں میں اپنی توانائیاں صرف کر رہے ہیں، برادر عزیز مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب وفقہ اللہ لما یحبہ ویرضاہ اپنے زمانہ طالب علمی سے ان تمام شعبوں میں قدم رکھنے کا جذبہ وحوصلہ رکھتے تھے، اس لیے انہوں نے قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت الحاج شاہ حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری قدس سرہ کی سرپرستی حاصل کی اور ان کے مشورہ سے مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن حسنی ندوی قدس سرہ کی خدمت میں آکر ان کے وطن کے مدرسہ ضیاء العلوم رائے بریلی میں ایک سال گزارا، اور پھر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ منتقل ہو گئے، محنت سے تعلیم حاصل کی، اچھے نمبرات سے کامیاب ہوئے، تحریری وتقریری پروگراموں میں حصہ لیا، اور اسی زمانہ سے کتابیں بھی تصنیف کرنے لگے۔

جس کتاب سے ان کو شہرت ملی، وہ یہی کتاب ''حیات عبدالرشید'' ہے جوان کے شیخ ومربی کی سوانح حیات ہے، پھر اور بھی کتابیں مختلف موضوعات پر لکھیں، اور چند سال ایسے بھی گزارے، جن میں لکھنے لکھانے کا سلسلہ موقوف کر دیا، اس لیے کہ ان کے شیخ ثانی اور مربی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی قدس سرہ نے ان کو ان ایام واعوام میں سلسلہ تحریر موقوف رکھنے کی تاکید فرمائی تھی، اس سے پہلے اگرچہ ان کے شیخ اول حضرت شاہ حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری ان کے تقریر کرنے پر پابندی لگا چکے تھے کہ ابھی تمہاری باتیں کھیل تماشہ ہوں گی ، بعد میں جب اللہ تاثیر پیدا فرمادے گا پھر ہر بات اہم ہوگی، اب اپنے شیخ ثالث حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کے مشورہ سے ان کی سرپرستی میں تقریر وتحریر شروع کر دی ہے، کچھ عرصہ سے نوجوانوں کے سامنے ایک اصلاحی تقریروں کا سلسلہ شروع کیا ہے، جس میں نوجوان شریک ہوتے ہیں، تقریروں کی اہمیت کے پیش نظر ان کے چاہنے والوں نے ان تقریروں کو قلم بند کر لیا، اس طرح ایک کتاب ''افکار دل'' کے نام سے سامنے آ گئی، یہ بات سچ ہے کہ خانقاہ رائے پور ضلع سہارنپور کا قرب ان کو برابر فائدہ دیتا رہا، اور یہ نسبت ان کو نفع پہنچاتی رہی؛ لیکن تنہا نسبت کافی نہیں ہوتی، طلب اصل ہے، اور وہ بھی سچی طلب ہو، جسے طلب صادق کہا جاتا ہے، اور اس کے ساتھ تواضع بھی ہو، اس لیے کہ لینے والا ہاتھ نیچے ہوتا ہے اور دینے والا ہاتھ اوپر ہوتا ہے، دنیا کے حصول میں یہ اصول اس کے برعکس ہوتا ہے، وہاں مزاج لینے کا نہیں دینے کا بنانا ہوتا ہے، اسی کو پسند کیا گیا، اسی کی ترغیب دی گئی ہے۔

مولانا حافظ قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی، ضلع سہارنپور میں واقع مشہور عالمی تربیت گاہ خانقاہ رائے سے قریب مظفر آباد کے رہنے والے ہیں، جہاں وہ ۱۲/ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ مطابق ۵/ اپریل ۱۹۷۴ء بروز جمعہ پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم حافظ محمد

اخلاق صاحب مرحوم کے پاس اپنے گاؤں میں حاصل کی، پھر حفظ وقراءت کی تعلیم کیلئے ۱۲/ شوال ۱۴۰۳ھ مطابق ۲۳/ جولائی ۱۹۸۳ء کو جامعہ بیت العلوم پپلی مزرعہ، یمنا نگر (ہریانہ) میں داخل ہوئے، اور ۹/ سال وہاں قیام کیا اور حفظ وقرأت کے ساتھ اردو، ہندی، انگریزی اور ابتدائی فارسی اور عربی پڑھی، پھر ۱۴/ شوال ۱۴۱۲ھ کو مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور ضلع سہارنپور میں داخل ہو کر دو سال تک عربی کی ثانوی تعلیم کافیہ تک حاصل کی، اس کے بعد اپنے شیخ ومرشد حضرت الحاج حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری کے مشورہ سے حضرت مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نوراللہ مرقدہ کی خدمت میں پہنچ کر مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور رائے بریلی میں ۱۷/ شوال ۱۴۱۴ھ مطابق ۳۰/ مارچ ۱۹۹۴ء کو داخلہ لے کر درجات عالیہ کے پہلے سال کی تکمیل کی، پھر ۱۳/ شوال ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۵/ مارچ ۱۹۹۵ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہو کر تین سال میں عالمیت کی تکمیل کی اور دو سال میں تخصص فی الفقہ والافتاء کا کورس کیا اور اخیر شعبان ۱۴۲۰ھ مطابق ابتداء دسمبر ۱۹۹۹ء میں ندوۃ العلماء سے فراغت حاصل کی، طالب علمی کے اس زمانہ میں ایک درجن کے قریب کتابیں تصنیف کیں۔

اصلاح وتربیت میں اولاً صاحب سوانح حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری سے تعلق قائم کیا، اور ۱۵/ شعبان ۱۴۱۳ھ کو بعد نماز تہجد بیعت ہوئے، حضرت کی خدمت میں رہے، اور ان کے ساتھ اسفار بھی کئے، ۷/ رمضان ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۸/ جنوری ۱۹۹۶ء کو ان کی وفات کے بعد حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی سے ۲۴/ شوال ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۵/ مارچ ۱۹۹۶ء کو نماز جمعہ سے قبل چاروں سلسلوں میں بیعت وارادت کا تعلق قائم کیا اور ان کی عنایتیں حاصل کیں، اور پابندی سے ان کی مجلسوں میں حاضری دی، ۲۲/ رمضان ۱۴۲۰ھ مطابق ۳۱/ دسمبر ۱۹۹۹ء بروز جمعہ ان کے سانحۂ ارتحال کے بعد ان کے جانشین مرشد الامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی

ندوی مدظلہم سے تجدید بیعت کی اوراب ان کی سرپرستی میں تعلیمی ،سماجی ،رفاہی ،اصلاحی ، تبلیغی اوردعوتی سرگرمیاں جاری رکھ کرخدمت دین کا کام انجام دے رہے ہیں ۔

مولانا موصوف نے فراغت کے بعد متعدد ملکوں کے دورے بھی کئے ،مثلاً پاکستان، سعودی عرب، دبئی، کویت ،جنوبی افریقہ ،شوازی لینڈ، زمباوے ، بوٹسوانہ ، زامبیا، ملاوی،موزمبیق ،ملیشیااور سنگاپور، بعض جگہ کئی کئی مرتبہ جانا ہوا، تصنیف وتالیف میں ڈیڑھ درجن سے زیادہ کتابیں منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔

۲۰؍رجب ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۹؍اکتوبر ۲۰۰۰ء کوایک دینی ،تعلیمی ،دعوتی ،فکری ادارہ بھی مرکز احیاء الفکرالاسلامی کے نام سے قائم کیا، جس کے تحت دوادارے چل رہے ہیں، جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ لڑکوں کے لئے ،اور جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات لڑکیوں کے لیے،اور مارچ ۲۰۰۶ء سے مستقل ایک رسالہ بھی ''نقوش اسلام'' کے نام سے پابندی سے نکال رہے ہیں، اس طرح وہ اس وقت مرکز احیاء الفکرالاسلامی کے رئیس ، جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ کے مہتمم، جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات کے شیخ الحدیث ، دارالبحوث والنشر کے جنرل سکریٹری اور ماہنامہ نقوش اسلام کے چیف ایڈیٹر ہیں،اوران کی خدمات دینی تعلیمی اورتربیتی میدان میں جاری وساری ہیں، اللہ تعالی ان سے خوب سے خوب کام لے۔

والسلام

محمود حسن حسنی ندوی — ۲۹؍اکتوبر ۲۰۱۱ء

میدان پور، رائے بریلی — یکم؍ذی الحجہ ۱۴۳۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احوال واقعی

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سیدالانبیآء والمرسلین وعلی اله وصحبه أجمعین، أمابعد!

۱۴۱۲ھ کی بات ہے کہ جس زمانے میں راقم سطور مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور میں زیرتعلیم تھا،عصر کے بعد بہ معیت عم زاد مولوی عبدالمنان مظاہری حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری (متوفی ۱۹۱۹ء) کے مزار پر فاتحہ وایصال ثواب کے لیے جانے کا معمول تھا، اثنائے راہ گلشن رشیدیہ میں ایک منور چہرہ ،عمررسیدہ بزرگ، چارپائی یاتخت پر تکئے کا سہارالگائے ہوئے تلاوت کرتے رہتے تھے،بعض طلبا بھی پاس بیٹھے رہتے اور باہر سے آنے والے زائرین اورمہمان بھی،راقم بھی دیکھادیکھی ان سے جاکرمصافحہ کرنے لگااور ملنے لگا،روزانہ کے اس معمول سے ناکارہ کوبھی ان سے انسیت ہوگئی اور وہ بھی شفقت فرمانے لگے ، جب بھی ملاقات ہوتی، احقر کوخوب دعائیں دیتے ، سینے سے لگاتے ،بعض مرتبہ اپنی شہادت کی انگلی اس سیہ کار کے منہ میں دیتے۔

بہرحال یہ سلسلہ چلتارہااوردن بدن محبت وعقیدت، ربط وتعلق میں اضافہ ہوتا گیا کہ شعبان کامہینہ آیا،اورآپ حسب معمول اتوارکوسفر میں جاتے اورجمعرات کی شام کو واپس آتے ، اتفاق ایسا ہوا کہ ۷؍شعبان یکشنبہ کو مدرسے میں چھٹی ہورہی تھی، آپ نے اپنے ہم راہ سفر میں چلنے کے لیےفرمایا، راقم کوسفرکا بڑا شوق تھااور پھر گاڑی میں اطمینان سے جانا اوراس سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک بزرگ اللہ کے برگزیدہ اورمقبول

بندے کی رفاقت اور صحبت جو کہ ایک نعمت غیر مترقبہ تھی، کوئی معمولی بات نہ تھی، ناکارہ کو خود اپنی قسمت پر رشک آیا اور زبان حال سے یوں گویا ہوا۔

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل
نسیم صبح ، تیری مہربانی

آپ کے ساتھ زندگی کا یہ پہلا سفر تھا، جو شاملی، کیرانہ، کھرگان کا ہوا، اس کے بعد تو پھر مستقل سفر ہوتے رہے، جن کی تفصیل آپ اصل کتاب میں انشاء اللہ پڑھیں گے، اسی سفر میں راستے میں حضرت نے دریافت فرمایا کہ کسی سے بیعت ہو یا نہیں؟ راقم نے نفی میں جواب دیا اور کہا کہ آپ سے ہی ہوں گا، اس پر آپ نے فرمایا، اچھا، اس کے بعد سفر سے واپسی پر ۱۵/شعبان ۱۴۱۳ھ کو بعد تہجد[۱] بیعت ہوا، اور رمضان میں آپ کو تراویح میں قرآن شریف سنایا، عید کے بعد راقم نے آپ سے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ کی خواہش ظاہر کی، آپ نے اجازت نہیں دی، آئندہ سال ندوہ کے بارے میں عرض کیا تو اجازت مرحمت فرمائی، اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی ؒ کے نام خط تحریر فرمایا، راقم لکھنؤ پہنچا، حضرت مولانا موصوف ؒ نے خصوصی توجہ فرمائی، امسال پھر رمضان کے موقع پر حضرت نے قرآن کریم سنانے کا تقاضہ کیا، بندہ نے اپنی سعادت سمجھ کر قرآن شریف سنایا؛ لیکن اس مرتبہ ذہن میں منجانب اللہ یہ بات راسخ ہوگئی تھی کہ آپ کے حالات زندگی تحریر کئے جائیں، مگر تنہا اس کی ہمت نہیں ہو رہی تھی، اللہ تعالی جزائے خیر دے مخدوم زادہ گرامی حفید حضرت الحاج منشی عتیق احمد

(۱) ۷/رمضان ۱۴۱۶ھ کو حضرت کی وفات ہوگئی، اس لیے دوسرے شیخ کے انتخاب کا مرحلہ آیا، اللہ تعالی نے مدد کی کہ ۲۳/شوال ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۴/مارچ ۱۹۹۶ء کو لکھنؤ سے رائے بریلی دائرہ شاہ علم اللہ میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی ؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، اور حضرت سے تجدید بیعت کی درخواست کی، حضرت نے شفقت فرمائی اور ۲۴/شوال ۱۴۱۶ھ کو جمعہ کی نماز سے پہلے چاروں سلسلوں نیز حضرت سید احمد شہید ؒ کے سلسلہ میں بیعت کیا، اللہ تعالی قبول فرمائے۔

صاحب ناظم مدرسہ فیض ہدایت درگلزار رحیمی خانقاہ رائے پور کو کہ ان کے مشورے اور ان کی ہمت افزائی اور تعاون سے اس کام کے آغاز کا قصد کر لیا، اور یکم رمضان ۱۴۱۵ھ سے یہ مبارک کام شروع کر دیا، اور بہت سی معلومات تراویح کے بعد کی مجلس میں خود حضرت سے حاصل کیں، نیز حضرت کے خاص متعلقین، مریدین ومتوسلین کو خطوط لکھے، ان سے ملاقاتیں کیں کہ وہ حضرت کے متعلق اپنی معلومات تحریر کر کے بھیجیں۔

۱۴۱۶ھ کے رمضان میں راقم کا قیام لکھنؤ میں تھا کہ نبیرہ حضرت منشی عتیق احمد صاحب کا خط آیا، جس میں حضرت کے ۷/رمضان کو سفر آخرت پر جانے کی روح فرسا خبر تھی، جو ناکارہ پر بجلی بن کر گری، نیز اس میں یہ بھی تحریر تھا کہ آپ نے حضرت اباجی کے جو حالات قلم بند کئے ہیں، وہ بھی ساتھ لے کر آئیں، چنانچہ راقم عید سے قبل رائے پور حاضر ہوا، تو حضرت کے اہل خانہ اور بعض خلفاء نے پورے وثوق کے ساتھ حضرت کے حالات، صفات اور کارناموں کو جمع کر کے مرتب کرنے کی ذمہ داری ناکارہ کے سپرد کی، اور تاکید کی کہ جلد از جلد اس کام کی تکمیل کی جائے، اور نفع عام کے لیے اس کو زیور طبع سے آراستہ کیا جائے، یہ میرے لیے بڑی سعادت کی بات تھی اور پھر چونکہ حضرت کی اس سیہ کار پر خصوصی شفقتیں اور توجہات رہی ہیں، اور بہت قریبی وخاص تعلق ہونے کی بنا پر جلوت وخلوت، سفر وحضر میں معیت وصحبت کا شرف حاصل رہا ہے اور خاص طور سے اس لیے کہ قیامت کے دن آپ کے ساتھ اور " مع الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين وحسن اولئك رفيقا" (ان لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ تعالی نے انعام واکرام کیا ہے (یعنی) انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ کہ ان کی رفاقت اچھی ہے) حشر ہو، اس لیے کہ:

أُحِبُّ الصَّالِحِينَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ ... عَسَانِي اَنْ اَنَالَ بِهِمْ شَفَاعَةً
وَاَكْرَهُ مَنْ بَضَاعَتُهُ الْمَعَاصِي ... وَاِنْ كُنَّا سَوَاءً فِي الْبَضَاعَةِ

اللہ کا نام لے کر کام شروع کر دیا اور مواد کے حاصل کرنے میں خاص متوسلین سے مدد لی اور نئی نئی معلومات حاصل کیں اور کافی ترمیم و اضافوں کے بعد مسودے کو مبیّضے کی شکل دیدی۔

اس طرح پوری کتاب بیس ابواب پر مشتمل ہے، جس میں حضرت الحاج شاہ حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوریؒ (خلیفہ وخادم خاص حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ) کے حالات زندگی، سلوک وطریقت، صفات وکمالات، اصلاحی کارنامے، مدارس ومساجد کا قیام، واقعات وکرامات، ارشادات وملفوظات، عملیات ومجربات، معاصرین حضرات اوران کے تأثرات، سلوک وطریقت کے بارے میں اہم معلومات اور سلاسل اربعہ اوران کی خصوصیات وتعلیمات لکھی گئیں ہیں، نیز کتاب میں کسی بھی شخصیت کا نام آنے پر حاشیے میں اس کا مختصر تذکرہ وتعارف کرانے کی امکانی کوشش کی گئی ہے، کتاب کی تکمیل کے بعد حضرت مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی مدظلہ استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے اس کو من وعن اول تا آخر بالاستیعاب پڑھا اور تصحیح وترمیم کی، نیز اپنے قیمتی تصدیقی کلمات بھی ثبت فرمائے، اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

بڑا ممنون ومشکور ہوں شیخی ومرشدی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ العالی کا جنھوں نے کتاب پر بسیط، قیمتی، تفصیلی اور جامع مقدمہ تحریر فرمایا اور حضرت حافظ صاحب کی شخصیت اور آپ کے کارناموں کا پورا پورا اعتراف کیا، جس سے کتاب کی قیمت وافادیت دوبالا ہوگئی۔

اسی طرح استاد محترم حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کا بھی شکر گزار ہوں کہ حضرت نے بھی اپنی قیمتی تحریر عنایت فرما کر کتاب کو زینت بخشی، اللہ تعالی آپ کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے۔

اس موقعہ پر سب سے زیادہ شکر گزار ہوں، نبیرہ حضرت منشی عتیق احمد صاحب ناظم مدرسہ فیض ہدایت درگلزار رحیمی خانقاہ رائے پور کا جو شروع سے اس کے محرک اور ہمت وحوصلہ افزائی کرنے والے، نیز پورا پورا تعاون کرنے والے رہے، اور اخیر میں ان تمام معاونین ومحسنین کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے مواد کے جمع کرنے، اس کی تصحیح وترمیم، نظر ثانی کتابت وطباعت اور نشر واشاعت میں حصہ لیا ہے، جن میں سے خاص طور پر ہمارے مخلص کرم فرما اور دوست مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی استاذ مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور رائے بریلی (جنھوں نے سلاسل اربعہ کی تحقیق میں تعاون کیا اور مصنف کتاب کا تعارف بھی تحریر کیا) عزیز گرامی مولوی معاذ احمد ندوی کاندھلوی (جنھوں نے کتاب کے بعد پروف ریڈنگ کرنے میں تعاون کیا) اور مولانا انیس الرحمٰن ندوی (جنھوں نے طباعت کے سلسلے میں معاونت کی) قابل ذکر ہیں۔

اللہ تعالی سب کو اجر جزیل عطا فرمائے اور ناکارہ کی اس خدمت کو عوام وخواص کے لئے مفید بنائے، اپنے راستے میں محنت کرنے اور دین کی نشر واشاعت کرنے کا جذبہ پیدا کرے، اللہ کی راہ میں فنا ہونے والوں، اس کے کلمے کو بلند کرنے والوں کے لیے مہمیز کا کام کرے، مصنف اس کے والدین اور اساتذہ کرام کے لیے دونوں جہاں کی سرفرازی وسرخ روئی کا باعث بنائے۔ آمین وماذلك علی اللّٰه بعزیز

۳؍جمادی الثانیہ ۱۴۱۷ھ — محمد مسعود عزیزی ندوی

۱۷؍اکتوبر ۱۹۹۶ء — نائب معتمد شعبہ صحافت

شب پنج شنبہ — جمعیۃ الاصلاح دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ یوپی

تاریخ نظر ثانی دوسرا ایڈیشن

۱۰؍صفر المظفر ۱۴۳۳ھ م ۵؍جنوری ۲۰۱۲ء

پھلا باب

تمہید، نام ونسب، خاندان، ابتدائی حالات اور تعلیم وتربیت

پہلا باب

تمہید، نام ونسب، خاندان، ابتدائی حالات، تعلیم وتربیت

تمہید

مری انتہائے نگارش یہی ہے ✿ تیرے نام سے ابتدا کر رہا ہوں

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے کشکول ''تفہیمات الٰہیہ'' کی پہلی ہی تفہیم میں ہے، انبیاء علیہم السلام جن چیزوں کی اہمیت اور خصوصیت سے دعوت دیتے ہیں، وہ بنیادی طور پر تین ہی چیزیں ہیں:

اول مبدأ و معاد وغیرہ سے متعلق عقائد کی تصحیح، اس شعبے کو علماء عقائد واصول نے سنبھال لیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو مشکور فرمائے اور جزائے خیر دے۔

دوسرے عبادات ومعاملات اور معاشرت وغیرہ انسانی اعمال کی صحیح صورتوں کی تعلیم اور حلال وحرام کا بیان، اس شعبے کی کفالت فقہائے امت نے اپنے ذمے لی ہے اور اس میں انہوں نے امت کی پوری رہنمائی اور رہبری کی ہے۔

تیسرے اخلاق واحسان (یعنی ہر عمل خالص لوجہ اللہ اور اس دھیان کے ساتھ کرنا کہ میرا مالک مجھے اور میرے عمل کو دیکھ رہا ہے) اور یہ تیسری چیز دین وشریعت کے مقاصد میں سب سے زیادہ دقیق اور عمیق ہے، اور پورے نظام دینی میں اس کی وہ حیثیت ہے جو جسم میں روح کی اور الفاظ کے مقابلے میں معنی کی، اور اس حصے کی ذمہ

داری صوفیائے کرام رضوان اللہ علیہم نے لے لی ہے، وہ خود راہ یاب ہیں اور دوسروں کی رہنمائی کرتے ہیں، خود سیراب ہیں اور دوسروں کو سیراب کرتے ہیں، وہ بڑے بانصیب اور انتہائی سعادت مند ہیں۔(۱)

واقعہ یہی ہے کہ تصوف دین وشریعت کی روح اور اس کا جوہر ہے، اور صوفیائے کرام ہی اس دولت کے حامل اور امین ہیں، اور جس طرح جسم کبھی روح سے بے نیاز نہیں رہ سکتا، اسی طرح امت مسلمہ اپنے دینی وجود میں کبھی تصوف اور صوفیائے ربانی سے بے نیاز نہیں ہوسکتی، بلا شبہ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ ہر دور اور ہر زمانے میں ایسے نفوس قدسیہ، اصحاب قلوب، اہل اللہ، اصفیاء اور علماء ربانی پیدا کرتا رہا ہے جو "العلماء ورثۃ الانبیاء" کے تحت نبی کی نیابت کرتے رہے ہیں، اور زندگی کے مختلف شعبوں، عبادات، معاملات، معاشرت وغیرہ کے متعلق اللہ ورسول کے احکام امت کو بتاتے اور حلال وحرام کے بارے میں ان کی رہنمائی کرتے رہے ہیں، نیز جن کی فکر وتوجہ کا خاص نشانہ اور موضوع قلوب کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ ربط وتعلق ہوتا ہے جس کو کتاب وسنت کی زبان میں اخلاص واحسان کہا جاتا ہے(۲) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بیسویں صدی عیسوی میں بھی ایسی ہی ایک شخصیت، شیخ طریقت، شفیق ملت، ولی کامل، حضرت الحاج حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری کو پیدا فرمایا، جن کی تربیت وقت کی مشہور شخصیت، عارف باللہ، قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کی آغوش میں ہوئی، اور جس نے اہل اللہ وصوفیائے متقدمین کی یاد تازہ کردی، ان کی مبارک زندگی، دینی خدمات، صفات وکمالات اور ملفوظات اس کتاب (حیات عبدالرشید) میں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہورہی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

---

(۱) تفہیمات الٰہیہ صفحہ ۱۲/۱۳ ملخصاً

(۲) مقدمہ برسوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری، از مولانا محمد منظور نعمانی ملخصاً صفحہ ۱۱-۱۲

نام ونسب

آپ کا نام عبدالرشید ہے، لوگ آپ کو حضرت حافظ عبدالرشید یا اباجی کے لقب سے یاد کرتے ہیں، آپ کا شجرہ نسب اس طرح ہے۔

حضرت حافظ عبدالرشید صاحب بن حضرت ملاجی عبدالعزیز صاحب بن فوج دار خان بن محمد یار خان بن رستم خان بن مرتضیٰ خان بن محمد مہتاب خان بن محمد وہاب خان بن بھیکن خان بن راؤ بہادر بن غازی بن ہمت خان بن شیخ چند خاں۔

آپ کا سلسلہ نسب شیخ چند تک پہنچتا ہے، شیخ چند اور ٹیک چند دو حقیقی بھائی تھے، ٹیک چند غیر مسلم ہی رہا، البتہ شیخ چند نے ۱۴۲۲ بکرمی سمت م ۱۳۶۵ء (۷۶۶ھ) میں مذہب اسلام قبول کیا تھا، رائے پور(۱) کا راجپوت خاندان شیخ چند ہی کی اولاد ہے۔

خاندان

حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری کے جد اعلیٰ فوجدار خان کے اولاد نرینہ میں چار لڑکے تھے:

(۱) عبدالعزیز خان۔

(۲) عبدالرحمٰن خان۔

(۳) عبدالحبیب خان۔

(۴) عبدالکریم خاں، ان چاروں کے دستیاب حالات نقل کئے جاتے ہیں۔

---

(۱) رائے پور شہر سہارنپور سے بجانب شمال ۲۳ میل پر واقع ہے، سہارنپور سے چکروتہ کو جو پختہ سڑک جاتی ہے اس کے ۱۸/۱۹ میل بعد گندیوڑ کے پل سے جانب شمال چار میل پر رائے پور کی بستی آتی ہے، یہ مسلمان راجپوتوں اور مسلمان شرفاء کی بستی ہے، نواب زادہ لیاقت علی خان کا ننہال یہیں تھا، حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب قدس اللہ سرہ بھی یہیں کے نواسے تھے اور اپنے وطن تیگری (انبالہ) سے آپ یہاں منتقل ہوگئے تھے اور اسی کو آپ کے روحانی فیوض کا مرکز اور مدفن بننے کا شرف حاصل ہوا، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نے اسی کو اپنا مستقر اصلی بنالیا تھا اور صاحب سوانح حضرت حافظ عبدالرشید صاحب کا وطن ولادت بھی یہی مبارک بستی ہے۔

عبدالرحمٰن خان

عبدالرحمٰن خان کے زیادہ حالات تو دستیاب نہ ہو سکے، البتہ اتنا معلوم ہوا ہے کہ وہ اچھی اور رحم دل طبیعت کے انسان تھے، اور انہوں نے ٹھیکے داری کا پیشہ اختیار کیا تھا، تاجیوالا نہر پر ٹھیکہ لیا کرتے تھے، ان کا بہت اچھا کام چلنے لگا تھا، حضرت حافظ صاحب نے فرمایا کہ بہت سے ٹھیکیدار وہاں پر ٹھیکہ لیا کرتے تھے، ان کے اوپر ایک آفیسر تھا جو بیمار ہو گیا اور اس کو اپنے بچنے کی امید نہ رہی، اس نے تمام ٹھیکے داروں سے درخواست کی کہ مجھے (برائے علاج) منصوری لے جائیں، سب نے کہا کہ پیسے خرچ کرنے سے کیا فائدہ؟ وہاں تک پہنچتے پہنچتے مرجائے گا، پھر اس آفیسر نے عبدالرحمٰن خان سے کہا، چنانچہ عبدالرحمٰن خان نے ۱۶؍مزدور بلائے اور وہ اس کو منصوری لے کر گئے، جیسے ہی وہاں پہنچے، وہاں کی آب وہوا اس کو راس آ گئی، اور صحت بحال ہونے لگی، جب بالکل صحیح ہو گیا، تو تاجیوالا واپس آ کر اس نے عبدالرحمٰن خان کو اس انسان دوستی واحسان کے عوض میں بڑے بڑے کام دئے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عبدالرحمٰن خان نے بڑی ترقی کی اور بڑے صاحب ثروت ہو گئے، عبدالرحمٰن خان کے یہاں کوئی لڑکا نہیں تھا، اس لیے ان کے انتقال کے بعد انگریز آفیسر نے احسان شناسی اور مروت کی بنا پر عبدالرحمٰن خان کے بھائی حضرت ملا عبدالعزیز خاں سے کہا کہ آپ ہی اب ٹھیکے داری کا کام کریں، مزید یہ کہ آپ صرف کام اپنے نام کرا لیجئے، اگرچہ پورا کام مجھ ہی کو کیوں نہ کرانا پڑے، ملاجی نے اس کام کو دوسال کیا اور پھر چھوڑ کر اللہ کے راستے میں لگ گئے اور ولی کامل بن گئے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

حسن سلوک، اخوت وبھائی چارگی، مروت واحسان یہ ایسے جوہر وصفات ہیں، جن کے بارے میں قرآن وحدیث میں بار بار تاکید فرمائی گئی ہے، اور بہت سے فضائل

وارد ہوئے ہیں، اور جن کا اجر آخرت میں تو اللہ تعالیٰ دے گا ہی، اس دنیا میں بھی ایسی صفات سے متصف انسانوں کو خدا تعالیٰ اپنی رحمت سے نوازتے اور سربلند کرتے ہیں، حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے انسانوں کی جو انسان دوستی، حسن سلوک، مروت واحسان کے پیکر اور "یُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ کَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ" کے مصداق ہیں، تعریف کی ہے اور پسند فرمایا ہے اور دوسرے لوگوں کو جن کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کیا جاتا ہے ابھارا ہے "مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰهَ" یعنی جو لوگ اپنے محسن کا جس نے ان کے ساتھ احسان کیا ہے، اس کے احسان کو نہیں سراہتے اور اس کا شکریہ نہیں ادا کرتے، وہ اللہ تعالیٰ کے بھی شکرگزار بندے نہیں بن سکتے۔

عبدالحبیب خان

عبدالحبیب خان شادی کے بعد گھر سے کسی ناراضگی پر چلے گئے تھے، پھر لوٹ کر نہیں آئے، ان کے بارے میں کوئی معلومات نہ ہو سکی۔

عبدالکریم خان

عبدالکریم خان کے متعلق راؤ عطاء الرحمٰن رائے پوری نے بیان فرمایا کہ عبدالکریم خان بہت نرم مزاج وخاموش طبع تھے، ہمیشہ خاموش رہتے تھے، اور اگر ادنی سے ادنی آدمی بھی کوئی ناگوار بات کہہ دیتا تو اس کا جواب نہیں دیتے تھے، جب کہ اس وقت راؤ صاحبان کی یہ حالت تھی کہ کوئی چمار اور نیچی ذات والا آدمی سامنے نہیں بیٹھ سکتا تھا، حضرت حافظ صاحب نے فرمایا کہ بہت ہی نیک تھے اور کم بولنے والے تھے، ان کے ایک لڑکے تھے جن کا نام محمد ایوب تھا، یہ دہرہ دون میں رہتے تھے، یہ بھی اپنے والد عبدالکریم خان کی طرح بہت سے اوصاف کے مالک تھے، بہت کم بولتے تھے، ان کے

بہت اونچے حالات تھے، پھر اللہ تعالی نے محمد ایوب خان کو بھی جنوری ۱۹۳۳ء میں ایسا ہی ایک نیک سیرت، سلیم الفطرت، کم گو، نرم طبیعت، ستودہ صفات فرزند عنایت فرمایا جو مفتی عبدالقیوم کے نام سے موسوم ہے، مفتی صاحب نے ابتدائی تعلیم مدرسہ فیض ہدایت درگلزار رحیمی خانقاہ رائے پور میں حاصل کی اور قرآن کریم اپنے والد صاحب کے پاس مکمل کیا اور اعلی تعلیم مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور میں حاصل کی، اور افتاء کی تکمیل کی، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی کے حکم سے آپ مدرسہ خادم العلوم باغوں والی ضلع مظفر نگر میں گئے اور وہاں پر کچھ دنوں تک درس وتدریس کا کام کیا، پھر حضرت شیخ نے آپ کا مظاہر علوم میں تقرر کر دیا تھا، مدرسہ مظاہر علوم میں آپ نے درس وتدریس اور فتوی نویسی کے فرائض بحسن وخوبی انجام دیئے، قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب نور اللہ مرقدہ کی بھی آپ پر زمانہ طالب علمی ہی سے خصوصی توجہ تھی، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب آپ کو اور مفتی عبدالعزیز صاحب رائے پوریؒ سابق ناظم مظاہر علوم سہارنپور کو ''جوڑی'' کے لقب سے یاد کرتے تھے، حضرت شاہ صاحب نے آپ دونوں کو حضرت حافظ عبدالرشید صاحب کے سپرد کر دیا تھا کہ ان دونوں کا خیال رکھنا، چنانچہ حضرت مفتی صاحب نے سلوک وطریقت کے منازل حضرت حافظ صاحب کی سرپرستی میں طے کئے، اور آپ ہی سے خرقہ خلافت اور اجازت بیعت حاصل کی اس طرح آپ حضرت حافظ صاحب کے خلفاء کبار میں سرفہرست ہیں، اس وقت آپ رائے پور کی خانقاہ رحیمی میں مقیم ہیں، اور مدرسہ وخانقاہ کا اہتمام آپ ہی کے زیر نگرانی ہے۔

آپ کے والد ملا عبدالعزیز خاں

حضرت حافظ عبدالرشید صاحب کے والد ماجد ملا عبدالعزیز خان رائے پور ہی میں

25

پیدا ہوئے، آپ ملاجی کے نام سے مشہور ومعروف ہوئے، آپ نے قرآن مجید ناظرہ کیا اور کچھ دینی کتابیں پڑھیں، حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ اجل اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہ کے پیر بھائی تھے، حضرت ملاجی رائے پور میں حضرت شاہ عبدالرحیم کے ساتھ ہونے والے رفقاء میں سب سے پہلے ہیں، جب شاہ عبدالرحیم صاحب کو حضرت میاں عبدالرحیم سہارنپوری نے رائے پور میں بھیجا تو عماد پور کا ایک آدمی سب سے پہلے ان کے ہاتھ پر بیعت ہوا اور حضرت ملاجی نے سب سے پہلے ان کی رفاقت کی، یہاں تک کہ مجاہدوں کے زمانے میں بھی ساتھ رہے، اور چونکہ تحریک شیخ الہند کا دفتر بھی خانقاہ رائے پور ہی میں تھا، اس لیے حضرت ملاجی تحریک شیخ الہند کے خزانچی بھی رہے، اس طرح تقریباً آپ حضرت شاہ عبدالرحیم کے ساتھ چالیس سال رہے۔

صاحب سوانح حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا محمد اشفاق صاحب رائے پوری کے واسطے سے بیان کیا کہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب اور ان کی بیوی فاطمہ حضرت ملاجی کی معیت میں حج کے لیے حجاز مقدس کے سفر پر گئے تھے، وہاں ایک جگہ ایک راستہ بہت پرخطر تھا، بدو لوگ مسافروں کو لوٹ لیا کرتے تھے، اسی اثنا میں اتفاق سے حضرت کی بیوی کا اونٹ جس پر وہ سوار تھیں پیچھے رہ گیا، حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب پیچھے مڑ کر دیکھنے کے لیے گئے، پیچھے پیچھے حضرت ملاجی بھی ساتھ چل دئے، حضرت شاہ صاحب نے فرمایا ملاجی تم کہاں آ گئے ہو، یہ تو پرخطر راستہ ہے، تو ملاجی نے محبت سے پرُعاشقانہ جواب دیا کہ اگر حضرت ہی نہ ہوں گے تو ہم دنیا میں کیا کریں گے، اس واقعہ سے حضرت ملاجی کا حضرت شاہ صاحب سے تعلق ومحبت اور قلبی لگاؤ اور سچی رفاقت کا اندازہ ہوتا ہے کہ کس درجہ وفنافی الشیخ کے مرتبے پر فائز تھے، یہی وجہ تھی کہ حضرت شاہ عبدالرحیم کو بھی ملاجی سے غیر معمولی لگاؤ تھا۔

حضرت حافظ صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ شاہ عبدالرحیم اور ملاجی دونوں لوہاروں والی مسجد میں رات میں بیٹھے ہوئے پڑھ رہے تھے، اچانک ملاجی کو پیاس لگی، پانی وہاں تھا نہیں اور ملاجی پانی پینے نہیں گئے، حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کو کشف ہوگیا اور اٹھ کر لوٹا لیا اور نہر سے پانی لے کر آئے (نہر لوہاروں والی مسجد سے جنوب میں تھوڑے سے فاصلے پر واقع ہے) اور ملاجی کو پلایا، اس سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شیخ کو مرید سے اور مرید کو شیخ سے کس قدر تعلق تھا، حضرت ملاجی حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کے زمانہ میں بھی، اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کے زمانہ میں باغ ہی میں مقیم رہے (باغ سے مراد، خانقاہ رحیمی ہے، چونکہ اس کے اردگرد باغ ہیں) مدرسے کا کام بھی حضرت شاہ کے بعد انہوں نے چلایا، اور اس کمرے میں رہتے تھے جس میں اس وقت مدرسہ فیض ہدایت گلزار رحیمی خانقاہ کا دفتر اہتمام ہے۔

حضرت حافظ صاحب نے فرمایا کہ سب سے پہلے یہ مدرسہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب نے ۱۳۰۸ھ میں قائم کیا تھا، ان کی وفات کے بعد مدرسہ ختم ہوگیا، پھر حضرت ملاجی نے اس کو از سر نو شروع کیا اور تیرہ سال تک مدرسے کا کام ملاجی کے ہی سپرد رہا، ان کے بعد مولانا اشفاق صاحب کے سپرد رہا، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے لکھا ہے کہ اس کے بعد مدرسے کا اہتمام مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نومسلم کے سپرد رہا۔

حضرت حافظ صاحب نے فرمایا کہ حضرت ملاجی کے ساتھ حکیم غلام محمد صاحب پٹھیڑ والے اور ایک آدمی اور تھا، ان تینوں آدمیوں نے حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کے حکم سے رام پور، ڈھکرانی، سہس پور، مئو والا وغیرہ، دہرہ دون میں اور دیگر بہت سے مقامات پر مدارس دینیہ قائم کئے ہیں۔

حضرت ملاجی نرم طبیعت کے آدمی تھے، نورانی چہرہ، اور بے انتہا صبر وتحمل کے حامل انسان تھے، نماز میں حد درجہ خشوع وخضوع تھا، بہت ہی اونچے حالات تھے۔

26

مولانا جان محمد باقر پوری نے فرمایا کہ تقوے میں مولوی الطاف حسین (۱) اور صبر میں حضرت ملاجی اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔

رسول نما بزرگ

حضرت حافظ صاحب نے فرمایا کہ سنسارپور کے منشی عبدالرشید تھے، ان کا تعلق حضرت ملاجی سے تھا، اور ان سے ہی بیعت تھے، ایک مرتبہ میں بیمار ہوا (اس قدر بیمار ہوئے تھے کہ لوگ زندگی سے مایوس ہوگئے تھے) منشی جی نے والد صاحب سے کہا کہ عبدالرشید بچ جائے اور صحیح ہوجائے اور میرا انتقال ہوجائے، اس بات سے حضرت ملاجی کو ان سے بہت ہی زیادہ الفت ومحبت ہوگئی، ایک مرتبہ حضرت ملاجی نے ان کو رات میں اٹھا کر کہا کہ آنکھیں بند کرو، تو انہوں نے آنکھیں بند کیں، جیسے ہی آنکھیں بند کیں، تو وہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک صاف میدان ہے اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے ہیں۔

پھر دوسری مرتبہ رات میں ان کو سوتے ہوئے اٹھایا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرائی، اس واقعہ کے بعد حضرت حافظ صاحب نے فرمایا کہ ایسے بزرگ کو رسول نما کہتے ہیں، حضرت ملاجی فنافی اللہ اور فنافی الرسول کے اس مرتبے پر تھے کہ وہ جس کو چاہتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرادیتے تھے، یہ سب اللہ کے فضل اور حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب جیسے شیخ کی صحبت وتوجہ کا اثر تھا، جب آپ کی وفات ہوئی تو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی نے نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت ملاجی کے یہاں ایک ہی اولاد ہوئی، جن کا نام نامی اسم گرامی عبدالرشید ہے جو اس تحریر کا ذریعہ بنے ہیں۔

(۱) مولانا الطاف حسین صاحب مولانا واجد علی صاحب رائے پوری کے بڑے بھائی اور صاحب سوانح حضرت حافظ صاحب کے بہنوئی تھے، جن کا تقویٰ اور پرہیزگاری مشہور تھی۔

ولادت باسعادت

حضرت حافظ صاحب کی ولادت کی صحیح طور پر اور صراحت سے تاریخ معلوم نہ ہوسکی، تاہم بعض قرائن (۱) کی مدد سے معلوم ہوا کہ آپ کی پیدائش ۱۹۱۰ء میں ہوئی۔

کھیل کود اور دوڑ

آپ کا ابتدائی زمانہ جب آپ نے ہوش سنبھالا، کھیل کود اور لہو ولعب میں گزرا، کھیل کود کے ساتھ دوڑنے اور بھاگنے میں بھی آپ بہت ممتاز تھے، بھائی عبدالعزیز خان رائے پوری نے بیان کیا کہ دوڑنے میں حافظ صاحب کا پورے رائے پور میں کوئی ثانی نہیں تھا، بہت قوی الجثہ، طاقت ور اور مضبوط تھے، ایک مرتبہ خود حافظ صاحب نے فرمایا کہ پورے علاقے میں بھی دوڑ میں کوئی شانہ ملانے والا نہیں تھا۔

تعلیم وتربیت اور اساتذہ

ایام طفولیت ہی میں آپ کو پڑھنے کے لئے بٹھادیا گیا، چنانچہ آپ نے قاعدہ نورانی خورد وکلاں میاں ظہور علی صاحب پرتاب پوری ضلع بلند شہر سے پڑھا اور پارہ عم حافظ سعادت علی نوشیرواں، ضلع سہارنپور سے پڑھا، ختم قرآن شریف حافظ الٰہی بخش

(۱) قرائن میں سے ایک تو یہ ہے کہ حضرت حافظ صاحب کے پاس پورٹ پر سنہ پیدائش ۱۹۱۰ء ہے، دوسرے یہ کہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری نے ۱۹۱۰ء میں حج کا سفر کیا، اور حضرت شاہ صاحب کے صاحبزادے حافظ عبدالرشید بھی ساتھ تھے، اور حضرت ملاجی عبدالعزیز بھی، واپسی میں حافظ عبدالرشید کا انتقال ہوگیا، غالباً اسی زمانے میں ملاجی کے گھر میں جولڑکا پیدا ہوا، اپنے شیخ کے صاحبزادے کے فوت ہونے پر آپ کا نام عبدالرشید رکھا گیا، تیسرے حافظ صاحب نے خود فرمایا کہ جس وقت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کا انتقال ہوا، میں نے ان کے جنازے کو دیکھا ہے، اور اکثر بچوں کو آٹھ نو سال کی عمر کی باتیں یاد رہتی ہیں، حضرت شاہ عبدالرحیم کی وفات ۱۹۱۹ء میں ہوئی، تو اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۱۰ء کے اعتبار سے آپ کی عمر نو سال کی تھی۔

نابینا کے پاس کیا، اور کچھ دینیات کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، اس کے بعد آپ نے اپنے والد حضرت ملاجی سے متعدد کتابیں پڑھیں اور تعلیم مکمل کی، اگرچہ آپ کسی مدرسے کے مستند عالم نہیں تھے، مگر والد صاحب کی توجہ اور حضرت رائے پوری جیسے شیخ کی صحبت نے آپ کو ایسا بنادیا کہ اللہ نے آپ سے وہ کام لئے جو بڑے متبحر ومجاہد عالم سے لیتا ہے، جن کی تفصیل اپنی جگہ پر انشاء اللہ آئے گی۔

شادی خانہ آبادی

حضرت حافظ صاحب کی شادی غالباً ۱۹۳۲ء میں ۲۲ر سال کی عمر میں موضع کلانور ضلع روہتک پنجاب (موجودہ ہریانہ) میں عبدالرزاق خان کی بڑی لڑکی سکینہ بیگم سے ہوئی، نکاح کلانور کی مسجد کے امام صاحب نے پڑھایا۔

باغ کی رہائش

ایک مرتبہ رائے پور میں طاعون پھیل گیا، تو حافظ صاحب باغ (۱) میں والد صاحب کے پاس جاکر اس کمرے میں رہنے لگے جس میں اس وقت مدرسہ فیض ہدایت گلزار رحیمی کا دفتر اہتمام ہے، جب والد صاحب کا انتقال ہوگیا، پھر سامان لے کر باغ سے گاؤں، رائے پور میں آگئے، دوسری مرتبہ ۱۹۴۱ء میں طاعون آیا، تب بھی باغ میں جاکر مقیم ہوگئے، اب کی مرتبہ والد صاحب نہیں تھے، چونکہ والد صاحب کا انتقال اس وقت ہوگیا تھا، جب کہ حافظ صاحب کی عمر تقریباً پندرہ سولہ سال کی تھی، نیز اس مرتبہ ہر آدمی کو بہت دہشت تھی کہ کیا کریں کہاں جائیں۔

(۱) باغ سے مراد خانقاہ رحیمی ہے، چونکہ اس کے اردگرد باغ ہیں، اس لیے جب بھی باغ کا لفظ آئے، تو خانقاہ ہی سمجھنا چاہئے یہ رائے پور سے جنوب میں نہر کے پار ہے۔

باغ سے آ کر

حافظ صاحب نے خود فرمایا کہ باغ سے آنے کے بعد کتوں سے شکار کرنے کا بہت ہی شوق ہو گیا تھا، اور دیگر چیزوں کا شوق بھی حد سے بڑھ گیا تھا، بھائی عبدالعزیز خاں رائے پوری روایت کرتے ہیں کہ حضرت حافظ صاحب نے سبھی کام کئے، کتوں سے شکار بھی کیا اور بکریوں کا ریوڑ بھی جمع کیا، یہاں تک کہ ان کی نگرانی وحفاظت اور ان کو چرانے کے لیے کئی نوکر اور مزدور بھی رکھے، گویا آپ نے ابتدائی زمانے ہی میں (جب کہ آپ کو خود تو کیا دوسروں کو بھی معلوم نہیں تھا کہ یہ جواں آگے چل کر شفیق الامت اور شیخ طریقت بننے والا ہے) بکریاں رکھ کر اور ان کو چرا کر انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والتسلیم کی سنت کی اتباع کی:

بالائے سرش ز ہوش مندی
می تافت ستارہ بلندی

حضرت ملاجی کی نسبت ومعرفت کا ملنا

کانسے پور ضلع سہارنپور کے ایک آدمی نے خواب دیکھا کہ حضرت ملاجی کے انتقال کے بعد حافظ صاحب کبھی ان کے اوپر بیٹھ رہے ہیں، اور کبھی نیچے، چنانچہ انہوں نے خود ہی اپنے اس خواب کی تعبیر دی کہ حضرت ملا عبدالعزیز کی جو نسبت اور معرفت تھی وہ حافظ صاحب کو مل جائے گی، سو ایسا ہی ہوا کہ اللہ نے آپ کو وہ نسبت ومعرفت عطا کی کہ جس کی بدولت آپ سے ایک بڑا علاقہ فیض یاب ہوا۔

عبدالرشید اگر بدل جائے؟

ابتداء میں حضرت حافظ صاحب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری

28

سے نہیں ملتے تھے، حالانکہ آپ کے والد مکرم ملاجی، شاہ عبدالقادر صاحب کے پیر بھائی اور خاص لوگوں میں تھے، مگر والد صاحب کے زمانہ حیات میں حضرت شاہ صاحب سے خاص ربط وضبط نہیں تھا، ایک مرتبہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نے، حضرت مولانا احمدالدین صاحب(۱) پنجابی سے فرمایا کہ ''عبدالرشید اگر بدل جائے تو بہت دین کا کام کرے گا'' چنانچہ پھر جب آپ بدلے تو شیخ کے کہنے کے مطابق دین کے بہت کام کئے اور ہزاروں لاکھوں انسانوں کی زندگیاں بدل دیں، جن کی تفصیل انشاء اللہ اپنے موقع پر آئے گی۔

عبدالرشید کا خیال رکھئے

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کے زمانہ مبارکہ میں حافظ عبدالرشید صاحب کے والد ماجد حضرت ملاجی عبدالعزیز صاحب فجر کی نماز کے بعد اشراق پڑھنے تک مسجد ہی میں قیام پذیر ہوتے تھے، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کا فجر کے بعد ٹہلنے کا معمول تھا، ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب ٹہل کر واپس آئے ہی تھے کہ حضرت ملاجی نے حضرت شاہ صاحب کی بغل بھر کے اور رو کر فرمایا کہ عبدالرشید کا خیال رکھئے۔

زندگی کا رخ بدلنا

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری بہت چاہتے تھے کہ عبدالرشید آئے ملے جلے، پاس بیٹھے اور اس کی طبیعت بدلے، کچھ سمجھ میں آئے، لیکن حافظ صاحب کا ذہن اس طرف نہیں چلتا تھا، چنانچہ ایک مرتبہ حافظ صاحب کے خواب میں

(۱) مولانا احمدالدین صاحب رائے پور گوجراں ضلع جالندھر کے رہنے والے تھے، آپ کے والد ماجد مولانا بخش اور چچا مولانا فضل احمد رائے پوری، حضرت شاہ عبدالقادر کے ہم سبق تھے، مولانا فضل احمد کو حضرت شاہ صاحب سے خلافت واجازت حاصل تھی، مولانا احمدالدین صاحب کی وفات ۱۳۵۹ھ م ۱۹۴۰ء میں ہوئی۔

حضرت ملاجی آئے اور فرمایا کہ دودھ پی لے، حافظ صاحب نے کہا کہ میں روٹی لیکر آتا ہوں، پھر اس کے ساتھ پیوں گا، حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تو طبیعت بدلی ہوئی تھی، میں برابر روتا اور دعائیں کرتا رہا، حضرت شاہ صاحب نے توجہ ڈالی چونکہ حضرت سمجھ گئے تھے کہ اب طبیعت بدل چکی ہے، اس کے بعد حافظ صاحب کی زندگی کا رخ بدل گیا اور حضرت شاہ صاحب کے پاس خانقاہ میں خوب آمد ورفت ہوگئی، یہاں تک کہ تنہائی میں بھی حضرت کے پاس رہنے کا موقع ملنے لگا۔

ایک مرتبہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نے رات میں فرمایا کہ ''عبدالرشید! توبہ توکرلے'' بس اسی وقت حافظ صاحب نے حضرت شاہ صاحب کے مبارک ہاتھوں پر بیعت کی اور سلوک وطریقت کے منازل طے کرنے میں مشغول ہوگئے۔

یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جس شخصیت کے دست مبارک پر حضرت حافظ صاحب نے بیعت کی، اس کے مختصر حالات کا تذکرہ کردیا جائے، جس سے ان کی شخصیت، علوم رتبت، ان کا بلند کردار، ان کی عالی ہمتی، ان کی عاجزی اور انکساری توکل اور تعلق مع اللہ کا اندازہ لگایا جاسکے۔

دوسرا باب

مختصر تذکرہ شیخ طریقت، قطب الارشاد، مربی وقت حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ

دوسرا باب

مختصر تذکرہ شیخ طریقت، قطب الارشاد، مربی وقت
حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ

اسم گرامی وسنہ پیدائش

آپ کا نام عبدالقادر ہے، آپ ۹۱-۱۲۹۰ھ مطابق ۷۴-۱۸۷۳ء میں پنجاب کے ایک دور دست گاؤں ڈھڈیاں ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے، آپ جب ۲۳-۱۳۲۲ھ میں رائے پور آئے تو اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کے استفسار پر اپنا نام غلام جیلانی بتلایا، اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ آپ تو عبدالقادر ہیں، چنانچہ اسی وقت سے آپ کا نام عبدالقادر مشہور ہوا۔

تعلیم وتربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم پاکستان کے مختلف حضرات سے حاصل کی، انتہائی تعلیم اور تکمیل کے لیے ہندوستان کا سفر کیا، اور سہارنپور، رام پور، دہلی اور بریلی وغیرہ میں مختلف اونچے حضرات سے متعدد کتابیں پڑھیں، اور تکمیل نصاب کیا۔

ملازمت

ان مختلف مقامات پر علوم کی تحصیل اور درسیات کی تکمیل کر کے فراغت حاصل کی،

شاید اس کا سلسلہ بریلی میں تکمیل کو پہنچا، اور وہیں بریلی ہی میں تدریس کے فرائض انجام دیے، اور وہیں والد کے انتقال کی خبر ملی، ان کے انتقال کے دو ماہ بعد ملازمت چھوڑ دی، پھر آپ افضل گڈھ (ضلع بجنور) میں چلے گئے، اور وہاں کسی دوست یار رفیق درس کے تعلق سے کچھ عرصہ قیام کر کے مطب قائم کیا؛ لیکن یہ سلسلہ بھی چھ ماہ سے زائد نہیں چلا۔

انجذاب الی اللہ

بانس بریلی کے قیام کے دوران طبیعت کی بے چینی اور قلبی بے اطمینانی بہت بڑھ گئی تھی، اس زمانے میں حضرت امام غزالی کی کتاب "المنقذ من الضلال" کا مطالعہ کیا، جس میں انہوں نے اپنی سرگزشت بیان کی ہے، اور اس بات کا اظہار کیا ہے کہ صحیح راستہ صوفیائے کرام کا ہے، جو اپنی سیرت واخلاق میں نبوت کے پرتو کامل ہیں، اور ان کا نور باطن مشکوۃ نبوت سے ماخوذ ومستنیر ہے۔

حضرت جس باطنی کشمکش اور جس قلبی پریشانی میں مبتلا تھے، ان حالات میں اس کتاب نے رہبر کامل کا کام دیا، پھر حضرت نے افضل گڈھ (بجنور) میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی مثنوی ''تحفۃ العشاق'' کو دیکھا تو اس نے عشق حقیقی کی سوزش اور محبوب حقیقی کی طلب وتڑپ پیدا کر دی۔

چونکہ ایک دفعہ ۱۳۱۴ھ میں حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کی سہارنپور میں، طالب علمی کے زمانے میں زیارت کر چکے تھے، نیز حضرت کے بعض مریدین سے بھی آپ کی ملاقات ہو چکی تھی، اس لیے حضرت رائے پوری کی طرف دل کھنچا جاتا تھا، چنانچہ آپ نے حضرت کی خدمت میں عریضہ تحریر فرمایا کہ ''میں بیعت کے لیے حضرت کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں'' حضرت عالی نے جواب میں رقم فرمایا کہ حدیث

شریف میں آتا ہے "المستشار مؤتمن" میں آپ کو لکھتا ہوں کہ میں کوئی چیز نہیں ہوں، آپ میں تو طلب ہے، مجھ میں تو یہ بھی نہیں ہے، آپ ہمارے مرشد حضرت گنگوہی کی طرف رجوع کریں، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب فرماتے تھے کہ ''میں اس خط کو پڑھ کر پھڑک گیا کہ اخلاص اور بے نفسی اس کو کہتے ہیں، چنانچہ دوبارہ حضرت کی خدمت میں خط لکھا اور عرض کیا کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ کو جو کچھ ملا، حضرت گنگوہی سے ملا، مگر میرا رجحان جناب کی طرف ہے، میری طرف سے اگر مہمان داری کی فکر ہے تو میرے حقوق حضرت کے ذمہ نہیں، میں اپنے قیام وطعام کا خود ذمہ دار ہوں''۔

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب اس خط کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے، لوگوں کو خط دکھلایا اور فرمایا کہ ''دیکھو یہ ہیں طالب''۔(۱)

رائے پور حاضری

آپ افضل گڈھ سے حضرت کی خدمت میں پہلی بار غالباً ۱۳۲۲ھ یا ۱۳۲۳ھ میں رائے پور حاضر ہوئے، راؤ عطاء الرحمٰن خاں رائے پوری نے راقم سطور کے دریافت کرنے پر کہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری حضرت کے پاس کب اور کیسے آئے، تو انہوں نے بتلایا کہ جس وقت حضرت شاہ عبدالقادر صاحب تشریف لائے تو حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کا قیام تاجیوالا، جمنا کے کنارے، ہریانہ میں تھا، حضرت آرہے تھے، جب حضرت نے شاہ عبدالقادر کو دیکھا تو فوراً بغیر سلام وکلام کے ان کو اپنی بہلی میں بٹھالیا، یہ پہلی نظر کرم وشفقت ومحبت تھی، چنانچہ آپ نے بیعت کی درخواست کی، حضرت نے فرمایا ''جلدی کیا ہے؟ استخارہ کرلو''، چونکہ آپ کو گھر جانا تھا، فرمایا گھر ہو آؤ، پھر بیعت کرلینا، گھر لوٹتے ہوئے حضرت شاہ عبدالرحیم کے ساتھ حضرت گنگوہی کی زیارت سے مشرف ہوئے اور حضرت نے پڑھنے کو وظیفہ بتلادیا۔

(۱) حیات طیبہ ملخص۔

دوبارہ رائے پور واپسی اور مستقل قیام

پھر دوبارہ وطن مالوف سے رائے پور واپسی ہوئی اور بیعت سے مشرف ہوئے، ذکر کی کیفیت بتلانے کے بعد پھر رائے پور میں مستقل قیام کا ارادہ کرلیا۔

رائے پور کے قیام میں حضرت نے بڑا مجاہدہ کیا، اگرچہ اس دور کی پوری تفصیل ملنی تو مشکل ہے، تاہم حضرت نے اس دور کے جو حالات کبھی کبھی اصلاح وتربیت مریدین کی غرض سے بیان فرمائے تھے، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت نے اس دور میں مشائخ متقدمین کا سا مجاہدہ کیا تھا، پوری پوری رات ذکر وفکر میں گزر جاتی تھی اور حضرت کی رات دن کی خدمت اس کے علاوہ تھی، زندگی کی کوئی آسائش وسہولت حضرت کو میسر نہیں تھی، خود فرماتے تھے کہ ''اس وقت خانقاہ میں بڑی عسرت کا دور تھا، مسلسل سوکھی روٹی کھا کر کئی قسم کے امراض پیدا ہوگئے تھے، کبھی حضرت کی خدمت میں مشغول ہوتا اور مطبخ بند ہوجاتا تو یا تو ڈیگچی چاٹ لیا، یا پھر طاق میں سوکھی روٹی کے ٹکڑے ہوتے ان کو پانی میں بھگو کر کھالیا''۔

الغرض اس وقت یا اس زمانے میں حضرت کے دو ہی کام تھے، ذکر واذکار کی مشغولیت اور حضرت کی خدمت، دن رات میں آرام کرنے کا بہت تھوڑا وقت میسر آتا تھا، رات کو حضرت کو لٹانے کے بعد ذکر میں مشغول ہوجاتے اور پوری رات ذکر میں گزار دیتے، ذکر وشغل کے علاوہ رات دن آپ حضرت کی خدمت میں مصروف رہتے اور آپ کو حضرت سے ایسا خادمانہ وعاشقانہ تعلق ہوگیا تھا جس کی مثال صرف اولیاء متقدمین کے حالات میں مل سکتی ہے، کہ اپنے آپ کو بھول کر فنا فی الشیخ ہوگئے۔

حضرت شاہ عبدالرحیم کے ساتھ تبلیغی اسفار

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری تبلیغ کی غرض سے ملک کے طول وعرض میں طویل دورے فرمایا کرتے تھے، جگہ جگہ قیام کرتے اور مدارس کا اجراء کرتے، اور رشد وہدایت کا سلسلہ جاری کرتے، مگر شاہ عبدالقادر صاحب ہم رکاب رہتے اور شاہ عبدالرحیم کی ضروریات کا اہتمام کرتے، چنانچہ حضرت مولانا خود فرمایا کرتے تھے کہ ”مجھے اپنے حضرت سے اتنی مناسبت ہوگئی تھی کہ جو کچھ حضرت کے قلب پر وارد ہوتا، اللہ کی طرف سے وہی میرے قلب پر وارد ہوتا تھا، اور جو کچھ میرے قلب پر وارد ہوتا تھا وہی حضرت کے قلب پر وارد ہوتا تھا، گویا کہ معاملہ ایسا تھا، کہ

من تو شدم تو من شدی   من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں   من دیگرم تو دیگری

تکمیل طریقت اور اجازت وخلافت

چنانچہ جب آپ نے منازل سلوک طے کرلیے تو پہلے آپ کو حضرت نے سلسلہ قادریہ میں مجاز فرمایا، اس کے بعد چاروں سلسلوں (قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ) میں اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کی وفات اور آپ کی جانشینی

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کی علالت کا سلسلہ وفات سے پانچ سال قبل شروع ہوگیا تھا، مرض وفات میں جو لوگ بیعت کے لیے آتے تھے، حضرت کے حکم سے آپ ان سے بیعت لیتے تھے، اس زمانے میں بہ کثرت لوگ آپ سے بیعت ہوئے، ان

ہی ایام میں ایک روز حضرت نے شاہ عبدالقادر صاحب سے فرمایا ”دل تو چاہتا ہے کہ جیسے زندگی میں اکٹھے ہیں، مرنے کے بعد بھی ایک ہی جگہ رہیں“ مگر ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہتا ہے۔(۱)

بالآخر ۲۶/ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۹/جنوری ۱۹۱۹ء کو حضرت کا وصال ہوگیا، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

چونکہ امام العصر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے سلسلے میں کسی رسمی جانشینی اور خلافت کا اعلان نہیں کیا جاتا تھا، جو صاحب اہل ہوتے ہیں، وہ خود ہی مرجع خلائق ہوجاتے ہیں، ویسے ہی حضرت نے آپ کو اجازت وخلافت خود دے دی تھی، نیز چودھری محمد صدیق صاحب کو آپ کے بارے میں وصیت فرمانا کہ ”میرے بعد عبدالقادر کا خیال رکھنا“ زندگی میں اور موت کے بعد ایک ہی جگہ رہنے کی خواہش کا اظہار کرنا، حضرت شاہ عبدالقادر کا سارے تعلقات ختم کرکے حضرت کی خدمت میں پڑا رہنا، یہ باتیں سب آپ کی جانشینی پر دال تھیں، چنانچہ خود ہی حالات واسباب ایسے پیدا ہوتے گئے کہ بالآخر حضرت شاہ عبدالقادر ہی حضرت شاہ عبدالرحیم کے صحیح جانشیں وقائم مقام اور باطنی دولت کے وارث بنے۔

بیت اللہ کی زیارت اور حج

آپ نے کل تین حج کئے، پہلا حج آپ نے حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کے ساتھ ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۱۰ء میں کیا، دوسرا حج حضرت کی وفات کے بعد آپ نے ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۹۲۷ء میں کیا، اس سفر میں آپ کے ساتھ بہت سے علماء وصلحاء کا مجمع تھا۔

تیسرا اور آخری حج آپ نے ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۹۵۰ء میں کیا، اس سفر میں آپ کے ہمراہ

(۱) چنانچہ ایسا ہی ہوا اور باوجود آپ کی شدید خواہش کے رائے پور میں اپنے شیخ کے پاس مدفون ہوں، آپ اپنے وطن ڈھڈیاں میں مدفون ہوئے۔

رائے پور کے رؤسا اور راؤ صاحبان اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نوراللہ مرقدہ اپنے اعزہ واحباب کے ساتھ تھے، فیض آباد، بہٹ اور بریلی کے بعض شرفاء بھی شریک قافلہ تھے۔(۱)

عوام میں مقبولیت ومحبوبیت

حضرت کے اخلاص وللّٰہیت اور بےنفسی وفنائیت کی وجہ سے حق تعالی شانہ نے اس مادہ پرستی کے دور میں آپ کو ایسی مقبولیت ومحبوبیت نصیب فرمائی، اور آپ کی طرف محبین ومعتقدین کا ایسا ہجوم ہوا، جس سے مسلمانوں کے عہد عروج اور دین داری وخدا طلبی کے دور ترقی کی ایک جھلک نظر آگئی، آپ کہیں ہوں، گاؤں میں یا شہر میں، ہندوستان میں ہوں یا پاکستان میں، اہل طلب وارادت آپ کو گھیرے رہتے تھے، اور بغیر کسی اعلان واشتہار کے پروانہ وار جمع ہوجایا کرتے تھے، جس جگہ بھی تشریف فرما ہوتے، کئی سو کا مجمع حاضر رہتا، وسیع کوٹھیوں کا چپہ چپہ ذکر کرنے والوں اور دور دور سے آنے والوں سے معمور ہوجاتا تھا۔

آپ کی ذات نے ثابت کردیا کہ زمانے کے انقلاب کا بہانہ ہے، اخلاص وکمال کہیں مخفی ومستور نہیں رہ سکتے، دور آخر میں آپ کی محبوبیت اور عوام کی عقیدت کے مناظر نے اسلام کے دور اول کے علمائے ربانی کی مقبولیت ومحبوبیت کی یاد تازہ کردی۔

حضرت کی اس مقبولیت نے ثابت کردیا کہ دین اور خلوص میں اب بھی وہ کشش ہے جو کسی بڑے سے بڑے دنیادار، صدر مملکت اور کسی ارب پتی کو حاصل نہیں، سچ ہے:

مبیں حقیر گدایان عشق راکیں قوم
شہان بے کمر وخسروان بے کلہ

(۱) آپ کے حج کی تفصیلات سوانح حضرت مولانا عبدالقادر صاحب، مولفہ: مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ میں ملاحظہ فرمائیں

دنیا کے بڑے لوگوں کو خدام تو مل سکتے ہیں؛ لیکن ان کو وہ عقیدت ومحبت اور دل سوزی نہیں مل سکتی، جو اللہ کے مقبول بندوں کے مخلص خدام میں ہوتی ہے، اور ان خدام میں جن کا شمار ہوسکتا ہے، ان میں مولانا عبدالمنان صاحب، بھائی الطاف صاحب، صوفی برکت علی صاحب، حضرت حافظ عبدالرشید صاحب، قاری محمد بشیر صاحب، حضرت کے بھتیجے مولانا عبدالجلیل صاحب اور بھانجے مولانا عبدالوحید صاحب پیش پیش ہیں۔

حضرت کی تمام ضروریات وضوء استنجاء کرانا، کھانا کھلانا، دوائی وغیرہ استعمال کرانا، نہلانا، کپڑے پہنانا، لٹانا، بٹھانا، سب کچھ یہی خدام کرتے تھے۔

عمومی بیعت

آپ کے اخلاص، وسعت اخلاق، شفقت ومحبت اور اپنے کام میں انہماک ویک سوئی کی وجہ سے بہت جلد رائے پور کی خانقاہ مرجع خاص وعام بن گئی، سہارنپور کا ضلع خاص طور پر، اور دوآبہ عام طور پر بزرگوں کے ساتھ عقیدت رکھنے والا، خدا کے نام کی چاشنی کا لذت آشنا ہے، رائے پور کے اطراف اور کوہ وشوالک کے دامن، اور جمنا کے کنارے کا دونوں طرف کا علاقہ حضرت شاہ عبدالرحیم قدس اللہ سرہ العزیز کے ساتھ بالعموم عقیدت وارادت رکھتا تھا، جابجا ضلع میں، پہاڑ پر، کھادر کے علاقے اور جمنا کی ترائی میں آپ کے خدام اور آپ کے قائم کیے ہوئے مدارس ومکاتب پھیلے ہوئے تھے، حضرت شاہ عبدالرحیم کی وفات کے بعد یہ سب اہل ارادت وتعلق آپ سے مانوس اور متعلق ہوئے، پرانے خدام نے آنا جانا اور ذکر کرنا شروع کیا، ان کی ترغیب یا ان کی صحبت کے اثر سے نئے نئے لوگ بیعت کے لیے آنے لگے، اور بڑی تعداد میں داخل سلسلہ ہونے لگے، آپ علماء وخواص کو بیعت کرنے میں جتنے محتاط اور متأمل تھے، عوام کو اللہ کا نام سکھانے اور توبہ کرادینے میں نہیں تھے، بعض مرتبہ فرمایا ''یہ لوگ نہایت سادہ

طبیعت، مخلص اور سچے ہوتے ہیں، ان کی کوئی اور غرض نہیں ہوتی، صرف توبہ کرنا چاہتے ہیں، میں بھی اس خیال سے پس وپیش نہیں کرتا، کہ شاید ان کے خلوص کی برکت سے میری بھی نجات ہو جائے اور ان کے ساتھ میں بھی توبہ کرلوں''۔(۱)

حضرت کے اخیر زمانے میں لوگ بہت زیادہ آتے تھے، کئی کئی سو کا مجمع ہوتا، تو حضرت کے حکم سے حضرت حافظ عبدالرشید صاحب بیعت وتوبہ کے کلمات کہلواتے تھے، جس کا مختصر تذکرہ آگے آئے گا۔

خصوصی استفادہ واصلاح

رائے پور کی خانقاہ چونکہ رسوم وقیود سے بہت آزاد اور حضرت کی طبیعت بہت جامع، وسیع اور داروگیر سے بھی دور تھی، نیز مختلف ماحول اور طبقات کے لوگوں کا آپ سے تعلق اور عقیدت، اور آپ کو ان سے محبت تھی، اس لیے مختلف ذوق اور مکاتب فکر، صحیح الخیال علماء، سیاسی رہنما، قومی کارکن، اہل مدارس، اہل قلم وصاحب تصنیف، جدید تعلیم یافتہ اور قدیم مدارس کے فضلاء، اپنی اصلاح وتربیت اور اپنے اپنے خلا کی تکمیل کے لیے حاضر ہونے لگے۔(۲)

---

(۱) سوانح حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہ صفحہ۳-۱۰۱۔

(۲) ان آنے والوں میں سیاسی ذوق، دینی فکر اور ثقافت کا جو اختلاف وتنوع تھا، اس کا کسی قدر اندازہ اس مختصر فہرست سے ہوسکتا ہے، جس میں زیادہ استیعاب واستقصاء سے کام نہیں لیا گیا اور بہت سے ممتاز اہل قلم وفکر کے نام چھوڑ دیے گئے ہیں، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا محمد صاحب انوری، مولانا محمد ابراہیم، مولانا سعید احمد صاحب ڈونگوی، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا عبدالرشید نعمانی، مولانا عبدالوہاب خاں رام پوری، خواجہ عبدالحئی فاروقی، قاضی زین العابدین، سجاد میرٹھی، مولانا سید فخرالحسن استاد دارالعلوم دیوبند، صاحب سوانح حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری، مولانا زاہد حسن، حاجی عبدالواحد، ایم، اے، پروفیسر عبدالغنی ایم، اے، صوفی عبدالحمید صاحب، سابق صدر مسلم لیگ پنجاب، وزیر حکومت پنجاب سید قمر جمیل صاحب، سابق اکاؤنٹنٹ جنرل حکومت پاکستان، حاجی عبدالحمید صاحب، ڈائرکٹر جنرل ٹیلی فون وٹیلی گراف حکومت پاکستان، حاجی ارشد صاحب مرحوم، چیف انجینئر ٹیلی فون حکومت حجاز، چودھری عبدالحمید خاں مرحوم کمشنر بحالیات مغربی پنجاب۔

ان میں بہت سے ایسے تھے کہ عرصے سے دین وعلم دین کی خدمت، اصلاح وتبلیغ، تصنیف وتقریر یا مسلمانوں کی سیاسی رہنمائی اور قومی خدمت میں مشغول تھے اور ہندوستان کی علمی یا سیاسی محفلیں ان کی علمی لیاقت، سحرانگیز خطابت، یا مفکرانہ قیادت کی شہرت وآوازہ سے گونج رہی تھیں، اور وہ خود ہزاروں لوگوں کے مرجع اور مرکز عقیدت بنے ہوئے تھے؛ لیکن ان کو خود (اس پوری دینی وعلمی مشغولیت وافادہ کے ساتھ) اپنے اخلاص واخلاق کی تکمیل کے لیے ایک شیخ کامل اور ایک طبیب حاذق کی تربیت وصحبت کی ضرورت محسوس ہوئی اور اس ضرورت کا احساس ان کو کشاں کشاں حضرت کے پاس لایا اور انھوں نے رائے پور پہنچ کر بہ صد شوق وبہ کمال جوش خواجہ حافظ کی زبان میں عرض کیا۔ ؎

تو کہ کیمیا فروشے نظرے بہ قلب ما کن
کہ بضاعتے نہ داریم وفگندہ ایم دامے

مرض الموت اور وفات

جب حضرت آخری مرتبہ ۲۴/ذی القعدہ ۱۳۸۱ھ کو پاکستان گئے، تو لاہور کے قیام میں کئی بار مرض کا شدید حملہ ہوا، درجہ حرارت بہت بڑھ گیا اور غفلت وغنودگی طاری ہوگئی، کئی کئی روز یہ حالت رہی، خدام پریشان وسراسیمہ ہوگئے، یہاں تک کہ جب حضرت کا مرض انتہا کو پہنچ چکا تھا، حضرت پر استغراق کامل اور انقطاع کل کی کیفیت طاری تھی، زبانی تعلیم وتربیت اور ارشاد واصلاح کا وقت بہ ظاہر ختم ہو چکا تھا اور صاف معلوم ہو رہا تھا کہ رشد وہدایت کا یہ چراغ اب گل ہونے کے قریب ہے؛ لیکن حضرت کے پاس مقیم ہر شخص محسوس کر رہا تھا کہ اس انقطاع ومعذوری کے باوجود یہ ماحول کسی کے نفس گرم اور قلب روشن سے گرم اور منور ہے اور پورے ماحول پر سکینت واطمینان کا ایک شامیانہ نصب ہے۔

آخر کار ۱۶؍اگست ۱۹۶۲ء کو جمعرات کے روز، دن کے ساڑھے گیارہ بجے رشد و ہدایت کا یہ آفتاب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔

اکثر اہل اللہ کے لیے یہی یوم لقا ثابت ہوا ہے، قیام گاہ پر سناٹا چھا گیا، ہر شخص کو اس نعمت عظمی کے چھن جانے کا اور اپنی محرومی کا احساس ہوا۔

حضرت نے نصف صدی سے زائد مدت مسلسل مجاہدہ، مسلسل خدمت، مسلسل دعوت واصلاح اور مسلسل بے داری روح و قلب میں گزار کر اپنے خالق حقیقی کے دربار میں حاضر ہو کر سکون واطمینان پایا" یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ"۔

لاہور شہر میں بجلی کی طرح خبر پھیل گئی، ریڈیو پاکستان نے لاہور سے اس روح فرسا واقعے کی اطلاع دی، شہر کے کونے کونے سے لوگ آخری زیارت کے لیے ٹوٹ پڑے، چار مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی، اور عین صبح صادق کے وقت تدفین عمل میں آئی، حضرت کی زندگی میں جس جگہ حضرت کی مجلس ہوا کرتی تھی، آج وہیں حضرت کی قبر (کوٹھری) بنی، دفن سے فراغت کے بعد صبح کی اذان ہوئی اور سیکڑوں میل سے آئے ہوئے خدام، نماز پڑھ کر بادیدہ تر رخصت ہوئے۔(۱)

امتیازی خصوصیات

مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر اور دینی وسیاسی، قومی رہنماؤں اور اہل علم وقلم حضرات کا اپنا مرشد ومربی بنانا، اس وجہ سے تھا کہ حضرت میں کچھ ایسی امتیازی خصوصیات تھیں، جو دوسری جگہ نایاب نہیں تو کم یاب ضرور تھیں، جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) تلخیص از حیات طیبہ، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری اور حیات طیبہ۔

آپ کے یہاں قرآن مجید سے شغف اور اس کی تلاوت کا خاص اہتمام تھا، محبت رسول اور صحابہ کرام سے تعلق ومحبت، اپنے شیخ سے اور اکابر سے خصوصی تعلق حد درجہ تھا، بے نفسی، وفنائیت، زہد وتوکل اور بذل وسخا، آپ کی فطرت ثانیہ بن گئی تھی، نومسلموں سے خصوصی تعلق اور شفقت آپ کا امتیاز خاص تھا، حقیقت پسندی اور حالات سے باخبری، اسلام کی فکرمندی اور مسلمانوں کے لیے دل سوزی آپ کا رات دن کا مشغلہ تھا۔

حضرت مولانا محمد صاحب انوری لکھتے ہیں: "اگر کوئی شخص بلند اخلاق، شفقت وعاجزی، مسکینی وانکساری، کمالات کا اخفا، تسلیم وتوکل رضا وسخاوت وغیرہ کو مجسم دیکھنا چاہے تو مجموعہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ ہوں گے"۔

36

تیسرا باب

شیخ سے تعلق ومحبت، خدمت وفنائیت اورخرقہ خلافت

تیسرا باب

شیخ سے تعلق ومحبت، خدمت وفنائیت اورخرقہ خلافت

بیعت وطلب صادق

حضرت حافظ صاحب، اپنے والدصاحب سے بیعت تھے، مگر والد صاحب کے انتقال کے بعد حضرت شاہ عبدالقادر صاحب سے بیعت ہوئے، ابتداءً حضرت حافظ صاحب کی طبیعت اس طرف راغب نہیں تھی، اس لیے حضرت شاہ صاحب چاہتے تھے کہ عبدالرشید بدل جائے اور پاس رہنے لگے، اس وقت حضرت کی توجہ بھی کافی تھی، جب شاہ صاحب نے دیکھا کہ بیعت ہوکر اس کی طبیعت بدل گئی، تو حضرت شاہ صاحب نے حافظ صاحب کی طرف سے توجہ کم کردی، مقصد یہ تھا کہ اس میں طلب صادق پیدا ہو، حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ پھر تو یہ عالم ہوا کہ باربار طبیعت میں تقاضہ ہوتا کہ جاکر شیخ کی زیارت تو کرلے، چنانچہ پھر حضرت کے پاس خوب آمدورفت ہوگئی۔

خدمت شیخ اورفنائیت

حضرت حافظ صاحب، حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں باربار آنے لگے اور تعلق ومحبت میں مزید اضافہ ہوتا گیا، نیز جلوت وخلوت میں حضرت کے پاس رہنے کا موقع ملتارہا، پھر حضرت حافظ صاحب نے حضرت شاہ صاحب کی وہ خدمت کی کہ

بہت سوں کو اس پر رشک آتا ہے، اور فنافی الشیخ کے اس مرتبے اور درجے کو پہنچ گئے کہ گویا دو قالب ایک جان ہوں۔

حافظ صاحب کی عجیب بات ہے

حضرت حافظ صاحب حضرت شاہ صاحب کے پاس جلوت وخلوت میں رہتے تھے، اور خدمت کیا کرتے تھے، اکثر حضرت شاہ صاحب کی کمر سہلاتے رہتے تھے، اور حضرت شاہ صاحب کے جسم میں جہاں بھی کھجانے کی ضرورت پڑتی، حافظ صاحب خود بخود اس جگہ پر کھجلا دیا کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب نے اپنے پوتے (بھائی کے پوتے) مولانا عبدالرحمٰن اور دوسرے کئی لوگوں کے سامنے فرمایا کہ حافظ صاحب کی عجیب بات ہے کہ جہاں بھی کھجلی ہوتی ہے، خود ہی کھجلا دیتے ہیں، گویا ہروقت پاس رہنے اور خدمت کرنے کی وجہ سے اتنا تجربہ ہوگیا تھا کہ شیخ کو جہاں کھجلانے کی ضرورت پڑے تو حافظ صاحب فوراً خود کھجلانے لگتے۔

شیخ کے احوال کا ورود

جیسا کہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کو اپنے شیخ شاہ عبدالرحیم صاحب سے انتہا درجے کی محبت وعقیدت اور تعلق تھا اور فنافی الشیخ ہونے کی بنا پر جس چیز کا ورود شیخ کے قلب پر ہوتا وہی شاہ عبدالقادر کو معلوم ہوجاتا تھا، شیخ کی مکمل معرفت نصیب ہوگئی تھی، گویا ایک جان دو قالب کا سا معاملہ تھا، بالکل یہی حالت حضرت حافظ صاحب کی تھی کہ حضرت شاہ صاحب کے قرب وتعلق اور فنائیت کی بنا پر حافظ صاحب پر بھی شیخ کے احوال وکوائف اسی طرح منکشف ہوتے تھے، جیسا کہ حضرت شاہ کے قلب پر اپنے شیخ کے حالات کھل جاتے تھے، نمونے کے طور پر ہم اس طرح کا ایک واقعہ نقل کرتے ہیں:

37

آخری زمانے میں حضرت شاہ عبدالقادر صاحب، ضعف وکمزوری اور معذوری کی وجہ سے روزے رکھنے سے عاجز تھے، کھرسا (گرمی) کے موسم کا رمضان تھا، بہٹ ہاؤس(۱) میں مقیم تھے، ایک مرتبہ عصر کے قریب حافظ صاحب نے لوگوں سے بڑی شفقت اور محبت سے فرمایا حضرات! ذرا باہر چلے جاؤ، سب لوگ فوراً باہر نکل گئے، حافظ صاحب نے حضرت شاہ صاحب سے دریافت کیا، حضرت کیا پیاس لگ رہی ہے؟ حضرت شاہ صاحب نے جواب دیا، ہاں اور پوچھا لوگ کہاں ہیں؟ حافظ صاحب نے کہا کہ حضرت لوگ تو باہر چلے گئے، پھر حضرت شاہ صاحب نے پانی پیا، اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ صاحب حضرت شاہ صاحب کے کس قدر مزاج شناس تھے، یہ اللہ کا فضل وکرم اور شیخ کی صحبت ومعرفت اور حقیقی تعلق اور خصوصی توجہ اور نظرعنایت کی وجہ سے تھا۔

ملا مہرالدین نگلی(۲) والوں نے اس واقعے کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ جب تک ایسی مناسبت اپنے شیخ سے نہ ہوجائے، صحیح خدمت اور فیض مرید حاصل نہیں کرسکتا، ملاجی نے نقل کیا ہے کہ ”ایک مرتبہ حافظ صاحب نے فرمایا کہ شیخ کی معرفت بھی جلدی سے نصیب نہیں ہوتی، خدا کی تو بہت دور، جسے شیخ کی معرفت ہوجاتی ہے، اسے معرفت رسول اور معرفت الٰہی بھی نصیب ہوجاتی ہے، چونکہ شیخ متبع قرآن وسنت ہوتا ہے، اس لیے اس کا ہر قول وفعل نبی کی تعلیمات کے مطابق ہوتا ہے، وہ مجاہدات وریاضات کئے

(۱) بہٹ ہاؤس شاہ محمد مسعود صاحب رئیس بہٹ کے اس مکان کا نام ہے جس کو ان کے والد شاہ زاہد حسن صاحب مرحوم نے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کے قیام سہارنپور کی نیت سے بڑی عالی حوصلگی اور اہتمام سے بنوایا تھا، نہایت وسیع آرام دہ اور مستحکم عمارت ہے، جس میں بیک وقت کئی خاندان رہ سکتے ہیں، پل خمران کے قریب واقع ہے، آخری برسوں میں حضرت شاہ صاحب نے مہینوں اس کوٹھی میں قیام فرمایا اور آپ کے خدام کی کثیر التعداد جماعت اور مہمانوں کی بڑی تعداد اسی میں مقیم رہتی تھی۔ (سوانح عبدالقادر صفحہ ۲۰۲)

(۲) ملا مہرالدین نگلی ۳۲/ضلع انبالہ (یمنا نگر) ہریانہ کے رہنے والے تھے، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب سے تعلق رکھتے تھے، بعد میں زندگی بھر حضرت حافظ صاحب سے تعلق رکھا اور حضرت حافظ صاحب کے مجاز بیعت ہوئے، نگلی میں مدرسہ فیض الاسلام کے نام ایک ادارہ چلا رہے تھے، ۱۹/جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ م ۲۴/جون ۲۰۰۸ء منگل کے روز انتقال فرماگئے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃً

ہوتا ہے، خشیت خداوندی اور مشیت الٰہی اس کی نظر میں رہتی ہے، اب ظاہر ہے کہ جس کو ایسے شیخ کی صحبت و معرفت نصیب ہو جائے، تو بفضل خدا اس کو معرفت رسول اور معرفت الٰہی واقعتہً نصیب ہو جاتی ہے۔

صحبت شیخ اور تلاوت قرآن

حضرت حافظ صاحب حضرت شاہ صاحب کی صحبت و خدمت میں ہمہ وقت منہمک رہتے تھے، جس کی برکت سے آپ کو قرآن شریف یاد ہوا، حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن مجید مجھے یاد نہیں ہوتا تھا، جب حضرت شاہ صاحب کی کمر پر ہاتھ رہتا تھا تو حضرت کی توجہ سے میرا قرآن یاد ہو گیا اور حضرت کے پاس بیٹھے بیٹھے کافی سپارے پڑھ دیتا تھا، فرمایا کہ جب حضرت شاہ کا رائے پور میں آخری رمضان تھا تو ایک دن میں چالیس سپارے پڑھے، تو حضرت شاہ صاحب نے منع فرمایا، اس کے بعد بیس پچیس پارے پڑھنے شروع کر دیئے۔

حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب نقل کرتے ہیں کہ حضرت حافظ صاحب چھ منٹ میں ایک پارہ پڑھا کرتے تھے، یہ صحبت شیخ اور قرآن سے عشق اور کثرت تلاوت اور تعلق مع اللہ کا نتیجہ ہے کہ وقت میں اس قدر برکت ہو کہ چھ منٹ میں ایک سپارہ ختم ہو جائے، یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اکابر اسلاف کے بارے میں آتا ہے کہ ایک ایک رکعت اور ایک شب میں پورا پورا قرآن کریم ختم کر لیا کرتے تھے، اسلاف کی تاریخ میں ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔

حضرت ملا مہرالدین نقل کرتے ہیں کہ حضرت حافظ صاحب اپنے شیخ کی کمر پر ہاتھ پھیرتے رہتے تھے اور قرآن شریف پڑھتے رہتے تھے، حتی کہ یومیہ پینتیس پارے پڑھنے کا معمول ہو گیا تھا۔

حضرت شاہ صاحب کی نظر خاص

حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب نے راؤ عطاء الرحمٰن صاحب رائے پوری کے واسطے سے نقل کیا ہے کہ ”حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کے پاس رمضان میں بہٹ سے شاہ صاحب (۱) کے یہاں سے دودھ جلیبی کا پیالہ آتا تھا، حضرت شاہ صاحب حافظ صاحب کو بلا کر چپ چاپ کھلا دیتے تھے، حافظ صاحب نے بیان کیا کہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب تاکیداً فرمایا کرتے تھے کہ بھائیو! عبدالرشید کے لیے بھی لاؤ“!۔

حضرت شاہ صاحب کے زمانے میں حافظ صاحب کے دعوتی سفر

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب آپ کو اپنی حیات ہی میں دعوتی اور تبلیغی اسفار کے لیے بھیجنے لگے تھے، پنجاب و ہریانہ اور ہماچل میں حضرت شاہ صاحب کے حکم سے گئے، وہاں پر جو خدمتیں اور کارنامے انجام دئے ان کی تفصیل آئندہ اپنے موقعے پر آئے گی۔ دہرہ دون وغیرہ میں بھی بحکم شیخ مختلف و متعدد مقامات پر سفر کئے، وہاں بھی عجیب

(۱) شاہ صاحب سے مراد شاہ محمد مسعود ہیں، جو شاہ زاہد حسن کے فرزند تھے، شاہ زاہد حسن صاحب، بہٹ کے شرفاء و رؤسا کے ایک قدیم خاندان کے فرد تھے، جس کے مورث اعلی سلطان بہلول لودھی کے عہد میں تشریف لائے تھے، شاہ عبداللہ صاحب حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کی اولاد میں تھے، شاہ زاہد حسن صاحب باوجود ریاست و امارت کے حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری سے بڑا خادمانہ و عاشقانہ تعلق رکھتے تھے، حضرت کو بھی ان سے نہایت خصوصیت تھی، پیلوں میں جب ان کی کوٹھی میں مقیم تھے تو فرما دیا تھا کہ یا تو تم اپنا دفتر یہیں منگوالو، یا ایسی تیز سواری اپنے پاس رکھو کہ میں جس وقت بلاؤں فوراً پہنچ جاؤ، انہوں نے اپنا دفتر وہیں منگوالیا، حضرت مولانا عبدالقادر صاحب فرماتے تھے کہ ان کے ساتھ انتقال کے وقت ایسا واقعہ پیش آیا جس کو القائے نسبت سے تعبیر کرتے ہیں، حضرت اعلی کے انتقال کے بعد حضرت مولانا عبدالقادر صاحب سے خصوصی تعلق اور محبت تھی، اور حضرت کو بھی ان سے نہایت درجہ خصوصیت تھی، ۵/ جمادی الثانیہ ۱۳۵۶ھ (۳/ اگست ۱۹۳۷ء) میں انتقال کیا، دو فرزند چھوڑے، شاہ محمد سعید، شاہ محمد مسعود، شاہ محمد سعید صاحب کا ۱۹۶۲ء میں کراچی میں انتقال ہو گیا تھا، شاہ محمد مسعود صاحب اپنے والد کی یادگار تھے، حضرت شاہ صاحب کو ان سے خصوصی تعلق و شفقت تھی، ان کا بھی ۲۷/ فروری ۱۹۷۹ء میں انتقال ہو گیا، اب ان کے پانچ فرزند ہیں، جن میں شاہ محمود مشہور ہیں، اطال اللہ بقاءہم۔

خدمات انجام دیں، حضرت حافظ صاحب خود بیان فرماتے ہیں کہ جب سفر سے واپس آتا اور حضرت شاہ صاحب کو سفر کی کامیابی، واقعات سفر، کارگزاری اور کارنامے سناتا تو حضرت بہت خوش ہوتے تھے، فرماتے ہیں کہ اس وجہ سے بھی حضرت خصوصی توجہ رکھتے اور بہت ہی تعلق ہوگیا تھا۔

سلسلہ طریقت اور اجازت وخلافت

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم (۱) صاحب رائے پوری کے پہلے شیخ حضرت میاں (۲)

(۱) حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کے حالات طیبہ اور کمالات عالیہ کے تذکرے کے لیے راقم سطور کی کتاب ''تذکرہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری'' ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) حضرت میاں صاحب سرساوہ ضلع سہارنپور کے رہنے والے تھے، اگر یہ روایت صحیح ہے کہ ۸۹/سال کی عمر میں وفات ہوئی، تو ولادت ۱۲۱۴ھ میں ہوئی ہوگی، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب، حضرت میاں صاحب کے نہایت دل آویز اور بڑے رفیع حالات سناتے تھے، ان کے مدد سے ان کا ایک مختصر سا تذکرہ اور تعارف مرتب ہوسکتا ہے، راقم کی کتاب ''تذکرہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری'' میں ان کے کچھ حالات آگئے ہیں، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں کہ میاں صاحب حضرت حاجی اخوند صاحب سوات کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی درخواست کی، حاجی صاحب نے بیعت فرمالیا، اور شرط کی کہ انگریزوں کی نوکری نہیں کروگے، ورنہ بیعت شکست ہوجائے گی، وہ بیعت کرکے چلے آئے: لیکن بعض حالات ایسے پیش آئے کہ انہوں نے نوکری کرلی، پھر جب سیدو شریف حاضر ہوئے، اخوند صاحب نے آپ کو دیکھ کر فرمایا کہ جا تو ہمارے کام کا نہیں رہا، آپ پندرہ روز تک وہاں روتے رہے، اخوند صاحب نے بلوا کر دوبارہ اسی شرط پر بیعت لی، اور وہیں کے ہو رہے، وہاں سیدو شریف میں ایک غار میں معمولات پورے فرماتے تھے، ایک روز اس غار کے اوپر اس چٹان پر شیر ببر آکر بولنے لگا، اس کی آواز سے پہاڑ کی چوٹی سے پتھر گرنے لگے، فرماتے تھے ذرا سکون میں فرق آیا، پھر اپنا ذکر اسی وقت سے شروع کردیا، بڑے قوی النسبت اور صاحب کشف وتصرف بزرگ تھے، اٹھنا بیٹھنا مشکل تھا، اس کے باوجود روزانہ سو رکعتیں نفل پڑھا کرتے تھے، خادم کھڑا دیتے تھے، آپ نفل پڑھنے لگتے اور اٹھنے بیٹھنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی تھی، کشف کا یہ حال تھا کہ مرزا صاحب کی شہرت اور دعوے سے بہت دن پہلے حکیم نورالدین صاحب (جو بعد میں مرزا غلام احمد کے خلیفہ بنے) مہاراجہ جموں کی صحت کے لیے دعا کرانے کے لیے آئے فرمایا، تمہارا نام نورالدین ہے، حکیم صاحب نے کہا ہاں، فرمایا علاقہ قادیان میں ایک غلام احمد پیدا ہوا ہے، جو کچھ عرصہ کے بعد ایسے دعوے کرے گا جو نہ اٹھائے جائیں گے نہ رکھے جائیں گے، تم اس کے مصاحب لکھے ہوئے ہو، حکیم صاحب نے استعجاب کا اظہار کیا تو فرمایا، تم میں الجھنے کی عادت ہے، اور مناظرے کا شوق ہے، یہی عادت ہے جو تم کو وہاں لے جائے گی۔ (حاشیہ بقیہ اگلے صفحہ پر)

39

شاہ عبدالرحیم سہارنپوری کو حضرت اخوند صاحب عبدالغفور سواتی قدس سرہ سے طریقہ قادریہ نقشبندیہ میں اجازت وخلافت تھی، انہوں نے اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کو بھی قادریہ نقشبندیہ طریقے میں اجازت وخلافت دی، ان کی وفات کے بعد قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو حضرت گنگوہی نے چشتیہ صابریہ میں بالخصوص اور دوسرے طرق میں بالعموم اجازت وخلافت دی اور اس طرح امام العصر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے سلسلے کی خصوصیات سے فیض یاب ہوئے، اعلیٰ حضرت نے حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کو بھی چاروں سلسلوں میں اجازت وخلافت دی، اور حضرت شاہ صاحب نے حافظ صاحب کو بھی مذکورہ چاروں سلسلوں (قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ) میں خرقہ خلافت اور اجازت مرحمت فرمائی، ان چاروں کا شجرہ کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

(بقیہ) باوجود کشف وکرامات اور علوئے مرتبت کے مزاج میں بہت تواضع اور مسکنت تھی، فرماتے تھے کہ میں بازار سے گزرتا ہوں اور لوگ سلام کرتے ہیں، تو گھڑوں پانی پڑ جاتا ہے، ندامت میں ڈوب جاتا ہوں، انتقال بھی عجیب طریقے سے ہوا، ایک دن گھر سے خوش دامن صاحبہ نے آواز دی کہ میاں صاحب رقیہ (چھوٹی بچی) روٹھی ہوئی ہے، اس کو مناؤ، فرمایا کیسی رقیہ اور کس کی رقیہ، ہم نے اپنے روٹھے کو منالیا، یہ کہہ کر ایک مرتبہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کہا، کروٹ لی، اور سفر آخرت پر روانہ ہوگئے، حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری مدرسہ مظاہر علوم میں تعلیم حاصل کرتے تھے، ابتداء سے بزرگوں سے عقیدت اور ان کی صحبت میں بیٹھنے کا شوق تھا، میاں صاحب کے پاس حاضر ہوا کرتے تھے، میاں صاحب کو بھی بڑی عقیدت تھی، ایک روز فرمایا، آ میرے چاند تجھے بیعت کرلوں، کچھ عرصہ ے بعد اجازت بھی مرحمت فرمادی، حضرت کی ان کے ساتھ اخیر تک عقیدت قائم رہی، ذکر طریقہ قادریہ، کا انہیں سے اخذ کیا تھا، اور رائے پور کے سلسلہ میں وہی رائج ہے، مولانا عبداللہ صاحب کرنالی ''تعلیمات رحیمی'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت پیرومرشد (حضرت میاں صاحب سہارن پوری) بدرجہ غایت متبع سنت اور محترز از بدعت تھے، کسی عرس اور محفل رقص وسرور وشعر خوانی میں شریک نہیں ہوتے تھے، اور اپنے خاندان کو اتباع شرع کا تقید فرماتے تھے اور بدعات سے منع فرماتے تھے۔ (صفحہ ۵۲/۵۳)

۲۱/ربیع الاول ۱۳۰۳ھ بروز دوشنبہ وقت شب میاں صاحب کی وفات ہوئی، خلفاء میں مولوی محمد امیر باز خاں صاحب جانشین، مولانا عبداللہ شاہ صاحب کرنال اور حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری، ممتاز ومشہور ہیں۔ (سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری صفحہ ۳۲۰/۳۲۱)

اگر بیعت نہ کروگے تو گنہگار رہوگے

حضرت حافظ صاحب اجازت وخلافت ملنے کے بعد بھی کسی کو بیعت نہیں کرتے تھے، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب بہت اصرار کرتے تھے کہ تم بیعت کیا کرو، مگر حافظ صاحب پھر بھی بیعت نہیں کرتے تھے۔

حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ شاہ عبدالقادر صاحب نے حضرت حافظ صاحب سے فرمایا کہ ”تم بیعت کرو! اگر بیعت نہیں کروگے تو گنہ گار ہوگے“، مقصد یہ تھا کہ آپ اس قابل ہوگئے کہ اس بارگراں کو اٹھا سکتے ہو، اس لیے تم اس کے مستحق ہو کہ لوگوں سے بیعت کرو اور ان کی رہنمائی کرو۔

سب سے پہلی بیعت

جب حضرت شاہ صاحب نے حافظ صاحب کو یہاں تک فرمادیا کہ اگر بیعت نہیں کروگے تو گنہ گار رہوگے، اس کے بعد حضرت ملا معزالدین صاحب (۱) جیت پور والے حافظ صاحب کو اپنے گاؤں جیت پور ضلع انبالہ لے گئے اور حافظ صاحب کو مسجد میں بٹھا کر لوگوں کو جمع کیا اور سب لوگ جیت پور کے حافظ صاحب سے بیعت ہوئے، گویا سب سے پہلی بیعت جیت پور سے شروع ہوئی۔

گھگھر ولی میں بیعت کے لیے جانا

حضرت حافظ صاحب حضرت شاہ صاحب کے اصرار کے مطابق جب بیعت

(۱) ملا معزالدین حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کے خلیفہ تھے، حضرت شاہ صاحب نے ان کے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ مقبول الٰہی ہیں، انہوں نے بہت زیادہ مجاہدہ کئے ہیں، حافظ صاحب نے فرمایا کہ یہ جنگلوں میں نوافل واذکار اور عبادت میں مشغول رہتے تھے، جیت پور ضلع یمنا نگر، ہریانہ کا ایک موضع ہے، ملاجی نے پوری زندگی حضرت حافظ صاحب کے ساتھ گزاردی، ۸/ستمبر ۱۹۹۷ء پیر کے روز ان کا انتقال ہوگیا۔ برد اللہ مضجعہ

کرنے لگے تو حضرت کے پاکستان جانے سے پہلے گھگھروولی(۱) ضلع سہارنپور سے ایک شخص زاہد حسن بن برکت حسن حضرت شاہ صاحب سے بیعت ہونے کے ارادے سے آیا، حضرت شاہ صاحب نے حافظ صاحب کو ان کے ہم راہ گھگھر ولی بھیجا، اور بیعت کرنے کا حکم دیا، چنانچہ حافظ صاحب اس شخص کے ساتھ گھگھر ولی گئے اور ان کو اور دوسرے بہت سے لوگوں کو بیعت کیا۔

حضرت شاہ صاحب کا آخری زمانہ

حافظ صاحب کا کپڑا پکڑنا اور بیعت کرنا

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کے آخری زمانے میں جب کہ حضرت شاہ صاحب بہت ضعیف اور کمزور ہوگئے تھے اور لوگوں کا مجمع زیادہ ہوتا تھا، دور دراز اور قرب وجوار کے جتنے بھی لوگ بیعت وارادت کی غرض سے آتے تھے، تو حافظ صاحب ہی حضرت شاہ صاحب کے حکم سے کپڑا پکڑتے تھے، اور سب کو توبہ اور بیعت کے کلمات کہلواتے تھے اور جب مولانا عبدالمنان یا بھائی الطاف کسی کو مرید کرانے کے لیے لاتے، تو حضرت شاہ صاحب فرماتے تھے کہ حافظ عبدالرشید کو بلاؤ، پھر حضرت حافظ صاحب آتے توبہ کراتے اور مرید کرتے، ایک مرتبہ حافظ صاحب نے فرمایا کہ آخر میں (حضرت شاہ صاحب کے آخری زمانے میں) میں ہی توبہ کراتا تھا، چارسو آدمی ہوں یا پانچ سو اور خواہ ان میں بیعت ہونے والے چار پانچ ہی کیوں نہ ہوں، مقصد یہ ہوتا تھا کہ سب کے سب کی توبہ ہوجائے اور ایمان تازہ ہوجائے۔

حافظ عبدالرشید صاحب عموماً بیعت کراتے تھے

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نوراللہ مرقدہ اپنے ایک معتقد حضرت صوفی انیس

(۱) گھگرولی رائے پور سے جنوب مشرق میں ہے، اور گندیوڑ سے چلکانہ روڈ پر کچھ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔

احمد صاحب اعظمی کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں: کہ ''اطراف کے لوگوں، عورتوں اور مردوں کا بے شمار مجمع ہونے لگا صبح سے جو شروع ہوتا تو شام کو ختم ہوتا، ہر روز دوسرے روز سے زیادہ مجمع ہوتا، جو حضرت (شاہ عبدالقادر صاحب) کی زیارت کے لیے بے تاب نظر آتا، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کی عجب شان نظر آتی، مسکراتے ہوئے کبھی باہر آرہے ہیں، کبھی اندر، سیکڑوں بندگان خدا ایک ساتھ بیعت ہوتے، جہاں تک قابو کا مجمع ہوتا، سروں سے لوگ صافے اتار کر دے دیتے، اور وہ دور دور تک جال کے مانند پھیل جاتے، بیعت کے وقت لوگ پکڑ لیتے اور جب مجمع قابو سے باہر ہوتا، تو عورتیں ایک طرف اور مرد ایک طرف بٹھادئے جاتے، خدا کی زمین چادر ہوتی اور صرف زبانی بیعت کے الفاظ کہلائے جاتے، دودو، چار چار کبھی پانچ پانچ چھ چھ مکبّر کی طرح بیعت کے الفاظ چلا چلا کر کہلوانے والے ہوتے تھے، کبھی کبھی مجھ سیاہ کار (صوفی انیس صاحب) کو بھی یہ شرف حاصل ہوا، خدا کی قسم، بعض وقت مجھے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے کوئی بجلی تھی جو کوندگئی، دل لرز جاتا، کیفیت کچھ اور ہوجاتی، حافظ عبدالرشید صاحب عموماً بیعت کراتے تھے، اگرچہ حسب ضرورت مکبّر ہوتے تھے، مگر ان (حافظ عبدالرشید صاحب) کا گلا صبح سے شام تک بیٹھ جاتا تھا''۔

آگے چل کر تحریر کرتے ہیں کہ: ''شروع شوال سے وسط شوال تک آنے والوں کا یہ سیلاب جاری رہا، خانقاہ آنے والے ہر راستے اور ہر سڑک پر، مشرق، مغرب، شمال، جنوب ہر طرف سے آنے والوں کا ہجوم تھا، ان میں اچھی خاصی تعداد ہندو عورتوں اور مردوں کی بھی ہوتی تھی، وہ بھی سب کے ساتھ کلمہ پڑھتے تھے، غالباً حضرت کی اجازت سے حافظ عبدالرشید صاحب آخر کو یوں کہہ دیتے تھے کہ ہم نے سب ہندو بھائیوں، بہنوں کا سلام، حضرت سے کہہ دیا اور دعا کے لیے بھی عرض کردیا''۔(۱)

(۱) سوانح حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری مؤلفہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ۔

حافظ صاحب ذکر سکھلاتے تھے

اخیر زمانے میں چونکہ پوری پوری توجہ حضرت شاہ صاحب کی حافظ صاحب پر تھی، اس لئے مریدین و متعلقین، متوسلین اور مسترشدین جو ذکر کرنا اور سیکھنا چاہتے، تو حضرت شاہ صاحب حافظ صاحب کے ذکر میں استغراق وانجذاب کی کیفیت، نیز ان کی مہارت اور ذکر عالی شان دیکھ کر لوگوں کو انہیں کے ذریعے ذکر سکھلاتے، مولانا عبدالمنان اور بھائی الطاف کسی کو حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں لے جاتے تو حضرت ذکر سکھلانے کے لیے حافظ صاحب کو بلاتے، پھر حافظ صاحب آتے اور لوگوں کو ذکر کرنا سکھلاتے۔

میرا ابھی جی نہیں چاہتا

جیسا کہ بیان کیا جاچکا کہ حضرت حافظ صاحب، حضرت شاہ صاحب کے زمانے ہی میں سفر میں جانے لگے تھے لیکن اس وقت زیادہ لمبا سفر نہیں کرتے تھے، بلکہ ہر جمعہ کو رائے پور واپس آجایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کی بابرکت مجلس میں بہت ہی مجمع تھا، منڈی گڈھی کی طرف سے کچھ لوگ حضرت حافظ صاحب کو لینے کے لیے آئے اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب سے اجازت چاہی، حضرت شاہ صاحب نے اجازت دیدی اور ارشاد فرمایا کہ چلے جاؤ، حافظ صاحب نے لوگوں سے کہا، ابھی تو آپ لوگ وقت لیجاؤ، بعد میں وقت معینہ پر آجاؤں گا، کچھ دیر کے بعد حضرت شاہ صاحب نے حافظ صاحب سے دریافت کیا، حافظ صاحب گئے نہیں ہو؟ حافظ صاحب نے جواب دیا کہ حضرت ابھی جانے کو جی نہیں چاہتا، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا کہ میرا ابھی جی نہیں چاہتا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ ومسترشد کے درمیان کیسا گہرا ربط اور کیسی مزاج شناسی اور کتنا سچا تعلق تھا کہ جو بات شیخ چاہتے ہیں وہیں مرید اور جو مرید چاہتا ہے وہی شیخ۔

ایسا آدمی تلاش کروگے نہیں ملے گا

حضرت ملا معزالدین روایت کرتے ہیں کہ ’’حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب نے حافظ صاحب کو اپنے والد کی جگہ بنگلے (جس میں اس وقت خانقاہ کے مدرسہ کا دفتر ہے) میں رہنے کے لئے فرمایا تھا، ملاجی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ راقم حافظ صاحب کے پاس آیا، حافظ صاحب کو اس وقت بخار تھا، فرمانے لگے میں آپ کا انتظار ہی کررہا تھا، چنانچہ جب صبح ہوئی، تو حضرت شاہ عبدالقادر صاحب حسب معمول ٹہل کر (تفریح کرکے) واپس آئے اور حافظ صاحب سے معلوم کرنے لگے کہ کیسی طبیعت ہے؟ حافظ صاحب نے فرمایا کہ بخار آرہا ہے، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ حافظ صاحب کی دوائی نہیں کی؟ وہ کہنے لگے کہ یہ تو خود کرتے رہتے ہیں، حضرت شاہ صاحب کو یہ بات ناگوار معلوم ہوئی اور فرمایا کہ ’’چراغ لے کر ایسا آدمی تلاش کروگے تو نہیں ملے گا‘‘۔

عبدالرشید آتا نہیں

حافظ محمد عالم صاحب جلالیہ والے (۱) نقل کرتے ہیں کہ ۲۴/ذی القعدہ ۱۳۸۱ھ کو

(۱) حافظ محمد عالم صاحب جلالیہ کے رہنے والے تھے، جو سہارن پور کا ایک موضع ہے اور قصبہ سنسار پور کے قریب ہے، حضرت حافظ صاحب کے پاس، حضرت شاہ صاحب کے زمانے ہی سے رہتے تھے، حضرت حافظ صاحب سے بہت خاص تعلق تھا، بیعت وارادت کا تعلق بھی حافظ صاحب سے ہی تھا، آخر میں یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ بس حافظ صاحب ہی کے قدموں میں رہنا ہے، چنانچہ حضرت حافظ صاحب کی وفات کے بعد بھی گلشن رشیدیہ ہی میں مقیم رہے، یہاں تک کہ ۱۱/مارچ ۲۰۰۲ء میں ان کا انتقال ہوگیا۔

جب آخری مرتبہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب پاکستان (۱) جانے لگے تو گاڑی میں بیٹھ کر کالے پل (۲) کے پاس آگئے، حضرت کار میں تھے، ایک بس خدام متعلقین اور ہم راہ جانے والوں کے لیے تھی، حافظ محمد عالم فرماتے ہیں کہ: ’’حافظ عبدالرشید صاحب میرے برابر میں کھڑے ہوئے تھے، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نے حافظ صاحب کی طرف چہرہ کرکے فرمایا: ’’عبدالرشید آتا نہیں‘‘ حافظ صاحب نے جواب دیا کہ حضرت گاڑی میں جگہ نہیں، میں بس میں آرہا ہوں، راوی کہتے ہیں کہ میں نے بہ چشم خود دیکھا، جس وقت حضرت شاہ صاحب نے حافظ عبدالرشید صاحب کی طرف چہرہ کیا اور پکارا تو حضرت شاہ صاحب کی طرف سے حافظ صاحب کے اوپر ایک ایسی روشنی پڑی جیسے ریل کے انجن کے آگے کی لائٹ ہوتی ہے اور پھر وہ روشنی وہاں پر پڑی، جہاں پر اس وقت حضرت حافظ صاحب کی قیام گاہ ہے، اسی کی برکت سے حافظ صاحب آخری وقت تک مرجع خلائق بنے رہے، اور ہزارہا بندگان خدا آپ سے فیض یاب ہوتے رہے ہیں‘‘۔

(۱) حضرت شاہ صاحب کے پاکستان جانے کی تفصیل سوانح حضرت مولانا عبدالقادر صاحب، مصنفہ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی صفحہ ۲۱۰/۲۱۱/ پر ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) یہ پل رائے پور کی نہر پر جانب مشرق، تیسرا پل ہے۔

چوتھا باب

ملک کی تقسیم اور اس کے نتائج، دعوتی اور تبلیغی اسفار

چوتھا باب

ملک کی تقسیم اور اس کے نتائج، دعوتی اور تبلیغی اسفار

دعوت دین کے لیے اسفار

اسلام ایک ایسا مذہب ہے کہ اس کے ہر دور میں ایسے اصحاب قلوب اور اصحاب دعوت وعزیمت پیدا ہوتے رہے ہیں، جنھوں نے توحید خالص، اتباع سنت کی دعوت دی، وقت کے تقاضوں کو سمجھا، زمانے کے فتنوں کا مقابلہ کیا، لوگوں کو اخلاقیات کی تعلیم دی، عبادات کا طریقہ سکھایا، معاملات ومعاشرت کا سلیقہ بتایا، ملت کی پوری رہنمائی کی، دینی، دعوتی اور تبلیغی اسفار کئے اور عوام کو صحیح اسلام کا پیغام پہنچایا۔

حضرت حافظ صاحب بھی چونکہ اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی ہیں، اس لیے آپ نے بھی دعوت وتبلیغ، وعظ وارشاد اور اصلاح وتربیت کا یہ فریضہ انجام دیا، خاص طور سے تقسیم ہند کے بعد ارتداد کی مسموم ہوا سے متأثر ہونے والے علاقوں میں آپ نے کارہائے نمایاں انجام دئے، دور دراز راستوں کے سفر کئے، لوگوں کے عقائد درست کئے، اسلامی طرز معاش اور طرز معیشت سے ان کو آگاہ کیا، بعض اسفار مستقل تین تین ماہ کے ہوئے، خدام ومعتقدین آپ کے ساتھ ہوتے، جس جگہ پہنچتے ذکر واذکار اور اللہ کی مجلسیں گرم ہوجاتیں، اس طرح آپ کا یہ قافلہ چلتی پھرتی خانقاہ بنی رہتی تھی۔

منعم بہ کوہ ودشت وبیاباں غریب نیست
ہر جا کہ رفت خیمہ زد و بارگاہ ساخت

ملک کی تقسیم اوراس کے نتائج

۱۴/اگست ۱۹۴۷ءکو پاکستان میں اور ۱۵/اگست ۱۹۴۷ءکو ہندوستان میں تقسیم کا اعلان ہوگیا اوراس کا عملی نفاذ کر دیا گیا، اس موقع پر ایک طرف دہلی اور اطراف دہلی اورمشرقی پنجاب ومغربی بنگال میں دوسری طرف مشرقی بنگال اور مغربی پنجاب میں جو قیامت برپا ہوئی، دونوں طرف کے باشندوں کو جن لرزہ خیز مصائب سے گزرنا پڑا، جس طرح بستیاں نذر آتش اور لاکھوں انسانی جانیں لقمۂ اجل بنیں، ٹرینوں میں اور اسٹیشنوں پر قتل عام ہوا، قافلے لٹے، اورانسان بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح اور گاجر مولی کی طرح کاٹے گئے، جس طرح ننگ وناموس بے قیمت وپامال اور انسان کا خون ارزاں ہوا، وہ ایک تلخ ترین داستاں ہے، جو انسانیت کی پیشانی کا داغ اور ہر حساس و دردمند انسان کے سینے کا زخم ہے، اورمشرقی پنجاب، مسلمانوں کے وجود سے (جس کو قدرت الٰہی نے صدیوں سے اس حصے کی قسمت میں رکھا تھا) خالی ہوگیا اور وہاں کی سرزمین مسلمانوں سے اور فضائیں اذانوں سے محروم ہوگئیں:

مَدَارِسُ اٰیَاتٍ خَلَتْ مِنْ تِلَاوَةٍ
وَمَنْزِلُ عِلْمٍ مُقْفِرُ الْعَرَصَاتِ(۱)

مشرقی پنجاب سے جو مسلمان ریلوں کے ذریعہ پاکستان گئے تھے، بڑے ہولناک مصائب سے گزر کر پہنچے، ان کے بہت سے ساتھی ان کی آنکھوں کے سامنے تہہ تیغ

(۱) جہاں آیات قرآنی کا دن رات درس ہوتا تھا، وہ مقامات تلاوت تک سے محروم ہیں اور جہاں علم کا شب وروز تذکرہ تھا، وہاں خاک اڑ رہی ہے۔

ہوئے(۱) غرضیکہ مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کے ساتھ اور مغربی پاکستان میں ہندوآبادی کے ساتھ جو ظلم اورسفاکی ہوئی وہ ناقابل فراموش اور ایک ناقابل انکار حقیقت ہے، پورے ملک میں تعصب کی آگ اور ہریانہ وپنجاب میں ارتداد کی عام فضا تھی، گویا پورا ملک متاثر اور کشمکش کے عالم میں تھا۔

ہریانہ وپنجاب کے مسلمان

ملک کی تقسیم کا واقعہ ایسا لرزہ خیز اور رونگٹے کھڑا کردینے والا واقعہ ہے جس کو صدیوں تک نہیں بھلایا جاسکتا، مسلمانوں کے لیے جان لیوا، پرخطر اور خوف زدہ کردینے والا واقعہ ہے، جس میں ہزاروں مسلمانوں کی جانیں شہید ہوئیں، ہزاروں لاکھوں مسلمان گھر سے بے گھر کئے گئے، علماء کو برسرمیدان تہہ تیغ کیا گیا، عورتوں کی کھلم کھلا بے عزتی وبے حرمتی اورآبروریزی کی گئی، یہاں تک کہ معدودے چند مسلمان جو باقی رہے تھے، ان کا ماحول ومعاشرہ جہالت وبے دینی اور پیر پرستی کی آماج گاہ بن گیا تھا، دین وعلم کا چرچا پورے علاقے میں کہیں نہیں تھا، ایسے جان لیوا حالات میں کچھ مسلمان کیا، علاقے کے علاقے مرتد ہوگئے تھے، اور بہت سے مسلمان کلمہ طیبہ صحیح طور پر نہیں پڑھ سکتے تھے، ہروقت سہمے ہوئے خوف زدہ تھے اور سروں پر چوٹے رکھ لئے تھے، اوراپنے نام بدل کر ہندوانہ نام رکھ لئے تھے۔

اس کسمپرسی کے عالم میں ان کا کوئی پرسان حال اور یارومددگار نہ تھا، ایسے نازک موقع کے لیے ایک ہمہ گیر تحریک اور ایک باقاعدہ تبلیغی نظام کی ضرورت تھی جو وہاں اسلام اور شعائر اسلام کی حفاظت کرتی، اور ان لوگوں کو دوبارہ اسلام میں داخل کرسکتی۔

چنانچہ مشیت خداوندی سے پھر وہاں علماء ومصلحین اور مبلغین اسلام اور خیرخواہاں

(۱) سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوری صفحہ ۱۴۹/۱۵۱ ملخصاً۔

امت کا ورود شروع ہوا(۱) اوران لوگوں نے دینی، روحانی غذا پہنچائی اوران کے درد کا مداوا بنے، ان حضرات میں سے، حضرت شفیق الملت حافظ عبدالرشید صاحب بھی ایک ہیں، جنھوں نے وہاں پرایک اہم رول ادا کیا، جس سے اسلاف کی یادتازہ ہوجاتی ہے اوروہ ہریانہ وپنجاب کے مسلمانوں کے ایمان کی تجدید اوروہاں پر مساجد اور مدارس کا قیام ہے۔

پنجاب اور ہریانہ کے شمالی حصے کا دورہ اورلوگوں کے ایمان کی تجدید

حضرت حافظ صاحب نے پنجاب کا جو دورہ تقسیم ملک کے بعد کیا، اس کی تفصیل آپ کے خلیفہ، حضرت ملا مہرالدین نگلی والوں کے حوالے سے تحریر کی جاتی ہے، وہ فرماتے ہیں:

’’حضرت حافظ عبدالرشید صاحب نے ۱۹۴۷ء کے بعد اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کے حکم سے پنجاب اور ہریانہ کے شمالی حصے کا دورہ فرمایا، ہم راہ حضرت حاجی ملا معزالدین صاحب جیت پوروالے تھے، جمنا سے لے کر چنڈی گڑھ تک تقریباً پچاسی گاؤں آباد ہیں، جو پہاڑوں کی تلہٹی میں آباد ہیں اور جہاں اکثر مسلمان

(۱) ۱۹۴۷ء کے بعد پنجاب وغیرہ میں بہت سے علماء دعوت وتبلیغ کے لیے تشریف لے گئے، ان میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب اوران کے خاص خلفاء ہیں، نیز تبلیغی جماعت جو ۱۹۵۰ء میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے حکم سے گئی، اس نے کس طرح مشقتیں اٹھائیں، اس کی تفصیل ’’تبلیغی جماعت کی کارگزاری‘‘ میں ملاحظہ فرمائیں، اسی طرح بہت سے علماء حق اور داعیان اسلام گئے، ۱۴/۴/۱۳۹۸ھ مطابق ۲۳/مارچ ۱۹۷۸ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کا بھی ایک وفد گیا جس میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نوراللہ مرقدہ اور مولانا عبدالکریم پاریکھ تھے، وہاں پر کام کرنے والوں میں حضرت مفتی عبدالعزیز صاحب رائے پوریؒ، ناظم مظاہر علوم بھی تھے، انہوں نے بہت سے مدارس و مساجد قائم کئے ہیں، اور بھی بہت سے علماء وصلحا وہاں گئے ہیں، یہ نام احقر نے اپنے محدود علم کے مطابق تحریر کئے ہیں۔

گوجر برادری ہے، جو ہڑبونگ کے موقع پرکافی مرتد ہوگئے تھے، اسلام سے پھر گئے تھے، اپنے نام بدل دئے تھے، سروں پر چوٹے رکھنے شروع کردئے تھے، معلوم ہوتا تھا کہ یہاں کبھی مسلمان تھے ہی نہیں، محض اللہ کے فضل وکرم سے حضرت حافظ صاحب کی سعی سے وہ لوگ دین حق میں داخل ہوئے، بیعت ہوئے اور دوبارہ کلمہ پڑھ کر پھر ایمانی اور اسلامی روح سے شرف یاب ہوئے، جگہ جگہ مسجدیں بنوائیں، اور مدارس قائم کئے۔

اوراس میں ہماچل کا دکھنی حصہ بھی شامل ہے، اس دوران میں حافظ صاحب نے ایک خواب دیکھا کہ پنجاب کی وسیع زمین میں چھوٹے چھوٹے پیڑ ہیں اور میں ان میں پانی دے رہا ہوں، حضرت حافظ صاحب نے یہ خواب اپنے شیخ کو سنایا تو حضرت والا نے فرمایا، اللہ تعالی کو آپ سے کام لینا ہے، خوب محنت کرو‘‘۔(۱)

چنانچہ ایسا ہی ہوا، اللہ تعالی نے آپ سے جو کام لئے (جن کی تفصیل اپنے اپنے موقع پر آتی رہے گی) وہ آپ کے اس سچے خواب کی تعبیر ہے۔

ہماچل کے سفر

ہریانہ، پنجاب کی طرح، حضرت حافظ صاحب کے دورے ہماچل اوراس کے دوردست مقامات، پہاڑیوں وغیرہ میں بھی ہوتے تھے، ناہن، سرمور اور شملہ جیسے اضلاع میں خاص طور سے سفر کرتے تھے، پیدل کے سفر بھی کرتے تھے اور آخر میں گاڑیوں کے ذریعہ سے، جس جگہ جاتے، لوگوں کا جم غفیر ہوجاتا، سب لوگ بیعت اور توبہ کرتے اور حضرت کو اپنے اپنے گھروں پر لے جاتے، حضرت حافظ صاحب سب کی دل جوئی کرتے، کسی کی دل شکنی نہیں کرتے تھے، وہاں پر بھی بہت سی مساجد قائم کی ہیں۔

ہماچل کے ایک دورافتادہ علاقے، تحصیل چمبہ کے سفر کی مختصر تفصیل آپ کے پوتے محمد لئیق صاحب کے حوالے سے نقل کی جاتی ہے، جو اس سفر میں آپ کے ساتھ

(۱) قلمی یادداشت ملا مہرالدین نگلی ۳۲ر

تھے، حضرت حافظ صاحب کا یہ سفر جون ۱۹۸۳ء میں ہوا، ایک ہفتے کا یہ سفر تھا، محمد لئیق بیان کرتے ہیں کہ: ''تحصیل چمبہ (ہماچل) تک پٹھان کوٹ کے راستے سے پہنچے، پھر چمبہ سے سولہ کلومیٹر کی دوری تک (جگہ کا نام راوی کو معلوم نہیں) دریا راوی کے کنارے بس سے گئے، اس کے بعد پگڈنڈیوں کے راستے سے چودہ کلومیٹر پہاڑوں کے اوپر گئے، وہاں پر قادیانیوں کے اڈے تھے، اور مزاری رہتے تھے، وہ لوگوں سے کہتے تھے کہ اتنے پیسے دے دو، تمہاری نمازیں معاف ہو جائیں گی، ان سے ملنے کے لئے گئے، وہ اسی روز وہاں سے چلے گئے تھے، وہاں پر کئی ہزار لوگوں نے توبہ کی، وہ لوگ کچھ نہیں جانتے تھے، یہاں تک کہ ان میں ایسے لوگ بھی تھے، جو بس (موٹر) بھی نہیں جانتے تھے کہ کیا ہے، کیونکہ وہ ایسی جگہ پر رہتے تھے جہاں موٹروں اور گاڑیوں کا راستہ ہی نہیں تھا، عبدالقیوم گارڈ فاریسٹ وہ ترجمانی کرتے تھے، اور ان کو سمجھاتے تھے، کیونکہ وہ لوگ ہماری زبان نہیں سمجھتے تھے، حضرت ابا جی تھوڑی تھوڑی دیر بعد توبہ کراتے تھے اور بہت ہی گریہ وزاری کرتے تھے، دن میں ساڑھے گیارے بجے، ایک عورت چیختی ہوئی آئی اور بیٹھ کر چلانے لگی، حضرت ابا جی نے فوراً فرمایا کہ ہمارے بڑوں کا تو لحاظ رکھتے (حضرت سمجھ گئے تھے کہ اس عورت میں جنات ہیں) جنات نے کہا کہ ہم اس لئے چلا رہے تھے کہ آپ کے پاس آ گئے، اب ہم کو چھوڑ نا پڑے گا، اس طرح وہ جنات چلے گئے پھر نہیں آئے، وہاں دو روز قیام رہا، پھر وہاں سے واپس آ گئے'' اسی طرح اور بھی آپ نے ایسے مقامات پر دینی ودعوتی سفر کئے، جہاں پر اب تک بہت سوں کی رسائی نہیں ہوئی، یہاں تک کہ جماعتیں (تبلیغی) بھی وہاں تک نہیں پہنچیں۔

یوپی کے سفر

حضرت حافظ صاحب یوپی کے مغربی اضلاع خاص طور پر دہرہ دون، سہارنپور،

مظفر نگر، ہریدوار، میرٹھ اور بجنور وغیرہ میں بہت سفر کرتے تھے، ایک ایک ہفتہ قیام کرتے اور جمعرات کی شام کو رائے پور حاضر ہو جایا کرتے، جس جگہ جاتے ہندو مسلم سب ہی پروانہ وار ٹوٹ پڑتے، سب اس قدر خوش ہوتے تھے جیسا کہ مدتوں بعد ان کا گم شدہ محبوب آیا ہو اور وہ اس کے اشتیاق ومحبت میں برسوں سے پریشان وحیران ہوں، ہر ایک چاہتا کہ میرے گھر پر بھی ایک قدم رکھا جائے، کھانے میں، ناشتے میں، لوگ اس قدر اہتمام کرتے کہ پورا قافلہ جو حضرت کے ساتھ اکثر گاؤں اور سفروں میں ہو جایا کرتا تھا، شکم سیر ہوکر کھانا کھاتا، اور برکت کا یہ عالم تھا کہ کافی کھانا بچ جاتا تھا، یہاں بعض اسفار کی روداد بیان کی جاتی ہے، جن میں راقم ساتھ رہا کہ وہاں کیسے پہنچے، لوگوں سے کس طرح ملے، کیسے ان کو دینی دعوت دی، خدا کا پیغام سنایا اور کلمہ پڑھایا۔

شاملی، کیرانہ، کھرگان کا سفر

۷؍شعبان المعظم ۱۴۱۳ھ مطابق ۳۱؍جنوری ۱۹۹۳ء بروز اتوار بعد نماز ظہر، حضرت کا شاملی ضلع مظفر نگر کا سفر ہوا، راقم سطور اور حضرت کے خادم رحیم بخش بھی ہم راہ تھے، مغرب کے بعد شاملی پہنچے، میزبان شاہنواز صاحب تھے، پیر کو یہیں قیام رہا، خاص خاص لوگ ملاقات وزیارت کے لیے آتے رہے، حضرت بڑی خوش مزاجی اور بشاشت قلبی سے ملتے رہے، اور ان کو اپنی دینی، دعوتی باتوں اور دعاؤں سے مستفیض فرماتے رہے۔

۹؍شعبان بروز منگل وہاں سے کھرگان ضلع مظفر نگر کے لیے روانہ ہوئے، دوپہر کا پروگرام کیرانہ میں حافظ محمد یوسف کے گھر کا تھا، کیرانہ پہنچے تو لوگوں کو جیسے ہی معلوم ہوا کہ رائے پور والے حضرت جی آئے ہوئے ہیں، لوگ فوراً جمع ہو گئے، اور ہر ایک خواہش کرنے لگا کہ حضرت پانچ منٹ ہمارے یہاں چلئے، دوسرا کہتا کہ حضرت تھوڑی

دیر ہمارے یہاں چلئے، اس طرح حضرت ان کی دلجوئی کرتے اور تھوڑی تھوڑی دیر اکثر لوگوں کے یہاں گئے، لوگوں نے کھانے پینے کی چیزوں میں بڑا تکلف کیا، سب کے ناشتوں میں شرکت کی اور ایک ایک چیز ذرا ذرا سی لے لیتے، ان لوگوں سے فارغ ہوکر کھرگان چودھری فتح جنگ کے یہاں فروکش ہوئے، وہاں دو شب قیام رہا، علاقے کے لوگ آتے، ملاقات کرتے اور مستفیض ہوتے رہے۔

۱۰ر شعبان بروز بدھ بعد نماز عشاء مسجد میں دعا کا پروگرام رکھا گیا، پوری مسجد کھچا کھچ بھری ہوئی تھی، پہلے لوگوں کو بیعت کیا، کافی تعداد میں لوگ بیعت ہوئے، اس کے بعد دعا شروع ہوئی، کافی دیر تک دعا ہوتی رہی، دعا بہت ہی پر کیف تھی، سب لوگوں نے حلاوت اور لذت محسوس کی، سفر میں یہ معمول رہتا کہ بعد نماز مغرب حضرت احقر کو اور رحیم بخش کو ذکر کرنے کیلئے الگ الگ چار پائیوں پر بٹھا دیتے اور خود بھی ذکر میں مشغول ہوجاتے، بعد نماز عشاء کھانا ہوتا اور پھر آرام، تہجد کے وقت اٹھتے، تہجد سے فراغت کے بعد حضرت کچھ وظائف پڑھتے، نماز احقر ہی پڑھاتا تھا، فجر کے بعد مجھے قرآن شریف کی تلاوت کا حکم دیتے اور رحیم بخش کو ذکر کرنے کے لئے فرماتے، اور خود بھی تلاوت میں مشغول ہوجاتے، پھر مراقب ہوجاتے، اشراق کے بعد ناشتہ ہوتا، پھر شام تک لوگوں سے ملتے رہتے۔

جمعرات کی شب میں تقریباً ۱۲ر بجے حضرت پیشاب کے لیے اٹھے، راقم سطور کو جلدی ہی سلا دیا تھا، رحیم بخش بیدار تھے، جب پیشاب کے لیے چلے اچانک پیر پھسل گیا، حضرت گر گئے، کولھے میں شدید ضرب لگی، رات بھر پریشان رہے، ۱۱ر شعبان جمعرات کی صبح جلدی سے گاڑی منگائی اور رائے پور کے لیے واپسی ہوئی، اور رمضان کے بعد تک کے سب سفر جہاں جہاں کی تاریخیں متعین تھیں ملتوی کر دئے گئے۔

تیتر وانبیہٹہ سہارن پور کا سفر

حضرت حافظ صاحب کا یہ سفر آپ کے خلیفہ بھائی خالد خاں (۱) صاحب تیتر و والے کی دعوت پر شوال ۱۴۱۳ھ میں ہوا، حضرت کے ساتھ رحیم بخش تھے، راقم سطور دو دن کے بعد پیر کے روز تیتر و پہنچا، وہاں کیا یہ منظر دیکھا کہ بھائی خالد کا دسترخوان چل رہا ہے، لوگوں کی آمد کا سلسلہ برابر جاری ہے اور حضرت اندر کمرے میں بیٹھے لوگوں سے مل رہے ہیں، کسی کو نصیحت کر رہے ہیں، کسی کی مزاج پرسی کر رہے ہیں، کسی کو تعویذ لکھ کر دے رہے ہیں، بعض لوگ شیشیاں لے کر آرہے ہیں اور پانی پر دم کرا رہے ہیں، باہر آنگن میں کچھ ہندو بھائی بھی اشتیاق زیارت وملاقات میں بیٹھے ہوئے ہیں، ایک عجیب منظر تھا، یوں تو حضرت تیتر و سال میں کئی مرتبہ تشریف لے جاتے تھے؛ کیونکہ یہ علاقہ آپ کے خلیفہ بھائی خالد خاں صاحب کے معتقدین ومریدین کا تھا، اس لیے چوبیس گھنٹے ملنے والوں کی آمد کا تانتا بندھا رہتا تھا، مگر راقم سطور یہاں پہلی مرتبہ حاضر ہوا تھا، جمعرات کی شب میں عشاء بعد مسجد میں لوگوں کو بیعت کرنے کا پروگرام تھا، پوری مسجد امت محمدیہ کے نوجوانوں، بوڑھوں اور بچوں سے بھری ہوئی تھی، حضرت نے پہلے لوگوں کو (جو بیعت ہونا چاہتے تھے) بیعت کیا، اس کے بعد دعا شروع کی، پورے

(۱) خالد خان صاحب تیتر و ضلع سہارنپور کے رہنے والے ہیں، حضرت حافظ صاحب سے والہانہ عقیدت اور تعلق رکھتے ہیں، حضرت کے خلفاء میں سے ہیں، ذاکر وشاغل آدمی ہیں، جہاں جاتے ہیں ذکر کی مجلسیں گرم کر دیتے ہیں، تبلیغی جماعت میں بھی وقت لگاتے رہتے ہیں، حضرت کی ان پر خصوصی توجہ تھی، کبھی کبھی رائے پور کی آمد میں تاخیر پر ان کو حضرت بہت ڈانٹتے اور ناراض ہوتے تھے، مگر وہ زبان حال سے کہتے تھے:

میں ہوں نازک طبع وہ ہیں تندخو! — خیر یہ گزری محبت ہوگئی
لاکھ جھڑکو اب کہاں پھرتا ہے دل — ہوگئی اب تو محبت ہوگئی
کہا جو میں نے کرم مہرباں نہیں ہوتا — کہا بگڑ کے اجارہ یہاں نہیں ہوتا
کوئی جا کر کہے غم کس لیے مجبور کرتے ہیں — وہ دل کے پاس رکھتے ہیں نظر سے دور کرتے ہیں
عجب سرکار ہے ان کے ستم ہی میں کرم دیکھا — وہی مقبول ہوتا ہے جسے مقہور کرتے ہیں

مجمع پر سکینت طاری تھی، اور ایسی حالت ہوئی کہ فوراً یا اللہ یا اللہ کی صدائیں مسجد میں گونج اٹھیں اور لوگ خوب آہ وزاری، خشوع وخضوع کے ساتھ دعا کرنے اور آمین کہنے میں مشغول ہوگئے۔

اس طرح کئی روز تیترو میں قیام کرکے جمعرات کی صبح کو انبہٹہ (جہاں کے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری تھے) کار کے ذریعہ آئے، ذرا سی دیر میں لوگوں کا بہت بڑا مجمع ہوگیا، کئی جگہ ناشتہ کرنا پڑا اور کئی جگہ لوگوں کے بیعت کرنے کا اہتمام کیا گیا، اور کئی جگہ عام دعا ہوئی، چاروں طرف اس قدر بھیڑ اور ہجوم تھا کہ گاڑی کا نکلنا بڑا مشکل ہورہا تھا، دو تین گھنٹے مشغولیت کی حالت میں رہ کر سہارنپور پہنچے، وہاں پر دوپہر کا کھانا حضرت کے ایک معتقد کے یہاں پہلے سے طے تھا، سہارنپور کھانا کھانے کے بعد دوپہر میں آرام کیا اور ظہر کے بعد جمعرات کو رائے پور پہنچے۔

بڑوت، پھلت اور کھتولی کا سفر

حضرت شوال ۱۴۱۳ھ بروز اتوار بعد نماز عشاء کار سے بڑوت ضلع میرٹھ کے لیے روانہ ہوئے، راقم سطور خادم رحیم بخش اور میاں جی عبدالغنی گندیوڑہ والے ساتھ تھے، رات کے کسی حصے میں بڑوت پہنچے، جمعرات کی صبح تک بڑوت میں قیام رہا، میزبان حضرت کے ایک مخلص متوسل تھے، عام سفروں کی طرح وہاں بھی بیعت وتلقین اور وعظ وارشاد، نیز ہر خاص وعام سے ملاقات کا یہی سلسلہ جاری رہا، پیر کو بعد نماز عشاء لوگوں نے مسجد میں راقم سطور کے بیان کا پروگرام رکھ دیا، حضرت نے اجازت دیدی اور میں نے وہاں پر بیان کیا، بیان میں کچھ زیادہ دیر لگ گئی، حضرت نے سختی سے ڈانٹا اور آئندہ اس طرح تقریر کرنے سے منع کردیا اور فرمایا کہ ابھی تم اس لائق نہیں ہوئے ہو، ابھی تو تمہاری تقریر کھیل تماشے کی حیثیت رکھتی ہے، بعد میں اللہ تعالی اس قابل بنادے گا، پھر جو بھی بات کہوگے وہ مؤثر ثابت ہوگی، چنانچہ اس کے بعد پھر راقم سطور نے حضرت

کے ساتھ سفروں میں کبھی تقریر نہیں کی (۱) بدھ کو بعد نماز عصر ایک مدرسے کے افتتاح کا پروگرام تھا، وہاں پر حضرت نے دعا فرمائی، لوگوں کا کافی ہجوم تھا۔

جمعرات کی شب میں پھلت میں مدرسہ تعلیم القرآن کا سالانہ جلسہ تھا، وہ حضرت ہی کی صدارت میں ہونا تھا؛ لیکن وہاں پر شب میں نہ جاسکے، ناظم مدرسہ قاری حفظ الرحمٰن (۲) انصاری (جو حضرت سے خصوصی تعلق رکھتے ہیں اور حضرت کے مجاز بھی ہیں) نے مدرسے کے ایک مدرس کو گاڑی لیکر علی الصباح بڑوت بھیجا، چنانچہ پھر پھلت آئے، پھلت میں لوگ حضرت کی زیارت وملاقات کے بہت منتظر تھے، وہاں پہنچ کر پہلے تھوڑا آرام کیا، مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب (۳) نے بیان کیا، اس کے بعد مولانا شمس الدین صاحب نجیب آبادی (۴) نے تقریر کی اور اخیر میں حضرت اسٹیج پر تشریف لائے، مجمع بالکل خاموش ہوگیا، سب پر سکینت طاری ہوگئی، اولاً حضرت نے کچھ نصیحتیں کیں، پھر جلسے کے اختتام پر اہم دعا فرمائی، پھر لوگوں نے مصافحہ کیا اور ہر ایک نے بڑھ چڑھ کر حضرت

---

(۱) ۲۰۰۹ء میں راقم نے مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد کی جامع مسجد میں نوجوانوں کے لیے ایک اصلاحی پروگرام کا سلسلہ شروع کیا، جس میں لوگ شرکت کرتے ہیں، اور فائدہ اٹھاتے ہیں، اس میں جو بیان ہوتا ہے، وہ ریکارڈ کرلیا جاتا ہے، اس پروگرام کی ۳۰/تقریریں ''افکار دل'' کے نام سے کتابی شکل میں چھپ چکی ہے، یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔

(۲) قاری حفظ الرحمٰن صاحب پھلت میں ایک مدرسہ تعلیم القرآن کے نام سے چلا رہے ہیں، حضرت حافظ عبدالستار صاحب نانکویؒ سے بیعت وارادت کا تعلق رکھتے تھے، ان کی وفات کے بعد (مکہ مکرمہ میں حضرت کی خواہش کے مطابق وفات ہوئی جب کہ حضرت ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ م ۱۹۱۰ء میں حج کے لیے اپنے تمام متعلقین کو ساتھ لے کر گئے تھے) حضرت حافظ عبدالرشید صاحب سے تعلق کی تجدید کی اور خرقہ خلافت سے مشرف ہوئے اور مدرسہ بھی حضرت حافظ صاحب کی سرپرستی میں کردیا، اللہ تعالی ان سے مزید کام لے۔

(۳) مولانا محمد کلیم صدیقی ایک داعی دین ہیں، ۹/ربیع الاول ۱۳۷۸ھ م ۲۳/ستمبر ۱۹۵۷ء میں ولادت ہوئی، پنجاب ہریانہ، کرنال وغیرہ میں بڑا دینی کام کررہے ہیں، پھلت میں ایک مدرسہ چلا رکھا ہے، جو ندوۃ العلماء سے ملحق ہے، ششم تک عربی کی تعلیم ہوتی ہے، اور آپ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے خلفاء میں سے ہیں۔

(۴) مولانا شمس الدین صاحب نگینوی ثم نجیب آبادی مقرر ہیں، برادران وطن کی مذہبی کتابوں کے حوالے سے توحید ورسالت کو اسلامی تعلیمات کے ساتھ ساتھ ثابت کرتے ہیں، ان کی ایک کتاب ''انتم مہارشی'' اس موضوع پر اچھی کتاب ہے۔

کا استقبال کیا، بعد نماز ظہر کھانا کھایا، پھر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے نانیہال کے اس مکان کی زیارت کی جس میں حضرت شاہ صاحب کی پیدائش ہوئی تھی، اس مکان کی دیواریں باقی تھیں، چھت نہیں تھی، اور حضرت شاہ صاحب کے اہل خاندان میں ایک گھر پر موئے ریش مبارک آقائے مدنی تاجدار مدینہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے بہرہ ور ہوئے، اور حضرت شاہ صاحب کی حدیث کی کتاب مسلسلات کو دیکھا، اس کے بعد کھتولی میں چیتل والوں کے ہوٹل میں تشریف لے گئے، وہاں پر نماز ادا کی اور کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد رائے پور کے لیے واپسی ہوئی۔

مظفر نگر کے سفر

ضلع مظفر نگر کے دو سفروں کی روداد مختصراً پیش کی جاتی ہے، جن میں راقم سطور ساتھ تھا، یکم جمادی الاولی ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۸؍اکتوبر ۱۹۹۳ء بروز پیر بعد نماز عصر شیر پور ضلع مظفر نگر کا سفر ہوا، مغرب کی نماز راستے میں ادا کی، اور نماز عشاء وہیں پہنچ کر پڑھی، دو شب قیام رہا، ۳؍جمادی الاولی ۲۰؍اکتوبر بدھ کو نماز ظہر کے بعد مظفر نگر سے قریب ایک بستی ''سوجڑو'' میں جانا ہوا، وہاں ایک رات مقیم رہ کر ۴؍جمادی الاولی مطابق ۲۱؍اکتوبر جمعرات کو ظہر کی نماز سے پہلے سروٹ میں فروکش ہوئے، سروٹ سے اسی وقت لوٹنا تھا اور رات کا کھانا راقم سطور کے غریب خانہ مظفری (۱) ضلع سہارنپور میں تھا،

(۱) مظفری ضلع سہارنپور کے قصبہ مظفر آباد کا ایک محلّہ ہے، مظفر آباد سولہویں صدی میں مغل بادشاہ اکبر کے سپہ سالار سید مظفر حسین نے بسایا تھا، اُس وقت مظفر آباد کی جاگیر میں ۵۲؍ہزار بیگہ کا رقبہ تھا، اور اس میں ۵۲؍ہی کنویں تھے، اب اس کی آبادی ۱۷۲۹۶؍افراد پر مشتمل ہے، ۵۸۶۰؍ووٹر ہیں، جس میں ۳۱۰۰؍ووٹ صرف مسلمانوں کے ہیں، کہا جاتا ہے کہ یہاں پر ایک کنواں تھا اس کا پانی جو پی لیتا تھا تو اس کے قد کی لمبائی بڑھ جاتی تھی، اسی کنویں کے پاس مظفر حسین نے مسجد کی بنیاد رکھی تھی جو جامع مسجد کے نام سے مشہور ہے، مظفر آباد کا محل وقوع کلسیہ، فتح پور روڈ پر چھٹملپور سے ۱۱؍کلومیٹر اور کلسیہ سے ۱۰؍کلومیٹر پر ہے، جو شہر سہارنپور سے جمنا روڈ کے راستہ سے ۲۸؍کلومیٹر دور ہے، مگر مظفری میں پوری آبادی مسلمانوں کی ہے، راقم سطور کا مسقط رأس یہی بستی ہے، حضرت حافظ صاحب کا ورود یہاں پر دو مرتبہ ہوا ہے۔

مگر سروٹ سے کسی طرح آنا ممکن نہ ہو سکا، اور خلاف معمول جمعہ کی شب کو وہاں قیام کرنا پڑا، اور رات میں مغرب بعد مدرسہ محمودیہ کی مسجد میں حضرت کا پروگرام ہوا، پہلے کچھ نصیحتیں کیں، اس کے بعد حسب معمول طویل دعا کی، پوری مسجد طلبا اور عوام سے بھری ہوئی تھی۔

پھر صبح کو واپسی ہوئی، جمعہ کو تقریباً ساڑھے دس بجے احقر کے غریب خانہ مظفری پہنچے، سوا بارہ بجے کھانا تناول فرمایا اور پھر حضرت اپنے مستقر رائے پور تشریف لے گئے، راقم سطور گھر پر ہی ٹھہر گیا، اس کے بعد بھی اسی طرح سفر ہوتے رہے، چونکہ حضرت کا معمول صرف جمعہ اور سنیچر کو رائے پور رہنے کا تھا، ورنہ تو پورا ہفتہ اسفار ہی میں گزرتا تھا، کئی ماہ بعد پھر حضرت کے ساتھ ضلع مظفر نگر کے علاقے میں سفر کا اتفاق ہوا، یہ سفر ۱۰؍شعبان ۱۴۱۴ھ مطابق ۲۳؍جنوری ۱۹۹۴ء بروز اتوار ہوا تھا۔

ظہر کے بعد رائے پور سے روانہ ہوئے، پہلے حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کے مزار پر حسب معمول گئے، حضرت نے ایصال ثواب کیا، اس کے بعد شام کو ضلع مظفر نگر کے ایک موضع بھجیڑی میں تشریف لے گئے، ساتھ میں راقم سطور، خادم رحیم بخش اور حاجی نور محمد (۱) صاحب روڑکی والے تھے، وہاں دو شب قیام رہا، جہاں جہاں بھی حضرت کی آمد کی اطلاع ہوتی رہی فوراً لوگ پروانہ وار آتے رہے، اور حسب توفیق کسب فیض کرتے رہے، بیعت کا سلسلہ برابر جاری رہا، کثیر تعداد میں لوگ تائب ہوئے، اس کے بعد ۱۲؍شعبان ۱۴۱۴ھ مطابق ۲۵؍جنوری ۱۹۹۴ء بروز منگل کو سروٹ تشریف لے گئے، وہاں پر بھی لوگوں کی آمد کا برابر سلسلہ چلتا رہا، اہل قصبہ واہل شہر

(۱) نور محمد صاحب نے عصری تعلیم کے بعد ۱۸؍سال کی عمر میں روڑکی میں ملازمت شروع کر دی تھی اور چالیس سال تک قانون گو کے عہدے پر فائز رہے، بزرگوں سے پہلے ہی تعلق رکھتے تھے، رٹائرڈ ہونے کے بعد حضرت حافظ صاحب کی طرف رجوع کیا اور ذکر واذکار میں مشغول ہو گئے، حضرت کے ساتھ بعض اسفار میں بھی رہے ہیں، حضرت ان سے نظمیں وغیرہ سنتے تھے۔

۲۴ر گھنٹے آتے رہے اور زیارت وملاقات سے شرف یاب ہوتے رہے، یہاں بھی دوشب قیام کیا اور جمعرات کو رائے پور واپسی ہوئی، اس سفر میں جاتے وقت بھی اور آتے وقت بھی رڑکی میں نور محمد صاحب کے گھر تھوڑی دیر ٹھہرنا ہوا اور نماز ادا کی، اور چائے وغیرہ بھی پی، اس سفر میں نور محمد صاحب نے حضرت کو نعتوں اور نظموں سے بھی محظوظ کیا، بار بار حضرت ان سے پڑھنے کی درخواست کرتے اور یہ خوش الحان انداز میں نغمہ سرائی کرتے، یہ سفر بہت پر لطف رہا۔

پہاڑوں کے سفر

حضرت حافظ صاحب نے جہاں ہریانہ، پنجاب وہما چل اور یوپی کے مسطح اور زرخیز علاقوں اور انسانوں کی گھنی آبادیوں، شہروں، دیہاتوں میں خدا کے احکام پہنچانے، لوگوں کو اللہ ورسول کا پیغام سنانے اور مساجد ومدارس قائم کرنے کے لیے سفر کئے ہیں، وہیں آپ نے پہاڑوں کی چوٹیوں اور تنگ راستوں کے بھی سفر کئے ہیں، جہاں پر گاڑی تو کیا پیادہ پا چلنا بھی بڑا مشکل ہے، پورے پورے دن پیدل چلتے اور ایک علاقے سے دوسرے علاقے اور ایک آبادی سے دوسری آبادی میں جاتے، لوگوں کو اکٹھا کرتے ان کو توبہ کراتے اور کلمہ طیبہ سکھلاتے، نماز روزہ کا طریقہ بتلاتے اور جس طرح وہ پہاڑوں اور جنگلوں میں غیر انسانی زندگی گزارتے، ان کو صحیح طریقے اور سیدھے راستے پر لاتے، ان کو سمجھا بجھا کر چھپر کی مسجد کی بنیاد ڈالتے، اس طرح وہ اللہ کا نام لینے والے بن جاتے اور اپنے مسجود حقیقی کے آگے پنج وقتہ سربسجود ہوتے اور اس کی عبادت کرتے اور سچے مسلمان بن جاتے۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ ”میں نے ہریانہ میں پہاڑوں میں بہت سفر کئے ہیں، پندرہ دن کے، بیس دن کے، اور اس وقت سواریوں کا راستہ نہیں تھا، پیدل سفر کرتے تھے“۔

مختلف اسفار اور رجوع عام

جیسا کہ گذشتہ اوراق میں لکھا جا چکا ہے کہ حضرت حافظ صاحب، حضرت شاہ صاحب کے زمانے سے ہی دعوتی، تبلیغی اور دینی اسفار کرتے تھے، اور آخری زندگی تک یہ سلسلہ جاری رہا، اگر کہا جائے کہ آپ کی زندگی کا نصف حصہ بلکہ دو تہائی حصہ دینی اسفار ہی میں گزرا تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا؛ کیونکہ آخر تک آپ کا یہی معمول رہا ہے کہ اتوار کو سفر میں جاتے اور جمعرات کی شام کو اپنے مستقر رائے پور تشریف لاتے، بلکہ ابتدائی ایام میں تو یہ معمول تھا کہ سنیچر کو جاتے اور جمعہ کی صبح کو واپس ہوتے تھے، شاعر مشرق علامہ اقبال کا یہ شعر آپ پر بالکل صادق آتا ہے:

درویش خدا مست نہ شرقی ہے نہ غربی
گھر میرا نہ دلی، نہ صفاہاں، نہ سمرقند

آپ کے اسفار کے خاص مرکز مغربی یوپی، مشرقی ہریانہ وپنجاب اور ہما چل پردیش کے پہاڑی اور سطحی علاقے رہے ہیں، جن میں اللہ نے آپ کے مسلسل دوروں اور اسفار سے ایمان ویقین کی ہوائیں چلائیں، ہزاروں، لاکھوں بندگان خدا فیض یاب ہوئے، کبھی آپ کسی طالب کے دریافت کرنے پر کسی سفر کی روداد سناتے اور بعض مشقتوں، پریشانیوں اور فاقوں کا ذکر کرتے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور معلوم ہوتا کہ یہ کام ہر کس وناکس کا نہیں بلکہ ”ذلك فضل الله يؤتيه من يشآء“ والا معاملہ ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے ۱۹۴۷ء کے بعد کے ایک سفر کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:

”ہریانہ میں ۱۹۴۷ء کے بعد ایک سفر میں ۲۴/۲۵ر ہزار آدمیوں نے توبہ کی، اس وقت تک کوئی نہیں وہاں پر پہنچا تھا، اس کے بعد جماعتیں اور علماء جانے لگے“۔

اسی طرح ایک سفر کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ''ایک سفر ایسا ہوا جس میں لوگوں نے بہت توبہ کی، چوری کرنے والوں نے چوری کرنا چھوڑ دی اور لوگوں نے اندازا لگایا کہ تقریباً چالیس ہزار آدمی تائب ہوئے، اس سفر میں آپ کے ہمراہ حضرت ملا معزالدین صاحب جیت پور والے تھے (جو اکثر اسفار میں ساتھ رہتے تھے)۔

الغرض آپ سے ان سفروں میں کتنے لوگ بیعت ہوئے اور کتنوں کی زندگیاں بدلیں اور کتنے مرتد دوبارہ اسلام میں داخل ہوئے اور کتنے غیر مسلم مشرف بہ اسلام اور ایمان کی دولت سے بہرہ ور ہوئے، کتنے محتاجوں، مسکینوں و پریشان حال لوگوں کی تسکین خاطر ہوئی اور ان کی دل جوئی کا سامان مہیا ہوا، اس کا اندازہ لگانا اور ان تمام اسفار کی تفصیلات لکھنا جو آپ نے اپنی آدھی سے بھی زیادہ حیات میں کئے ہیں، بڑا مشکل ہے (اس کے لیے ایک مستقل دفتر درکار ہے) تاہم بعض وہ معلومات جن کا اس ناکارہ راقم سطور کو علم تھا اور جن اسفار میں یہ ساتھ رہا، جو حالات وواقعات خود دیکھے، ان کو مختصر تحریر کر دیا ہے کہ عشق وسوزش کی چنگاری جن طالبین حق کے دل میں ہے اور جو امت کو کچھ دینا چاہتے ہیں، سسکتی ہوئی انسانیت اور اس کی ڈانواڈول کشتی کو جو کنارے لگانا چاہتے ہیں، اور انسانوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر معبود حقیقی کی بندگی میں داخل کرنا چاہتے ہیں، جو اللہ کے کلمے کی بلندی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی ترویج واشاعت کا علم بلند کرنا چاہتے ہیں، ان کے لیے اس مختصر سی روداد میں بھی سبق ہے۔

پانچواں باب

سفرِ حجاز اور بعض اسفار کے واقعات

پانچواں باب

سفر حجاز اور بعض اسفار کے واقعات

سفر حجاز اور حج بیت اللہ

حجاز عرب کا وہ مقدس علاقہ ہے، جس میں مکہ، مدینہ اور طائف وغیرہ شامل ہیں، مکے میں بیت اللہ شریف اور مدینے میں مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور روضہ اقدس ہے، جہاں سے پورے عالم میں اسلام کی کرنیں اور ہدایت کی روشنی پھیلی ہے، اور جہاں پر ہر سال لاکھوں فرزندان توحید حاضری کی سعادت حاصل کرتے ہیں، بیت اللہ کا حج کرتے ہیں اور حرمین شریفین کی زیارت کرتے ہیں۔

حج اسلام کا چوتھا اہم رکن ہے اور ہر اس شخص پر فرض ہے جو "من استطاع إليه سبيلاً" کے ذیل میں آتا ہو، یعنی صاحب نصاب ہونے کے ساتھ ساتھ اپنا زادراہ، توشہ لے کر اتنا مال گھر پر اہل وعیال کے لیے چھوڑتا ہو، جو اس کی واپسی تک ان کے لیے کافی ووافی ہو، اور حج زندگی میں ہر صاحب نصاب پر ایک مرتبہ فرض ہے۔

چنانچہ حضرت حافظ صاحب نے بھی ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۶ء میں حجاز مقدس کا سفر کیا اور حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا۔

اس بابرکت سفر میں آپ کے ہم راہ آپ کے چچازاد حافظ محمد ایوب صاحب (والد

ماجد حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوری) ملا معز الدین صاحب جیت پور والے اور حافظ عبدالحق صاحب سرجاہیڑی والے تھے۔

یکم مارچ ۱۹۶۶ء کو آپ کو پاسپورٹ ملا، اس کے بعد دہلی میں ٹیکہ لگا، ڈاکٹر شفیق احمد صاحب (نبیرہ حضرت حافظ صاحب) نقل کرتے ہیں کہ جب ابا جی حج کے لیے گئے تو ایک جم غفیر خدام اور متعلقین و مریدین کا ہم راہ تھا، جن کے لیے مستقل ایک موٹر (بس) تھی جو ابا جی کو رخصت اور سوار کر کے واپس آئے۔

اور آپ ممبئی سے بحری جہاز میں سوار ہو گئے اور بخیر وعافیت جدہ پہنچے، آپ کے معلم عدنان مکی تھے، وہاں پہنچ کر آپ نے ایام حج میں حج کیا، اور بیت اللہ شریف کے طواف کئے اور مقامات مقدسہ کی زیارت کی۔

حضرت حافظ صاحب کبھی کبھی وہاں کے واقعات کا تذکرہ بڑے پرلطف انداز میں کرتے تھے۔

میدان عرفات کی کیفیت

جب میدان عرفات میں پہنچے تو وہاں پر وقوف کے بعد آپ کی جو حالت تھی اور آپ پر جو کیفیت طاری تھی اس کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ "میدان عرفات سے نکلتے ہوئے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار زبان پر تھے:

کہاں جائے جس کا نہ ہو کوئی تجھ بن ۞ کسے ڈھونڈھے جو ہو طلب گار تیرا
کوئی تجھ سے کچھ، کوئی کچھ چاہتا ہے ۞ میں تجھ سے ہوں یارب طلب گار تیرا

اور فرمایا کہ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ بالکل خدا سے جدا ہو رہا ہوں اور پھر ملنا ہو گا یا نہیں، بہت رو رہا تھا کہ پھر معلوم نہیں ملنا ہو یا نہ ہو، گھنٹوں تک روتا رہا"، اس کے بعد فرمایا کہ "حج انہیں کا ہوتا ہے جن کا تعلق خدا سے ہو"۔

روضہ اقدس پر حاضری اور الہامی درود شریف

جب آپ مدینہ طیبہ پہنچے اور وہاں مسجد نبوی میں تشریف لے گئے، نوافل پڑھے اور روضہ اقدس پر حاضر ہوئے، تو آپ پر ایک کیفیت طاری تھی، اور عشق رسول میں محو اور کھوئے ہوئے تھے، روضہ مبارک پر آپ نے ایک الہامی درود شریف پڑھا، جو آپ نے اس سے پہلے کبھی نہیں پڑھا تھا، آپ نے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جب میں روضہ اقدس پر بیٹھا، اس وقت میرے ذہن میں ایک درود آیا، اس سے پہلے یہ درود میں نے کبھی نہیں پڑھا تھا، تھوڑا تھوڑا میرے ذہن میں آتا گیا اور میں یاد کرتا رہا، درود یہ ہے "اللّٰھم صل علی سیدنا و مولانا محمدواله واصحابه واهل بيته و ازواجه وذرياته اجمعين برحمتك ياارحم الراحمين"۔

یہ حضرت حافظ کے عشق رسول ومحبت رسول اور فنافی الرسول پر دلالت کے لیے کافی ہے، اس طرح کے واقعات عاشقان رسول واولیاء کو پیش آتے رہے ہیں، کوئی روضہ اقدس پر جا کر خدمت رسالت میں سلام پیش کرتا ہے، تو اس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے ہیں۔(۱)

حج سے واپسی اور لوگوں کا ہجوم

حضرت حافظ صاحب اور آپ کے رفقائے حج جب تمام ارکان حج سے فارغ ہوگئے اور مدینہ منورہ، روضہ اقدس پر حاضری اور مسجد نبوی میں چالیس نمازوں وغیرہ

(۱) حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نے روضہ اقدس پر سلام پیش فرمایا "السلام علیکم یارسول اللّٰه" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا "وعلیکم السلام یاولدی" اور بہت لوگوں نے اس طرح کے واقعات ذکر کئے ہیں، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ جب پہلی مرتبہ روضہ اقدس پر حاضر ہوئے تو آپ کی زبان سے بھی بے ساختہ ایسا درود نکلا جو کسی کتاب سے منقول نہیں ہے، یہ درود آپ نے اپنی کتاب "کاروان مدینہ" کے صفحہ ۱۳۹/۱۴۰/ پر مع ترجمے کے نقل کیا ہے۔

سے فارغ ہوگئے اور مقامات مقدسہ کی زیارت کی سعادت حاصل کر چکے اور آپ کی ہندوستان واپسی کا وقت (جو سرکاری طور سے متعین تھا) آ گیا، تو آپ مع رفقاء جدہ سے بذریعہ بحری جہاز ممبئی پہنچے اور پھر دہلی کو ہوتے ہوئے سہارنپور تشریف لائے۔

ڈاکٹر شفیق احمد صاحب کا بیان ہے کہ جب ابا جی حج کر کے آئے، اس وقت مجھ کو ہوش تھا اور مجھے یاد ہے کہ لوگ ابا جی کو سہارنپور سے لے کر آئے، خدام و متعلقین کی ایک بس بھری ہوئی تھی، جب رائے پور پہنچے، پہلے خانقاہ رحیمی میں تشریف لے گئے، اس کے بعد ایک مجمع اور ہجوم کے جلو میں جامع مسجد گئے، مغرب کے بعد کا وقت تھا جامع مسجد میں دعا ہوئی، لوگوں نے گیس اور لالٹینیں وغیرہ روشن کر رکھی تھیں، اس کے بعد پھر گھر تشریف فرما ہوئے، گویا یہاں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت کی اتباع کی، کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے تشریف لاتے تو اولاً مسجد نبوی میں تشریف لاتے، اس کے بعد گھر پر تشریف لاتے۔

ڈاکٹر صاحب مزید بیان کرتے ہیں کہ: چچا مقبول نے ابا جی کی آمد سے پہلے ہی مہمانوں اور متوسلین کے لیے بہت سی چارپائیاں بنائی تھیں کہ مہمان آئیں گے، چنانچہ ملنے جلنے والوں اور اہل تعلق کی آمد ورفت کا تانتا بندھا رہا، لوگ ملاقات وزیارت سے برابر شرف یاب ہوتے رہے، کافی دن تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

حضرت کی کڑی نظر، سی، آئی، ڈی، رفو چکر

یوں تو جیسا کہ تحریر کیا جا چکا ہے کہ حضرت حافظ صاحب کے اسفار اور ان کی تفصیلات اور اسفار میں پیش آنے والے واقعات کی روداد بہت طویل ہے، تاہم یہاں پر بعض اسفار میں پیش آنے والے واقعات نقل کرتے ہیں، خالد خان صاحب تیتر و والے (حضرت کے خاص خلفا میں سے ہیں) بیان کرتے ہیں کہ حضرت حافظ صاحب

کے ساتھ میں سفر میں تھا، چنڈی گڑھ سے براس جاتے ہوئے راج پورے روڈ پر ایک واقعہ پیش آیا کہ وہاں بس اسٹینڈ پر ٹھہرے، ظہر کی اذان کے بعد نماز ادا کی، بس کے آنے میں کافی دیر تھی، تقریباً چار بجے بس کے آنے کا وقت تھا، حضرت جی تو نماز کے بعد مراقب ہوگئے اور ماسٹر شمشاد (جو چنڈی گڑھ سے سفر میں ساتھ تھے) چائے وائے کا نظم کرنے چلے گئے، ایک لنگڑا سپاہی آیا، اس نے مجھ سے دریافت کیا، آپ کہاں رہتے ہو، میں نے جواب دیا سہارن پور، اس نے پوچھا کہاں سے آئے؟ میں نے جواب دیا، چنڈی گڑھ سے آئے ہیں اور براس جارہے ہیں، اس نے سہارنپور رہنے کا، چنڈی گڑھ سے آنے کا، براس جانے کا ثبوت طلب کیا، خالد کہتے ہیں کہ ہم نے اس کو ڈانٹ دیا کہ تو ہمارا منیم ہے یا ٹھیکے دار، اس نے جواب دیا، ملاجی میں ٹھیکے دار نہیں، سی آئی، ڈی انسپکٹر ہوں اور کہا کہ آپ پاکستان کے جاسوس ہو، آپ کی وجہ سے یہاں ہندوؤں کو بہت نقصان پہنچ رہا ہے۔

خاں صاحب کہتے ہیں کہ اس بات سے میرے پیروں نیچے سے زمین کھسک گئی، میں نے اس کو بسوں کے ٹکٹ دکھائے، اس نے ان کو ماننے سے انکار کیا کہ مسافر کہیں سے بھی سفر کرسکتا ہے، چنانچہ اپنی زبان میں ہیلو، ہیلو، تین مرتبہ کہہ کر پولس کو بلانا چاہا، حضرت چوں کہ مراقب تھے، سر اٹھایا اور اس سی، آئی، ڈی کی طرف کڑی نظر سے دیکھا، سی آئی ڈی فوراً کھسک گیا، حضرت نے فرمایا، سامان اٹھاؤ، گاڑی آنیوالی ہے، چنانچہ فوراً گاڑی آگئی اور ہم نے سامان رکھا اور گاڑی میں سوار ہوکر براس پہنچے۔

خدا کے ولیوں کی نظر میں وہ تاثیر اور تریاق کا اثر ہوتا ہے کہ سنگ دل سے سنگ دل انسان موم ہوجاتا ہے، کتنا ہی ترش رو اور سخت مزاج آدمی ہو، وہ بھی ان کے آگے زانو اور سر ڈال دیتا ہے: "اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ" (۱) یاد

(۱) سورہ یونس آیت ۶۲۔

رکھو، اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ (کسی مطلوب کے فوت ہونے پر) مغموم ہوتے ہیں۔

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتے ہزاروں کی تقدیر دیکھی

اب نماز نہیں چھوڑوں گا

حضرحافظ صاحب ایک مرتبہ ضلع کرنال (ہریانہ) کے سفر پر تھے، راستے میں ایک چھوٹا سا گاؤں نوادہ ہے، اس گاؤں میں جاٹ رہتے ہیں، اس میں ایک ویران اور غیر آباد مسجد تھی، ستر گھر مسلمانوں کے تھے، مسجد میں گھاس تھی، اور مسجد کا کنواں ناپاک تھا، حضرت کا اس گاؤں میں جانا ہوا، مسجد کے کنویں کو پاک کرایا اور مسجد سے گھاس اور خس وخاشاک کو صاف کرایا اور پھر لوگوں کو مسجد میں آنے کی دعوت دی، نماز روزے کی تاکید اور ہدایت فرمائی، سب لوگ نمازی ہوگئے، حضرت اپنے سفر کو جاری رکھتے ہوئے آگے چلے، ایک ماہ بعد واپسی میں پھر اس گاؤں سے گزر ہوا، معلوم ہوا کہ وہاں سب لوگ نمازی ہوگئے؛ لیکن ایک جاٹ کا لڑکا نماز نہیں پڑھتا، وہ لوگوں کو بھی بہکاتا اور روکتا ہے، مسجد میں ایک جن بھی تھا، حضرت نے اس جن سے کہا کہ اس لڑکے کا رات میں پتہ لے لینا، چنانچہ جب رات ہوئی تو وہ جن سپاہی کی شکل اختیار کرکے اس لڑکے کے پاس گیا اور اس کی خوب پٹائی کی کہ وہ نماز نہیں پڑھتا، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ علی الصباح حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور وعدہ کیا اب نماز نہیں چھوڑوں گا۔

حکمت عملی بہت بڑی چیز ہے، حکمت عملی سے آدمی بڑے سے بڑے ظالم وجابر، اکھڑ، سرکش، نافرمان اور اڑیل سے اڑیل آدمی کو غلام بنا سکتا ہے، اللہ کے نیک بندوں کو اس میدان میں ید طولی اور مہارت تامہ حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالی ان کے قول

وفعل اوران کی نگاہ میں خاص تاثیر پیدا کر دیتا ہے:

نگاہ مردمؤمن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

شکر کرو کہ مصافحہ نہیں کیا

حافظ محمد عالم جلالیہ والے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت حافظ صاحب جنگل میں سفر کر رہے تھے، گھوڑے پر سوار تھے، ساتھ میں بھی تھا، راستے میں دور سے ایک شیر دکھائی دیا، سب ساتھی خائف ہوئے کہ کہیں شیر حملہ نہ کردے، جب شیر کے قریب پہنچے تو حضرت نے شیر کی طرف نظر بھر کر دیکھا، شیر نے کچھ نہیں کہا اور چپ چاپ چلا گیا، جب کافی دور چلے گئے اور شیر کے حملے سے مامون ہو گئے، ایک ساتھی نے حضرت سے کہا کہ حضرت وہ شیر تو آپ کو سلام کرنے آیا تھا، حضرت نے فرمایا کہ شکر کرو کہ مصافحہ نہیں کیا۔

جن اہل قلوب کو خشیت خداوندی اور خوف الٰہی ہوتا ہے اور وہ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں تو دنیا کی تمام چیزیں جن وانس، درندے پرندے ان کی لاج رکھتے ہیں، ان سے مانوس ہوتے ہیں، اور کسی کی مجال نہیں ہوتی کہ ان کو ذرا بھی گزند پہنچادے:

ہر کہ ترسید از حق وتقوی گزید

ترسد ازوے جن وانس ہر کہ دید

حضرت حافظ صاحب نے فرمایا کہ جب شیر کا واقعہ اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کو سنایا تو حضرت بہت ہنسے تھے۔

دن میں گادڑ کا بولنا، بکری کا مانوس ہونا

حضرت ملامعزالدین روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت حافظ صاحب پلھوڑی

کی کھول میں گئے، ساتھ میں میں بھی تھا اور ایک شخص تاج محمد تھا، دن میں تقریباً ساڑھے گیارہ بجے ذکر ہوا، تو وہاں دن میں گادڑ بولے، وہاں کے لوگوں نے بتلایا کہ آج یہاں پہلی مرتبہ دن میں گادڑ بولے ہیں، اس کے بعد سفر جاری رکھتے ہوئے آگے روانہ ہوئے، واپسی میں ایک ڈیرے پر ٹھہرے، وہاں ایک بکری بیمار تھی، اس پر حضرت نے پڑھ کر دم کیا اور ہاتھ پھیرا، بکری ٹھیک ہوگئی اور فوراً کھڑی ہوگئی، اور اتنی مانوس ہوئی کہ پیچھے پیچھے چل دی۔

جہاں اور جس جگہ اللہ کا ذکر ہوتا ہے، وہاں پر اللہ کی رحمتیں، برکتیں نازل ہوتی ہیں، یہاں تک کہ سرور ومستی میں گادڑ بھی بے قابو ہو کر بول پڑتے ہیں، جب کہ عام طور سے گادڑ دن میں نہیں بولتے، پھر ایک جانور جو غیر ذوی العقول ہے، جس میں فہم وفراست کا مادہ نہیں، بے زبان ہے، ایک اللہ والے کے ہاتھ پھیرنے سے مانوس ہو جاتا ہے، اور بیمار بکری ایک ولی کے پڑھ کر دم کرنے سے تندرست اور صحیح ہو جاتی ہے اور کھڑی ہو کر ساتھ چلنے لگتی ہے، یہ سب چیزیں اولیاء اللہ ہی کو باری تعالیٰ عزاسمہ کی طرف سے بطور خاص عنایت ہوتی ہیں، اور وہی لوگ ان کے صحیح مصداق اور مستحق ہوتے ہیں۔

چھٹا باب

رائے پور کے شب روز، مہمان نوازی، حالات حاضرہ سے باخبری، بیعت وتلقین اور مسترشدین کے لیے ہدایات

چھٹا باب

رائے پور کے شب روز، مہمان نوازی، حالات حاضرہ سے باخبری، بیعت وتلقین اور مسترشدین کے ہدایات

شاہ عبدالقادر صاحب کے زمانے میں حافظ صاحب کا نظام الاوقات

حضرت حافظ صاحب کا حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کے زمانہ کا نظام الاوقات اس طرح تھا کہ آپ رات میں حضرت شاہ صاحب کو خانقاہ میں سلانے کے بعد گھر آتے تھے، اور رمضان المبارک میں سحری کے وقت آتے تھے، یا تو مسجد میں رہتے تھے، یا پھر حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کے مزار پر بیٹھے رہتے تھے، پھر بعض مرتبہ باغ میں رات کو ایک ہی بجے جاتے ،بعض مرتبہ فجر کی نماز جا کر پڑھتے اور کبھی ناشتہ کرنے کے بعد خانقاہ تشریف لے جاتے، اس کے بعد حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے اور دوپہر تک مشغول رہتے ،ظہر کے بعد گھر پر آ جاتے، پھر عصر کے وقت باغ (خانقاہ) میں چلے جاتے اور عصر کی نماز وہیں ادا کرتے، پھر عشاء کی نماز بعد گھر پر تشریف لاتے ،اکثر حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں مشغول رہتے تھے، یہ حضرت حافظ صاحب کا اس وقت کا ٹائم ٹیبل تھا، جب کہ حضرت شاہ صاحب سفر میں نہیں ہوتے تھے؛ بلکہ رائے پور ہی میں مقیم ہوتے تھے،حضرت شاہ صاحب کے زمانے میں جو دعوتی اور تبلیغی اسفار ہوتے تھے وہ تانگے سے ہوتے، یا پھر پیدل ہوتے

تھے، اس وقت دو مہینے یا ڈیڑھ مہینے کا سفر ہوتا تھا۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی وفات کے بعد رائے پور کے شب وروز

حضرت حافظ صاحب حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کی وفات کے بعد مغرب سے عشاء تک مسجد میں رہتے تھے، عشاء بعد گھر تشریف لاتے تھے، علی الصبح اٹھتے تھے، تہجد وغیرہ سے فارغ ہوکر ذکر واذکار میں مشغول ہوجاتے تھے، پھر فجر کی نماز ادا کرتے، دن کا کچھ وقت باغ میں گزرتا اور کچھ حصہ گھر میں، زیادہ تر وقت مسجد میں اور حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کے مزار پر گزرتا تھا، کچھ وقت گھر پر آنے والے مہمانوں کی ضیافت، مہمان نوازی اور خدمت میں گزرتا تھا۔

جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا تو باغ میں بھی رہتے تھے اور گھر پر بھی، تاہم تراویح باغ ہی میں پڑھ کر آتے تھے، حضرت شاہ صاحب کے بعد چونکہ سفر بہت طویل ہونے لگے تھے، جیسا کہ بعض کی تفصیل گزشتہ اوراق میں گزر چکی ہے، مگر اخیر کے دس پندرہ سالوں میں جمعہ کو رائے پور ہی قیام رہتا تھا اور جمعہ خانقاہ کی مسجد میں پڑھتے اور جمعہ کے بعد مسجد میں عام دعا ہوتی تھی، آخری زندگی تک یہی سلسلہ جاری رہا (بعض جمعے مستثنیٰ ہیں جن میں طبیعت کی ناسازگی کی بنا پر خانقاہ جانے سے معذور رہے، گھر پر جمعہ ہوا اور دعا ہوئی، اس ناکارہ راقم سطور کو بھی بعض ایسے جمعے پڑھانے کا شرف حاصل ہوا ہے) گھر پر دن میں اکثر قرآن کریم کی تلاوت میں مشغول رہتے تھے، جب سے طبیعت ناساز رہنے لگی اور کمزوری وضعف کی وجہ سے مسجد تک جانا دشوار ہونے لگا، تو تہجد اور دیگر پنج وقتہ بھی باجماعت گھر ہی پر پڑھتے تھے، جب کہ صحت کے زمانے میں محلے کی مسجد میں نماز ادا کرتے تھے۔

عام دنوں کا نظام یہ تھا کہ فجر کی نماز کے بعد تلاوت کلام پاک کرتے، ذکر کرتے،

سورۂ یاسین شریف کا عمل کرتے، پھر اشراق کی نماز ادا کرتے تھے، اس کے بعد مہمانوں کو (جو روزآنہ مقیم رہتے تھے اور جو وقتاً فوقتاً آتے رہتے تھے) ناشتہ کراتے اور خود بھی ناشتہ کرتے تھے، اس کے بعد لوگوں سے ملاقات کرتے تھے، چاشت تک یہی سلسلہ جاری رہتا، لوگ اپنی اپنی پریشانیاں اور حالات سناتے اور تعویذات لیتے، کئی مرتبہ دعا ہوتی تھی، چاشت کے بعد اپنے کچھ معمولات پورے کرتے تھے، پھر مصحف منگاتے اور تلاوت کرتے تھے، اس درمیان میں اور مہمان آجاتے، ان سے ملاقات کرتے اور وہ لوگ مستفید ہوتے، اسی درمیان میں کوئی کاتب پاس ہوتا تو اس سے خطوط کے جواب لکھواتے، بعض مرتبہ ظہر کے بعد بھی خطوط کے جواب لکھواتے تھے، اس خدمت کا موقع ناکارہ راقم سطور کو بھی کئی سال تک ملتا رہا، پھر دسترخوان لگایا جاتا اور آنے والے مہمان کھانے سے فارغ ہوتے، ظہر کا وقت ہوجاتا ظہر کی نماز ادا کرتے اور کچھ لوگوں کو مسجد میں بھیج دیتے، کچھ محلے کی مسجد میں چلے جاتے اور کچھ بس اسٹینڈ والی مسجد میں جاکر نماز ادا کرتے، ظہر بعد ذکر واذکار میں مشغول ہوجاتے، بعض خدام کو بھی ذکر کرنے کے لیے بٹھا دیتے تھے، اور وہ ذکر بالجہر کرتے، عصر تک تلاوت میں مشغول رہتے، اسی اثنا میں لوگ ملاقاتیں بھی کرتے رہتے اور اپنے لیے دعائیں کراتے رہتے اور بعض لوگ پانی پر دم کراتے، کچھ تعویذ لیتے تھے، پھر حاضرین کے لئے چائے آجاتی اور تمام حاضرین مجلس چائے نوش فرماتے، اسی درمیان کچھ عورتیں بھی مستفید ہونے کے لیے آتیں، ان کا انتظام گھر میں تھا، حضرت گھر میں جاتے ان کو بیعت کراتے اور جو حاجت مند ہوتیں ان کی حاجت روائی کرتے تھے، عصر کے وقت عصر کی نماز ادا کرتے اور تخت پر ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے، مدرسہ کے طلباء آتے اور زیارت کرتے اور حضرت کسی کو سینے سے چمٹاتے، کسی کا نام پوچھتے اور دعا دیتے، اللہ تمہیں عالم باعمل بنائے، اپنے مقبول بندوں میں سے بنائے، مغرب کی نماز بعد حاضرین ذکر

کی مجلس گرم کردیتے اور حضرت خود بھی تخت پر ذکر میں مشغول ہوجاتے ،بعض خاص خاص لوگ جو اپنی کیفیت یا اپنی راز کی بات کرنا چاہتے وہ حضرت کے پاس جاکر خدمت کرتے اور اپنی بات بتلاتے رہتے ،حضرت عشا کی نماز سے پہلے گھر جاتے اور کھانا کھاتے ،عشاء کی نماز بعد دسترخوان لگایا جاتا اور تمام حاضرین اور مہمان کھانا تناول فرماتے ، پھر حضرت دس گیارہ بجے آرام کرنے کے لیے لیٹ جاتے تھے۔

یہ نظام حضرت کا اس وقت کا ہے جب رائے پور ہی قیام پذیر ہوتے تھے ،اسفار میں جو نظام ہوتا تھا ،اس کا ذکر بعض اسفار کی تفصیلات میں بیان کیا جاچکا ہے ، جہاں تک رمضان المبارک کا تعلق ہے ،تو رمضان میں سحری کے وقت سب خدام کو بیدار کرتے اور اس کے بعد گھر والوں کو اٹھاتے تھے ، خدام وضو کرتے اور آپ کو وضو کراتے اور سب تہجد میں مشغول ہوجاتے ،اس کے بعد سحری کھاتے اور سحری کے بعد ذکر واذکار کا سلسلہ شروع ہوجاتا اور کلمے کی صدائیں گلشن رشیدیہ سے گونج اٹھتیں کہ اتنے میں مساجد سے اذانوں کی آوازیں آنی شروع ہوجاتیں، فجر کی نماز ادا کرتے ، اس کے بعد حضرت گیارہ بجے تک سوجاتے تھے؛ کیونکہ رات میں بہت کم سونا ہوتا تھا، بعض مرتبہ تو پوری رات ذکر میں اور معمولات کے پورا کرنے میں گزاردیتے تھے ،اور رمضان کے اخیر عشرے میں پوری رات شب بے داری میں گزاردیتے تھے ، گیارہ بجے دن میں اٹھ کر وضو کرتے اور نوافل پڑھتے تھے ، پھر شام تک حسب معمول تلاوت اور لوگوں سے ملاقات کا سلسلہ جاری رہتا تھا ، افطار کے وقت آب زمزم یا کھجور سے افطار کرتے اور اور جلد ہی نماز پڑھ لیتے ،اس کے بعد دسترخوان لگتا اور سب حاضرین کھانا کھاتے ، پھر خدام نوافل میں مشغول ہوجاتے اور حضرت عشاء تک آرام فرماتے تھے کیونکہ افطار کے بعد حضرت کی طبیعت گرجاتی تھی ، پھر عشاء بعد گھر ہی پر (جب سے مسجد جانے سے معذور تھے) تراویح پڑھتے تھے ، دوسال راقم سطور کو بھی حضرت کو

رمضان میں قرآن شریف سنانے کا شرف حاصل ہوا ہے ،تراویح کے بعد حضرت کی طبیعت میں فرحت وانبساط ہوتا تھا اور چہرہ ہشاش بشاش ، مجلس مبارک ہوتی تھی ، حضرت کچھ ارشاد فرماتے ، واقعات سناتے اور نصیحتیں کرتے تھے ، نیز حالات حاضرہ سے متعلق اخبار اور ریڈیو کی خبریں سنتے تھے ، پھر تاخیر سے سوتے ، بعض مرتبہ سونا ہوتا ہی نہیں تھا ، اور اول وقت میں اٹھ جاتے ۔

اخیر میں سفر کا یہ معمول ہوگیا تھا کہ اتوار کو ظہر بعد روانہ ہوتے تھے ، اور جمعرات کی شام میں واپس آتے تھے ، کیونکہ لوگوں کی آمد کا سلسلہ بہت زیادہ ہوگیا تھا ، اس لیے تین دن رائے پور کے متعین کردیئے تھے ۔

اکثر اولیاء اللہ اور بزرگان دین اپنے اوقات کو تقسیم کرلیتے ہیں ، وہ ہر وقت کے لیے ایک کام اور ہر کام کے لیے ایک وقت متعین کرلیتے ہیں ، اس سے ان کے اوقات ، اعمال واشغال اور اوراد میں خیر وبرکت ہوتی ہے ، اللہ تعالی نے بھی ایک مومن کے لیے ایمان وعقائد کے علاوہ ہر عبادت وہر کام کے لیے ایک وقت اور ہر وقت کے لیے ایک کام متعین کررکھا ہے مثلاً پانچوں نمازوں کا وقت ، زکوۃ کا وقت ، روزے کا وقت ، حج کا وقت ، غرضیکہ ہر عبادت کا وقت متعین کررکھا ہے ، انسان کو اپنے اوقات کی پابندی کرنی چاہئے کیونکہ وقت بھی عجب چیز ہے ، بہتے دریا کے مانند چپ چاپ چلا جاتا ہے : گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں ، جس نے وقت کی قدر کی اس نے کامیابی کا ایک بہت بڑا حصہ پالیا ، اللہ تعالی ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے ۔

مہمان نوازی اور عام دسترخوان

رائے پور کے زمانہ قیام میں ہر وقت مہمانوں کی آمد کا تانتا بندھا رہتا تھا ، خاص طور سے جمعہ ، سنیچر اور اتوار کو تو گلشن رشیدیہ میں انسانوں کا جنگل نظر آتا تھا ، پھر حضرت

حافظ صاحب کا ان مہمانوں کی ضیافت، ان کی دیکھ بھال، ایک ایک سے کھانے کے بارے میں دریافت کرنے کا جو معمول اور طریقہ تھا، اس کی نظیر دوسری جگہ اگر نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہے، مہمان نوازی تمام انبیاء کا شیوہ رہا ہے، اللہ کے نیک بندوں کے یہاں بھی اس کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔

حضرت حافظ صاحب مہمانوں کی خدمت میں خود لگ جاتے تھے، جلدی اور ماحضر پیش کرنا پسند کرتے تھے، ورنہ تو جلدی سے تیار کرادیتے تھے۔

کھانے میں عام طور سے پلاؤ، گوشت کے شوربے والی دال، روٹی ہوتی تھی، جمعہ کو دسترخوان پر اس قدر مہمان ہوتے تھے، کہ حضرت کے خدام اور گھر والوں کو کھانا لگانے اور تیار کرنے میں ذرا بھی فرصت نہیں ملتی تھی، حضرت مجلس میں نظر اٹھا کر دیکھتے تھے، کہ کس کو کھانے کی ضرورت ہے اور کس کو نہیں، بعض لوگ تکلف میں انکار کرتے اور حقیت میں ان کو کھانے کی اشتہاء ہوتی، حضرت فوراً اپنی چشم بصیرت سے سمجھ جاتے اور پھر کھانا کھلاتے، دن میں کئی کئی مرتبہ دسترخوان لگایا جاتا اور سب مہمان شکم سیر ہو کر کھاتے، چائے کا وقت ہوتا تو تمام واردین کو چائے پلاتے، کھانے کے بارے میں کسی آنے والے کی زبان سے کبھی حرف شکایت نہیں سنا گیا، ہر وقت چولہا جلتا ہی رہتا، کتنی مخلص ہیں حضرت حافظ صاحب کے گھر کی وہ عورتیں جو سنتری کی طرح شب وروز مہمانوں کی خدمت اور ان کے کھانے کے انتظام میں کھڑی رہتی تھیں، عربی کے ایک شاعر عبدالملک بن عبدالرحیم الحارثی نے اس مہمان نوازی اور دسترخوان کی وسعت کا کیا خوب منظر کھینچا ہے۔ ؎

وَمَا اُخْمِدَتْ نَارٌ لَنَادُوْنَ طَارِقٍ
وَلَا ذَمَّنَا فِی النَّازِلِیْنَ نَزِیْلُ

یعنی ہمارا چولہا کسی بھی مہمان کے لیے بجھا ہی نہیں اور مہمان نوازی کے سلسلہ میں

کسی مہمان نے ہماری برائی بھی نہیں کی۔

حالات حاضرہ سے باخبری اور مظلومین کے لیے دعا

جس طرح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب حالات حاضرہ سے باخبر رہنے کے لیے خدام سے خبریں سننے کا اہتمام کرتے تھے، ہندوستان میں ہوں یا پاکستان میں، خاص خاص اخباری خبریں بھی سنتے تھے، اور ریڈیو کی خبریں بھی، اس طرح حضرت حافظ صاحب بھی حالات حاضرہ سے باخبر رہتے، عالم اسلام میں پیش آنیوالے واقعات کی خبریں معلوم کرتے، مسلمانوں پر جہاں ظلم وزیادتی اور تشدد ہو رہا ہو، بوسینا میں ہو یا فلسطین میں، چیچنیا میں روس کی جارحیت ہو یا کسی اور خطے میں، اس سے باخبر رہتے، آپ کو کبھی ڈاکٹر شفیق احمد، کبھی منشی عتیق احمد اور لئیق احمد (یہ تینوں حضرات آپ کے پوتے ہیں) خبریں سناتے تھے، اسی طرح حضرت دوسرے لوگوں سے بھی واقفیت حاصل کرتے رہتے تھے، پھر حالات سازگار ہونے اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے لیے راتوں میں اللہ رب العزت سے دعائیں کرتے تھے۔

ان حضرات کا حالات حاضرہ سے باخبر ہونا محض لطف اندوزی اور وقت گزاری کے لیے نہیں ہوتا، یہ محض قوم وملت سے ہمدردی ومحبت اور دینی حمیت کے تقاضے سے ہوتا ہے، بعض وہ لوگ جو کسی خاص موقع پر یا ملک کے حالات سنگین ہونے پر، اپنا مشغلہ خاص محض ریڈیو پر خبریں سننا اور تبصرے کرنا، نیز ٹی وی اور ویڈیو دیکھنا بنا لیتے ہیں، نمازوں کی اور دوسرے فرائض وواجبات کی کوئی پرواہ نہیں کرتے، ان کو سمجھنا چاہئے کہ آیا ان حالات کو صحیح کرنے کا اور مظلومین کو غذا فراہم کرنے کا یہی حل ہے، اور ان کو ان خرقہ پوشوں سے عبرت حاصل کرنی چاہئے کہ اگر کوئی ولی یا بزرگ خبریں سنتا ہے، حالات سے واقفیت حاصل کرتا ہے، وہ لطف اندوزی یا وقت گزاری کے لیے

نہیں کرتا بلکہ اس کے اندر جو دینی حمیت اور قوم وملت سے محبت اور عشق کی جو چنگاری ہے وہ اس کا تقاضہ کرتی ہے، پھر وہ رات کی تاریکیوں میں، اندھیری کوٹھریوں میں، مساجد کے کونوں میں، خانقاہوں کے گوشوں میں، جنگلوں کی کھولوں میں، پہاڑوں کی کھوہوں میں بارگاہ خدا میں سجدہ ریز ہو کر قوم وملت کی فکر میں آنسو بہاتے اور بندگان خدا کے لیے دعائیں کرتے ہیں، اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت کو زندہ کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امت سے کس قدر لگاؤ اور محبت تھی کہ آخری وقت تک بھی اپنی امت کو فراموش نہ کر سکے، اور آوازیں آتی رہیں، یا اللہ میری امت کو بخش دے، پھر کیوں نہ وہ لوگ جو آپ کے غلام اور عاشق اور آپ کے امتی ہیں، ان کو امت کا درد، قوم کی فکر، ملت کے جان ومال اور مسلمانوں کی عزت وآبرو کی حفاظت کی اور ان کے آزاد رہ کر اسلامی فرائض کی ادائیگی کی فکر اور کوشش ہو، اس کا اندازہ ان اصحاب قلوب کے پاس رہ کر اور ان کی شب بیداری کو دیکھ کر ہی ہو سکتا ہے۔

جس وقت چیچنیا پر ظلم وتشدد ہو رہا تھا اور مسلمانوں کو حالات سے دوچار ہونا پڑ رہا تھا، تو اس وقت فرماتے کہ اس پر رنج ہونا بھی ایمان کی نشانی ہے، اور بار بار ہاتھ اٹھاتے اور اللہ سے دعائیں کرتے، اور چیچنیا کے لیے خاص طور سے دعا فرماتے، اس کا اندازہ اس دعا سے بھی ہو سکتا ہے جس کو ہم آگے چل کر نقل کریں گے، حضرت فرماتے تھے کہ یہ دعا کرنا بھی ایک ان کی مدد ہے ورنہ تو ہم کچھ کر نہیں سکتے۔

بیعت وتلقین

حضرت حافظ صاحب بیعت وتوبہ کرنے والوں کو اپنے شیخ کی طرح وہی الفاظ کہلواتے تھے، جو حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کہلواتے تھے، سفر وحضر میں آپ سے بیعت ہونے والوں کی ایک کثیر تعداد ہوتی تھی، جمعہ کو رائے پور

میں مجمع کا مجمع بیعت ہوتا تھا، اور سفر میں ارادت مندوں کی جو کیفیت ہوتی تھی، اسکی ایک جھلک پچھلے اوراق میں گزر چکی ہے، بیعت کے لیے یہ الفاظ کہلواتے:

"کہو! لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، یا اللہ ہم توبہ کرتے ہیں، کفر سے، شرک سے، بدعت سے اور سب گناہوں سے جو ہم نے اپنی ساری عمر میں کئے، چھوٹے ہوں یا بڑے اور اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ تیرے سارے احکام مانیں گے، تیرے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تابع داری کریں گے، یا اللہ! تو ہماری توبہ قبول فرما، ہمارے گناہوں کو بخش دے، ہمیں توفیق دے اپنی رضا مندی کی، اپنے رسول پاک کی تابع داری کی۔

مسترشدین کے لیے ہدایات

تمام سلاسل صوفیہ میں شیخ کی طرف سے متوسلین ومریدین کو کچھ ہدایات ہوتی ہیں، جن کا کرنا ان پر ضروری ہوتا ہے، اور شیخ بہ منزلہ حکیم ہوتا ہے کہ حکیم مریض کی نبض دیکھ کر اس کے مرض کی تشخیص اور دوا کی تجویز کرتا ہے، اسی طرح شیخ بھی مرید کے حالات سے باخبر ہو کر اس کے مزاج کی نرمی وگرمی کو دیکھ کر، اس کو اوراد ووظائف، تسبیحات اور ذکر وغیرہ بتلاتا ہے، اور اس کو سلوک وطریقت کے منازل طے کراتا ہے۔

کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہے جو ہر مسلمان مرد وعورت کے لیے ضروری ہوتی ہیں، کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن پر کسی شیخ سے مرید ہونے کے بعد عمل ضروری ہوتا ہے، اور اس کی بتائی ہوئی ہدایات پر عمل نہ کرنے سے وہی نقائص سامنے آتے ہیں جو معالج کی بتائی ہوئی چیزوں سے بدپرہیزی کرنے پر ہوتے ہیں، یہاں پر ہم بعض ان چیزوں کو نقل کرتے ہیں، جن کی حضرت حافظ صاحب عام طور سے اپنے مسترشدین کو تلقین

کرتے تھے، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) سوم کلمہ

(۲) استغفار

(۳) درود شریف، کمزور طبیعت والے کے لیے ایک ایک تسبیح کا معمول ہونا چاہئے، اور مضبوط طبیعت اور طاقت ور کے لیے تین تین تسبیحیں ضروری ہیں۔

(۴) پنج گانہ نماز کی جماعت کے ساتھ پابندی ضروری ہے۔

(۵) معصیت اور تمام گناہوں سے بچنا ضروری ہے۔

(۶) توبہ کرنا، فرماتے ہیں کہ جب آدمی گناہ کرتا ہے، تو دائیں مونڈھے کا فرشتہ بائیں کو روکتا ہے کہ ابھی نہ لکھ شاید یہ توبہ کرلے اور جب نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو بائیں کا کہتا ہے داہنے کو کہ جلدی لکھ کہ اس کے ارادے کا ثواب تو لکھ لے، اس لیے توبہ کرتا رہے۔

(۷) جب تازہ وضو کرے تو دو رکعت تحیۃ الوضوء، اگر مسجد میں ہو تو تحیۃ المسجد، شکریہ، قضائے حاجت کی نیت کرکے پڑھے اور رو رو کے توبہ کرے، کہ اے اللہ! میرے گناہوں کو معاف فرما۔

(۸) مبتدی کے لیے یہ ہے کہ دو رکعت توبہ کی نیت سے روزانہ رات دن میں کسی بھی وقت پابندی سے پڑھنی چاہئے۔

(۹) قرآن شریف کی تلاوت اور تیسرا کلمہ ہر وقت چلتے پھرتے، وضو بے وضو پڑھتے رہیں، تسبیح پر پڑھیں تو باوضو پڑھیں، یہ پہاڑوں کے برابر جمع ہو جائے گا، حافظ صاحب نے فرمایا کہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کا اس پر پورا زور تھا، کہتے تھے کہ تو یوں کیوں نہیں کہتا کہ یہ وضو بے وضو جائز ہے۔

(۱۰) تمام احکام شریعت کی پابندی کرنا ضروری ہے۔

ساتواں باب

دعاء مستجاب، توبہ اور اس کی فضیلت، ایصال ثواب اور اس کا طریقہ، مراقبہ اور اس کا مفہوم

ساتواں باب

دعاء مستجاب، توبہ اوراس کی فضیلت، ایصال ثواب اوراس کا طریقہ، مراقبہ اوراس کا مفہوم

غلبہ واستغراق

اللہ کے مقبول بندوں کے الوان مختلف ہوتے ہیں: ع

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

غلبہ واستغراق میں تمام بزرگ کسی نہ کسی چیز میں ممتاز ہوتے ہیں، کسی پر حزن وشکستگی کا غلب ہوتا ہے، کسی پر احساس نعمت اورانبساط کا، کسی پر جلال کے آثار زیادہ ہوتے ہیں، کسی پر جمال کے، کسی پر خاموشی وسکینت کا غلبہ ہوتا ہے، کسی پر وعظ کا، کسی پر تصنیف وتالیف کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ اس میں محو رہتے ہیں، کسی پر کسی حال کا غلبہ ہوتا ہے، کسی پر کسی دوسری کیفیت کا۔

مرشدنا حضرت الحاج شاہ حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری قدس اللہ سرہ العزیز پر (جہاں تک اس بے بصیرت کا اندازہ ہے) ''فنائیت'' اور ''انا'' کی نفی کے غلبے کے ساتھ ساتھ مزید چار چیزوں کا غلبہ تھا، بس وہ عام طور سے انہیں میں محو اور مشغول رہتے تھے۔

اول تو آپ پر دعا کا بہت زیادہ غلبہ تھا، آپ اکثر دعا میں منہمک رہتے تھے، دن میں کئی کئی مرتبہ علاوہ نمازوں کے (کیونکہ پنج گانہ نمازوں کے بعد تو دعا کا عام معمول

تھا) دعا ہوتی تھی اور دعا بھی ایسی ہوتی تھی جس میں استغراق ومحویت کی کیفیت، محبت خداوندی اور عشق رسول کی جھلک، قوم وملت کا درد صاف جھلکتا نظر آتا تھا، اس کا ایک نمونہ اگلے صفحات میں آرہا ہے، اور فرماتے تھے کہ:

''دعاء کے ذریعہ سے اللہ سے بہت تعلق ہوجاتا ہے''۔

دوسرے: آپ پر توبہ کا اس قدر غلبہ تھا کہ جس طرح آپ پنج گانہ کے بعد دعا کا اہتمام کرتے تھے، اسی قدر توبہ کا بھی پورا اہتمام تھا، تمام حاضرین کو توبہ کراتے تھے اور توبہ کرانے سے پہلے سورہ تحریم کی آیت ''یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا تُوْبُوْآ اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَصُوْحاً'' تلاوت کرتے تھے، اور معاً ہی اس کا ترجمہ بھی کرتے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ پانچوں نمازوں کے بعد اور سوتے وقت توبہ کرلیا کریں، اس سے ایمان تازہ ہوجاتا ہے۔

حاضرین کو توبہ کی تاکید کرتے تھے، اور خواص کو حکم بھی فرماتے تھے، کہ جہاں بھی جایا کریں اپنے علاقہ یا کسی بھی جگہ پر تو لوگوں کو توبہ کروادیا کرو، یہاں توبہ کا مطلب بیعت والی توبہ نہیں ہے بلکہ ایک عام توبہ ہے، جس کو ہر صوم وصلاۃ اور احکام شریعت کا پابند کراسکتا ہے جس سے ایمان تازہ ہوجاتا ہے۔

تیسری چیز: جس کا آپ پر غلبہ تھا وہ ذکر میں استغراق ہے، اکثر اوقات آپ ذکر میں مشغول رہتے تھے، اخیر عمر میں ضعف وکمزوری کے باوجود بھی ذکر نہیں چھوڑتے تھے، رات میں جب بھی کروٹ بدلتے تھے تو ذکر ہی کی آواز کانوں میں پڑتی تھی، خدام وحاضرین کو تاکید کرتے رہتے تھے کہ ذکر کرو، چنانچہ ہر وقت گلشن رشیدیہ سے لاالہ الااللہ محمدرسول اللہ اور اللہ! اللہ! کی ضربوں کی آوازیں آتی رہتی تھیں، اور فرماتے تھے کہ: بزرگ جو ذکر کراتے ہیں، یہ تصفیہ قلب کے لئے ہوتا ہے، اس سے دل کی تمام بیماریاں نکل جاتی ہیں، ایک مرتبہ تو یہ فرمایا کہ: بغیر ذکر کے تو کوئی بھی بزرگ نہیں بنا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر ہر شخص کے لیے عموماً اور سالک کے لیے خصوصاً

بہت ضروری ہے" وَلَذِكْرُاللّٰهِ اَكْبَرُ" اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: "اَلَّذِيْنَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ" (۱) یہ واقعہ اس حقیقت کو پالینے کے لیے کافی ہے کہ انسان کے لیے سکون وطمانیت کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ وہ اپنے پالنہار اور مالک حقیقی کو پالے، اس سے کم تر کوئی چیز اس کے لیے سکون اور راحت کا سبب نہیں بن سکتی، یہ قرآن کی بیان کردہ حقیقت ہے "جولوگ اللہ پر ایمان لائے انکے دلوں کو اللہ کی یاد سے اطمینان ملتا ہے"۔

اللہ اللہ ہے، تو یارو جان ہے
ورنہ یارو! جان بھی بے جان ہے

چوتھی چیز: جس کا آپ پر غلبہ تھا وہ قرآن کریم کی تلاوت ہے، آپ اکثر اوقات قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہتے تھے، آپ جس قدر کلام الٰہی کو پڑھتے تھے، اس کی تفصیل گزشتہ اوراق میں لکھی گئی ہے، تاہم یہاں اتنا ضرور بتادیتے ہیں کہ آپ بہترین حافظ قرآن تھے، سفر وحضر میں مصحف ساتھ رہتا تھا، اور تلاوت میں مستغرق رہتے تھے، یہی آپ کا شغف ومشغلہ تھا، خود فرماتے تھے کہ "میں زیادہ قرآن شریف حفظ پڑھتا ہوں، اس سے زیادہ پڑھا جاتا ہے کہ بس پڑھتا چلا جاتا ہوں، قرآن کریم کے اس قدر شغف کی وجہ سے آپ کو تلاوت میں وہ لذت وحلاوت محسوس ہوتی تھی جس کا اندازہ لگانا ہم جیسے کم آگاہ کے لئے مشکل ہے، احقر کا خود کا تجربہ ومشاہدہ ہے کہ حضرت خود تو مشغول رہتے ہی تھے، دوسروں کو بھی تلاوت کا حکم فرماتے تھے، احقر کو فرماتے تھے قاری جی! قرآن شریف پڑھ لو، آپ تلاوت کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر کا بھی ذوق رکھتے تھے، گھر پر جب قیام ہوتا تو گھر سے منگا کر پڑھتے تھے، سفر میں مصحف تو ساتھ رہتا ہی تھا مگر ترجمہ وتفسیر کا قرآن ساتھ نہیں ہوتا تھا، میزبان کے یہاں سے منگا لیا کرتے تھے،

(۱) سورۂ رعد آیت ۲۸

اور یہ سب اس لیے تھا کہ قرآن وحدیث میں تلاوت کلام پاک کی بہت فضیلتیں وارد ہوئی ہیں، بلکہ جہاں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نبوت وبعثت کے مقاصد بیان فرمائے ہیں، ان میں سے پہلا تلاوت ہی ہے، ارشاد باری ہے:

"هُوَالَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيِّيْنَ	وہی ہے جس نے اٹھایا ان پڑھو میں
رَسُوْلًا مِنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ	ایک رسول انہی میں کا، جو پڑھ کر سناتا ہے
وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ	ان کو اس کی آیتیں اور سنوارتا اور سکھلاتا
وَالْحِكْمَةَ" (۱)	ہے ان کو کتاب اور عقلمندی کی بات۔

آپ مستجاب الدعوات تھے

مستجاب الدعوات اس کو کہتے ہیں جس کی دعا قبول ہو اور بارگاہ الٰہی میں شرف قبولیت پائے، اور اس صفت سے اللہ تعالیٰ جس کو چاہے نوازتا ہے "ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم" یہ بیش بہا دولت، حضرت حافظ صاحب کو بھی بہ طور تحفہ ونعمت عظمی کے رب العزت کی طرف سے پوری پوری ملی تھی، اس سلسلہ میں بہت سے حضرات کے تجربات شاہد ہیں کہ جن لوگوں کے لیے آپ نے جس کام کی دعا کی، اس میں حق تعالیٰ نے کامیابی عطا کی ہے، اس باب میں احقر کا بھی کافی تجربہ ہے کہ جن دعاؤں کے لیے حضرت سے درخواست کی وہ بارگاہ الٰہی میں مقبولیت کو پہنچی ہیں۔

راقم سطور کے نزدیک (عقیدت وغلو سے ہٹ کر) آپ صحیح معنوں میں مستجاب الدعوات تھے اور بہت سے اہل حق واہل بصیرت اور عام وخاص نے اس کا اعتراف کیا ہے، اور یہ آپ کے تعلق مع اللہ اور کثرت دعا کی تاثیر ہے۔

دعا میں آپ پر من جانب اللہ سکینت نازل ہوتی تھی، خوب عاشقانہ اشعار پڑھتے

(۱) سورہ جمعہ آیت نمبر ۲۔

تھے، گریہ وزاری کے ساتھ زور زور سے دعائیں مانگتے، آنکھیں اشک بار، دل بے قرار، مجمع و حاضرین مضطر ہوتے تھے، دعا کے درمیان جب آپ کو اپنی بصیرت وروحانیت سے دعا کی مقبولیت کے آثار محسوس ہوتے اور آپ پر وجد طاری ہوتا، اہل مجلس وحاضرین کو موقع دیتے اور فرماتے کہ ''مانگ لو! رو رو کے اپنے رب سے جو مانگنا ہے، وہ موجود ہے، زور زور سے یا اللہ، یا اللہ کہتے رہو اور دل میں مرادیں مانگتے رہو'' ایک عجیب کیفیت ہوتی تھی، اولیاء اللہ کی ارواح آپ کی دعاؤں میں شامل ہوتی تھیں، آپ جن وانسان اور خدا کی ساری مخلوق کے لیے دعا کرتے تھے، آپ کی دعاؤں کی برکت اور اللہ تعالی کے فضل سے لوگوں کے ایسے ایسے کام ہوتے تھے کہ ان کا تصور بھی حیرت سے خالی نہیں ہے، اللہ تعالی اپنے خاص بندوں کے ساتھ ایسے ہی معاملہ کیا کرتا ہے ''مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ''۔

حدیث قدسی میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ ''جب میں اپنے بندے سے محبت کرتا ہوں، تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے، اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اور اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اس کو پورا کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ چاہتا ہے تو میں اسے ضرور پناہ دیتا ہوں''۔(۱)

اللہ تعالی کے یہاں آپ کو جو محبوبیت ومقبولیت اور جو مرتبہ ملا تھا، اس کا یہی نتیجہ ہونا چاہئے تھا کہ اگر بندہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو اس کی دعا وسوال کو پورا کرتا ہوں، اللہ تعالی نے آپ کو جو مقبولیت عطا کی تھی زبان حال سے آپ اس کو اس طرح بیان کرتے تھے۔

جب خودی اپنی مٹائی تب خدا مجھ کو ملا
مجھ کو زندہ کر دیا عشق فنا فی اللہ نے

(۱) رواہ البخاری، ریاض الصالحین صفحہ ۱۸۶۔

آپ دعا چونکہ لمبی کراتے تھے، اس لئے بعض مرتبہ ہم جیسے کم علم وکم آگاہ عشق وتعلق مع اللہ کی لذت اور اس کی معرفت سے کورے، دعا میں بے توجہی اختیار کرتے، ایک مرتبہ راقم سطور کی بے توجہی کی بنا پر دوران دعا فرمایا ''قاری جی! دعا سے جتنا تعلق مع اللہ ہوتا ہے، اتنا کسی چیز سے نہیں ہوتا، یقین کے ساتھ، اور جب یقین پورا ہو جاتا ہے تو ایمان کامل ہو جاتا ہے''۔

شاید قارئین کی تشنگی باقی رہے، جب تک کہ آپ کی دعا کا ایک نمونہ پیش نہ کر دیا جائے، چنانچہ حضرت حافظ صاحب کی وہ دعا جو آپ نے اپنی زندگی کے آخری رمضان کی ستائیسویں شب میں ۱۴۱۵ھ بروز پیر بعد نماز تراویح گلشن رشیدیہ میں ایک بڑے مجمع میں فرمائی تھی، اس کو بہ جنسہ نقل کیا جا رہا ہے۔(۱)

دعائے مستجاب

حضرت حافظ صاحب دعا کرنے سے قبل قرآنی آیت پڑھ کر اس کا ترجمہ کرتے تھے، پھر کچھ نصیحت فرماتے تھے، اس کے بعد توبہ کراتے اور دعا میں مشغول ہو جاتے تھے، چنانچہ پہلے درود شریف پڑھی، اس کے بعد یہ تلاوت کی:

''یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّکَفِّرَ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَیُدْخِلَکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ''(۲)

اے ایمان والو! تم اللہ کی طرف سچے دل سے توبہ کر لیا کرو، امید ہے کہ تمہاری توبہ کی بدولت خدا تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا، اور داخل کرے گا اس جنت میں جس کے باغوں کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

(۱) یہ دعا حضرت کے پوتے منشی عتیق احمد صاحب نے ٹیپ رکارڈ میں محفوظ کر لی تھی، بعد میں ان کے تعاون سے صفحہ قرطاس پر نقل کی گئی۔ (۲) سورۂ تحریم آیت ۸۔

اس کے بعد فرمایا: ایک دن وہ تھا کہ رمضان شروع ہورہا تھا اور رمضان شروع ہونے کی خوشیاں منائی جارہی تھیں، اب ختم کی طرف جارہا ہے، اے اللہ! ہم تیری عبادت وبندگی نہ کرسکے، پھر درود شریف پڑھی (درود شریف پڑھنے سے پہلے اکثر آیت کریمہ ”اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً“ پڑھتے تھے، پھر درود شریف کی اہمیت بتلاتے تھے)۔

”اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ“ پھر کلمہ پڑھا کر اس طرح توبہ کرائی۔

کلمہ پڑھ لو” لاالٰہ الااللّٰہ محمد رسول اللّٰہ“ نہیں کوئی معبود، اللہ کے سوا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

یا اللہ ہم توبہ کرتے ہیں کفر سے، شرک سے، بدعت سے اور سب گناہوں سے جو ہم نے اپنی ساری عمر میں کئے، چھوٹے ہوں یا بڑے، اور اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ تیرے سارے حکم مانیں گے، تیرے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تابع داری کریں گے، یا اللہ ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور آئندہ کو بچا۔

فضل کر یا رب! محمد مصطفیٰ کے واسطے
سید کونین شاہ انبیاء کے واسطے

رحم کر اپنے نہ آئین کرم کو بھول جا — ہم تجھے بھولے ہیں، لیکن تو نہ ہم کو بھول جا
اے خدائے پاک رب دوجہاں — در کو تیرے چھوڑ کر جائیں کہاں؟
دونوں ہاتھ باندھے کھڑے ہیں تیرے در کے سامنے
اور خطائیں کیا چیز ہیں ہماری یارب تیری عطا کے سامنے

تمام عمر ہم نے تیری نافرمانیاں کی ہیں، آج تیرے در پر معافی کے لیے آئے ہیں، تو معاف فرما، معاف فرما، معاف فرما۔

تجھے فضل کرتے نہیں لگتی بار — نہ تجھ سے ہو مایوس امیدوار
آبرو بندے کی تیرے ہاتھ ہے — فضل تیرا ہم بےکسوں کے ساتھ ہے
دل میں امیدیں ہیں لاکھوں اے جلوہ گر
اور ہاتھ اٹھاتے شرم آتی ہے مگر

اے اللہ ہمارے قصوروں کو معاف فرما، یا اللہ آپ غفور رحیم ہیں، رحم کے کرنے والے ہیں، آپ نے ہم سے پہلوں پر بھی رحم فرمایا، ان کی بخشش فرمائی، ہماری سب کی بخشش فرمائیو!، عذاب قبر، عذاب دوزخ سے بچائیو! یا اللہ! صدقے رسول اللہ کے، ہمارے سب کے ماں باپ کو بھی بخش دے، ہم سب کی اولادوں کو بھی نیک وصالح کردے، یا الہ العالمین! کرکے نافرمانیاں آج تیرے در پر معافی کے لئے آگئے، تو معاف فرما، جو گزر گئے، مسلم جن وانسان ان کی مغفرت فرما، یا اللہ ان کی مغفرت فرما، یا اللہ جن پر عذاب قبر ہے، ان کے عذابوں کو ہٹادے، ان کی مغفرت فرمادے، ان کی مغفرت فرمادے، بال ان کے جھڑ گئے، ہڈیاں ان کی رل گئیں، گوشت ان کے گل گئے، اور نشان قبران کے مٹ گئے، یا اللہ انہیں تو بخش دے، یا اللہ انہیں تو بخش دے، اس مجمع کو بھی تو بخش دے، اس مجمع میں جس کی جو جائز حاجتیں ہوں، قبول فرما، جنھوں نے دعا کے لیے کہا یا لکھا، یا کہنے کا ارادہ ہے، انکے مقاصد کو پورا فرما، ان کی بخشش فرما، ہم خطاوار ہیں، اور تو غفار ہے، ہم بھرے عیبوں سے ہیں، تو ستار ہے، تو عذاب نار سے ہم سب کو بچا، ہوں نہ ہم بےآبرو روز جزا۔

تو وہ داتا ہے کہ دینے کے لیے — در تیری رحمت کے ہردم ہیں کھلے

یا اللہ! عذاب قبر، عذاب دوزخ سے بچانے کا فیصلہ فرما، ہم سب کے جنتی ہونے کا

فیصلہ فرما، یا اللہ جن پر عذاب قبر ہے، ان کے عذاب کو ہٹادے، ان کی مغفرت فرما، یا اللہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کے فیض کو روئے زمین پر پھیلا، یا اللہ! حضرت شاہ عبدالقادر کے درجات بلند فرما، یا اللہ! ان سب بزرگوں کی برکت سے ہماری بخشش کا فیصلہ فرما، ہمارے گناہوں کو معاف فرما، یا اللہ! ہمارے سیئات کٹوا کر حسنات درج فرما، تیرے نزدیک کوئی مشکل نہیں، آپ غفور رحیم ہیں، جو چاہیں کریں۔

شکم مچھلی سے نکالا حضرت یونس کو تھا
اور دی شفا حضرت ایوب کو

چاہ سے نکالا حضرت یوسف کو تھا
طوفاں سے بچایا حضرت نوح کو

یا اللہ! یا اللہ! جن بستیوں کے لوگ یہاں موجود ہیں، ان بستیوں کے مردوں کو بھی بخش دے، مغفرت فرما، مغفرت فرما، یا اللہ ہم سب کی مغفرت کا فیصلہ فرما، آپ غفور رحیم ہیں، عذاب قبر، عذاب دوزخ سے بچا، یا اللہ جرم ہم سب کے بہت زیادہ ہیں، جب تک زندہ رہیں اسلام پر زندہ رکھنا اور جب موت آئے تو کامل ایمان پر خاتمہ کرنا، یا اللہ! تیرے پیارے حبیب نے جو دعائیں مانگی، ہم سب کے حق میں انہیں قبول فرما، اور جن چیزوں سے پناہ مانگی، ہم بھی پناہ مانگتے ہیں:

ہمیں ان پاک لوگوں کا رستہ دکھا
سدا جن پر تیرا فضل ہوا

یا اللہ! جو بچے دین کے لئے، پڑھنے کے لیے، اپنے گھروں سے نکلے ہیں، یا گئے ہیں، ان سب کو کامیاب فرما، اور نیک، متقی اور پرہیزگار کریئے، ماں باپ کی خدمت کی بھی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ! اپنے پیارے حبیب کی امت کو بخش دے۔

اپنے لاڈلے کی امت کو بخش دے۔
سلطان انبیاء کی امت کو بخش دے۔
اور وارث کوثر کی امت کو بخش دے۔
طائف میں جو زخمی ہوا اس کی امت کو بخش دے۔
گالیاں سن کر جس نے دعائیں دیں اس کی امت کو بخش دے۔
آمنہ کے لال کی امت کو بخش دے۔
اور فاطمہ کے باپ کی امت کو بخش دے۔
حسنین کے نانا کی امت کو بخش دے۔
صدقے اس حبیب کے اس مجمع کو بھی بخش دے۔

یا اللہ تمام دین کے اداروں کی حفاظت فرما، تبلیغ میں جانے کی توفیق عطا فرما، جو لوگ تبلیغ میں نکلے ہوئے ہیں، ان کے گھروں کی حفاظت فرما، ان کا چلنا پھرنا قبول فرما، یا اللہ! راضی ہو جا ہم سب سے، یا اللہ! جن پر عذاب قبر ہے، ان کے عذابوں کو ہٹا، ان کی مغفرت فرمادے، تیرے نزدیک کوئی مشکل نہیں، آج تیرے سوا نہیں ان کا کوئی، انہیں تو بخش دے، یا اللہ! راضی ہو جا، راضی ہو جا، یا اللہ جن لوگوں نے دعاؤں کے لیے کہا ہے، ان کے مقاصد کو پورا فرما، ان کی مشکلیں آسان فرما اور دل میں جس کی جو حاجت ہو پوری کردے، اور جو مشکلیں ہوں آسان کردے، انہیں تو نیک بندوں میں کردے، تیرے نزدیک کوئی مشکل نہیں، ہمارے دلوں کی سیاہی کو اپنی رحمت سے دھل دے، نور ایمان بھر دے، ہمارے اندر سے غفلتوں کو نکال دے، یا اللہ، یا اللہ زور سے کہتے رہا کریں، اور دل میں مرادیں مانگا کریں، یا اللہ...... یا اللہ...... رورو کے مانگ لو، اپنے رب سے جو بھی مانگنا ہو، یا اللہ...... یا اللہ...... مانگ لو، رورو کے اپنے رب سے، وہ موجود ہے، یا اللہ...... یا اللہ جن پر عذاب قبر ہو رہا ہے، یا اللہ ان کے عذاب کو ہٹادے،

یا اللہ...... یا اللہ ...... یا اللہ ہماری سب کی مغفرت کا فیصلہ فرمادے، عذاب قبر، عذاب نار سے ہماری حفاظت فرمادے، یا اللہ، اس مجمع میں جس کی جو جائز مرادیں ہوں پوری فرما، جو مشکلیں ہوں آسان فرما، یا اللہ آپ قادر مطلق ہیں، جو چاہیں کریں، اُن پر (۱) بہت ظلم ہو رہا ہے، یا اللہ ان کی غیب سے مدد فرما، تیرے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں ہے اور روس کی فوجیں چڑھ رہی ہیں، اور بے دردی سے مار رہیں، یا اللہ آپ دیکھ رہے ہیں، تیرے نام لیوا ہیں، تیرے لاڈلے کی امت ہیں، نہیں ہے آج ان کا کوئی سوائے تیرے مددگار، ان کی غیب سے مدد فرما، ان کی غیب سے مدد فرما، یا اللہ! تو نے تھوڑوں (۲) کو زیادہ کے اوپر فتح عطا فرمائی ہے، انہیں بھی تو فتح عطا فرما، یا اللہ ان کی مشکلیں تیرے سامنے ہیں، تیرے نام پر لڑ رہے ہیں، یا اللہ......

اے خدائے پاک رب دو جہاں
اپنے پیغمبر کا صدقہ اے خدا
اور نام جن کا ہے محمد مصطفیٰ
اور صدقہ حضرت ابراہیم کا
اور جو ہوئے تیرے خلیل باصفا
اور صدقہ اپنی فرقان عظیم الشان کا
اور صدقہ اپنی لا ابالی شان کا

یا اللہ! اس بستی میں جتنے مسلم گزر گئے، ان کی مغفرت فرما، ان کے عذابوں کو ہٹا، تیرے نزدیک کچھ مشکل نہیں ہے، آپ رحم کے کرنے والے ہیں، رحم فرما:

بے گنا ہوں میں کیا ڈھونڈتا ہے زاہد
مغفرت بولی، ادھر آ، میں گنہگاروں میں ہوں

(۱) چیچنیا کے مسلمان مراد ہیں، جن پر ظلم وتشدد کی بوچھار پڑ رہی تھی۔ (۲) غزوہ بدر وغیرہ کی طرف اشارہ ہے۔

یا اللہ! ان کی مغفرت فرما، ان کی مغفرت فرما، سب کی بخشش کا فیصلہ فرما، صدقے رسول اللہ کے، یا اللہ اپنے پیارے حبیب کی امت کو بخش دے، یا اللہ! مجمع میں جس کی جو حاجتیں ہوں جائز پوری فرمادے، جو قرض دار ہیں ان کے قرض کو ادا کردے، جو بیمار ہیں ان کو شفا عطا فرما، یا اللہ! شاہ عبدالعزیز (۱) کے بھی درجات بلند فرما، رحم کی نظر دیکھ لے، اے خدا ہمارے دلوں کی سیاہی کو مٹادے، ہم سب کو اپنے نیک بندوں میں کرلے، ہمارے گناہوں کو معاف فرما، ہماری بخشش کا فیصلہ فرما، مجمع میں جس کی جو حاجت ہو پوری کردے، صدقے رسول اللہ کے، تمام ملائکہ کے صدقے، تمام آسمانی کتابوں کے صدقے سے انہیں پوری کردے، یا اللہ! تمام شہداء کے صدقے، بدر والے، احد والے، کربلا والے، یا اللہ! جنہوں نے جہاد کیا ہے اور جن کا شوق جہاد میں ہے، اور جو گزر گئے ہیں مسلم ان کی مغفرت فرمادے، ان کی مغفرت فرمادے، اس مجمع میں جن کا جو بھی کاروبار ہو اور جس کے جو بھی ارادے نیک ہوں، انہیں پورا کردے، یا اللہ! جو جائز مرادیں ہوں پوری کردے، مشکلیں آسان کردے، ہماری مغفرت کا فیصلہ فرما، یا اللہ! یہ ماہ مبارک جارہا ہے، تیری رحمتوں کی بارش ہو رہی ہے، ہم سب گنہ گار و خطا کار اسی طرح سے ہیں، یا اللہ راضی ہو جا، یا اللہ! صدقے رسول اللہ کے چیچنیا کے مسلمانوں کی مدد فرما، ان کی سب کی مدد فرما، ان سب کی مدد فرما، نہیں تیرے سوا آج ان کا کوئی ان کی تو مدد فرما، یا اللہ آپ قادر مطلق ہیں، جو چاہیں کریں، یا اللہ تو نے ہم سے پہلوں کی بھی مدد فرمائی ہے، ہماری بھی مدد فرما، ہماری سب کی مغفرت کا فیصلہ فرما، یا اللہ! آپ غفور رحیم ہیں، رحم کے کرنے والے ہیں، ہمارے سے پہلوں

(۱) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رائے پوری حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری کے نواسے اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کے خلیفہ وجانشین اور حضرت حافظ عبدالرشید صاحب کے پیر بھائی تھے، یکم ذی الحجہ ۱۴۱۲ھ مطابق ۳؍ جون ۱۹۹۲ء بدھ کو پاکستان میں وفات پائی اور پانچ روز بعد ۵؍ ذی الحجہ ۱۴۱۲ھ کو رائے پور خانقاہ میں حضرت شاہ عبدالرحیم کے جوار میں مدفون ہوئے، ان کے مختصر حالات معاصرین کے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

پر بھی رحم کیا، یا اللہ! ہم پر بھی رحم فرما، یا اللہ! اپنے پیارے حبیب کے ساتھ بغیر حساب وکتاب کے جنت الفردوس میں داخل فرما، یا اللہ! جن لوگوں نے دعاؤں کے لیے کہا ہے ، یا لکھا ہے یا کہنے کا ارادہ ہے، ان کے مقاصد میں کامیابی عطا فرما: "وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ، بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ"۔

توبہ اور اس کی فضیلت

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَتُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ"۔(۱)

یعنی اور توبہ کرو، اللہ کے آگے سب مل کر اے ایمان والو! تاکہ تم بھلائی پاؤ۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّکَفِّرَعَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَیُدْخِلَکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ"۔(۲)

اے ایمان والو! توبہ کرو اللہ کی طرف صاف دل کی توبہ، امید ہے کہ تمہارا رب اتار دے تم پر سے تمہاری برائیاں، اور داخل کرے تم کو باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں۔

یعنی دل میں گناہ پر کامل ندامت ہو، اور آئندہ اس کے نہ کرنے کا پختہ قصد ہو، اس میں تمام احکام دین، فرائض وواجبات بھی داخل ہوگئے کہ ان کا چھوڑنا گناہ ہے، پھر اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ دو چیزوں کا انعام فرما رہا ہے، ایک سیئات کا مٹانا، دوسرے ایسی جنت میں داخل کرنا جس کے باغوں کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "ریاض الصالحین" میں لکھتے ہیں کہ "علماء

(۱) سورۂ نور آیت ۳۱۔ (۲) سورۂ تحریم آیت ۸۔

فرماتے ہیں کہ ہر گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے، اگر گناہ کا تعلق محض اللہ اور بندے کے درمیاں ہو، کسی آدمی کے حق سے متعلق نہ ہو، تو اس کے لیے تین شرطیں ہیں:

(۱) معصیت کو ترک کردے۔

(۲) اپنے کرتوت پر نادم اور شرمندہ ہو۔

(۳) اس بات کا عہد کرے کہ پھر کبھی ایسے فعل کا ارتکاب نہیں کرے گا، ان تینوں شرطوں میں سے اگر کوئی ایک شرط بھی مفقود ہوجائے ، تو توبہ صحیح نہیں ہوگی، اور اگر معصیت کا تعلق کسی آدمی سے ہو تو اس کے لیے چار شرطیں ہیں، تین تو گزر چکی، چوتھی یہ کہ اپنے فریق کا حق ادا کرکے برأت حاصل کرے، اگر مال وغیرہ کوئی چیز ہو تو اس کو لوٹادے، اگر حد قذف ہو تو اس کا بدلہ دے، یا پھر اس سے معافی چاہے، اگر کسی کی غیبت کی ہو تو اس کا استحلال کرے"۔(۱)

احادیث کے اندر بھی توبہ کی بڑی فضیلتیں آئی ہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ "خدا کی قسم میں دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں"۔(۲)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دن میں ستر مرتبے سے زائد استغفار کرنا اور توبہ کرنا، یہ توبہ کی فضیلت واہمیت کا بیان کرنا ہے، ورنہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والتسلیم سراپا معصوم ہوتے ہیں، بھلا ان سے کسی معصیت اور گناہ کا ارتکاب کیسے ہوسکتا ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ ان کی خاص تربیت فرماتا ہے۔

ایک حدیث میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندے کی توبہ اس وقت تک قبول کرتا رہتا ہے جب تک

(۱) ریاض الصالحین باب التوبہ صفحہ ۱۰/۱۱۔

(۲) رواہ البخاری، ریاض الصالحین صفحہ ۱۱۔

کہ جان حلقوم میں نہ آ جائے''۔(۱)

یہی وجہ ہے کہ اللہ کے مقبول بندے توبہ کا اس قدر اہتمام کرتے ہیں، اور پھر حضرت حافظ صاحب کے یہاں جو معمول تھا، اس کا بیان ماقبل میں ہو چکا، بار بار فرماتے تھے کہ ''جب آدمی گناہ کرتا ہے تو دائیں منڈھے کا فرشتہ بائیں کو روکتا ہے کہ ابھی نہ لکھ، شاید یہ توبہ کرلے، اور جب یہ نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو بائیں کا کہتا ہے داہنے کو کہ جلدی لکھ، کہ اس کے ارادے کا ثواب تو لکھ لے، اس لیے توبہ کرتا رہے، پانچوں نمازوں کے بعد اور سوتے وقت''۔

ایصال ثواب اور اس کا طریقہ

مردوں کو ثواب پہنچانے کے بہت سے طریقے ہیں، پڑھ کر بخشنا، مردے کی جانب سے صدقہ وخیرات کرنا، اس کی جانب سے کوئی عبادت کرنا، مثلاً حج کرنا، قربانی کرنا، مسجد ومدرسہ بنوانا، سرائیں اور کنویں بنوانا، یا رفاہ عام کے لئے کوئی نیک کام انجام دینا، یہ تمام چیزیں مردوں کے لیے ایصال ثواب کا ذریعہ ہیں۔

حضرت حافظ صاحب مردوں کو بہت ہی پڑھ کر بخشتے تھے، اور ان کے لیے ایصال ثواب کرتے تھے، اسفار میں بھی ایصال ثواب کا اتنا اہتمام کرتے تھے، کہ جب بھی گاڑی کسی گاؤں یا قبرستان سے گزرتی تھی، تو خود بھی ایصال ثواب کرتے اور سب ساتھیوں کو کہتے تھے کہ بھائی ''قل ہو اللہ'' شریف بارہ مرتبہ پڑھ کر اس بستی کے مردوں کو بخش دو، اور سفر وحضر کی تمام دعاؤں میں بھی مردہ مسلم جن وانسان سبھی کے لیے

(۱) رواہ الترمذی، ریاض الصالحین صفحہ ۱۳۔

اس حدیث کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے ''وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰى إِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّى تُبْتُ الْئٰنَ''۔(سورۂ نساء آیت ۱۸)

69

دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کرتے تھے، جس کا اندازہ آپ کو اس دعائے مستجاب سے بھی ہو گیا ہوگا، جو پہلے اوراق میں نقل کی جا چکی ہے۔

آپ کا ارواح سے بھی بہت تعلق تھا، اور جنات سے بھی، جن بھی آپ کے مرید تھے، ایک مرتبہ حضرت حافظ صاحب نے فرمایا کہ ''میرا جنوں سے اس لیے تعلق ہے کہ میں ان کو پڑھ کر بخش دیتا ہوں، اسی وجہ سے وہ بہت ہی لحاظ کرتے ہیں''۔

فرمایا کرتے تھے کہ ''علماء نے تو لوگوں کو قبروں پر جانے اور چڑھاوا چڑھانے سے منع کیا تھا؛ لیکن اب لوگ فاتحہ اور ایصال ثواب بھی نہیں کرسکتے، یہ بھی چھوڑ دیا ہے''۔

آپ بزرگوں کے مزارات پر اور قبروں پر بہت زیادہ بیٹھتے تھے، اور وہاں پر ارواح سے فائدہ اٹھاتے تھے، خود فرماتے تھے کہ ''میں جس علاقے میں بھی جاتا ہوں وہاں کے بزرگوں (مردہ بزرگوں) سے تعلق پیدا ہو جاتا ہے''۔

ایک مرتبہ راقم سطور نے حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوری سے مزارات سے فائدہ ہونے کے متعلق سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ ''بزرگوں کے مزارات سے صاحب نسبت (۱) کو فائدہ ہوتا ہے، عام لوگوں کو نہیں ہوتا''۔

(۱) حضرت تھانوی لکھتے ہیں کہ ''اس پر اگر کوئی کہے کہ قبروں سے فیض ہوتا ہے، اس لیے قبروں کی بقا کی ضرورت ہے تو میں اس کے وقوع کا انکار نہیں کرتا، مگر اول تو فیض معتد بہ نہیں، کیونکہ قبروں سے جو فیض ہوتا ہے وہ ایسا نہیں جس سے تکمیل ہو سکے، یا سلوک طے ہو سکے، بلکہ اس کا درجہ صرف اتنا ہے کہ صاحب نسبت کی، نسبت کو اس سے کسی قدر قوت ہو جاتی ہے، غیر صاحب نسبت کو تو خاک بھی فیض نہیں ہوتا، صرف صاحب نسبت کو اتنا فیض ہوتا ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے نسبت کو قوت اور حالت میں زیادت ہو جاتی ہے، مگر وہ بھی دیرپا نہیں ہوتی، بلکہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے تنور کے پاس بیٹھ کر کچھ دیر کے لیے جسم میں حرارت پیدا ہو جاتی ہے، کہ جہاں تنور سے اٹھے اور ہوا لگی وہ سب گرمی جاتی رہی، اور زندہ مشائخ سے جو فیض ہوتا ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی مقوی دوا کھا کر قوت وحرارت حاصل ہوتی ہے، کہ وہ تمام جسم میں پیوستہ ہو جاتی ہے، پس صاحب نسبت کو اول تو قبر سے فیض لینے کی ضرورت نہیں، زندہ شیخ اس کے لیے قبروں سے زیادہ نافع ہے، اور ضرورت بھی ہو تو صاحب نسبت کے لیے قبر کا پختہ ہونا ضروری نہیں، وہ تو آثار سے معلوم کرلے گا کہ یہاں کوئی صاحب کمال مدفون ہے، پس یہ وجہ بھی کالعدم ہوگئی۔ (اشرف الجواب صفحہ ۱۳۰/ بحوالہ الفاظ القرآن صفحہ ۵۶)۔

جہاں تک ایصال ثواب کے طریقے کا تعلق ہے، تو اس کے متعلق حضرت حافظ صاحب فرماتے تھے کہ پڑھ کر یوں بخش دیا کریں کہ ۱۲/مرتبہ قل ہو اللہ شریف پڑھ کر، آدم سے لے کر تا قیامت کے تمام لوگوں کو اور پھر ۱۲/مرتبہ پڑھ کر، امت محمدیہ کو بخش دیا کریں، اس کے بعد ۱۲/مرتبہ یا اور زیادہ مرتبہ (جتنا ہو سکے) مع اول آخر درود شریف کے اپنے ملنے جلنے والے اور خاص لوگوں کو بخش دیا کریں، اور بھی کچھ پڑھ کر بخش دیا کریں، بہت دعائیں دیں مردے، یہ پڑھ کر بخشنے کا طریقہ ہے، ایک مرتبہ فرمایا کہ عتیق نے خواب دیکھا کہ حاجی فضل الرحمٰن صاحب خاں لنگڑے ہیں، تو خیال ہوا کہ ان کو کچھ ایصال ثواب کر دے، چنانچہ جمعے کے دن عصر کی نماز بعد اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمْ'' اسی ۸۰ مرتبہ پڑھ کر اسی وقت ثواب پہنچا دیا، یہ سمجھ کر کہ ان کی عمر بھی اسی سال ہوگی تقریباً، اور اس درود شریف کے پڑھنے سے اسی سال کے گناہ معاف ہو جاویں، اور اسی سال کی عبادت کا ثواب لکھا جا، تو یہ ان کے لیے کافی ہو جائے گی، اس کے بعد خواب میں آئے کہ اپنی قبر میں ہیں، اور فرما رہے ہیں کہ چودھویں شب میں اللہ پاک نے اپنا فضل فرما دیا، اور جب کوئی ہمارے مزار پر آئے اور ایصال ثواب کرے تو بھی پتہ لگ جا، ہم اس کے لیے دعا کریں، وہ ہماری دعاؤں کو سنتا نہیں۔

مراقبہ اور اس کا مفہوم

مراقبے کا لغوی مفہوم انتظار ہے، مگر اصطلاح تصوف میں اس سے مراد جناب باری تعالی عز اسمہ سے انتظار فیض ہے، مراقبہ دراصل نص قرآنی ''وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ'' (۱) (اور کیا تم اپنی جانوں کے بارے میں غور و فکر نہیں کرتے) کی عملی

(۱) سورہ ذاریات آیت ۲۱/ پارہ نمبر ۲۶

ہیئت ہے، وہ آیات الٰہیہ جو نفس انسانی میں مستور ہیں، ان کے مختلف انوار و لطائف میں مراقبہ ہی امتیاز کرتا ہے۔

آیت مذکورہ پر مزید غور کیا جائے تو یہ امر بہ آسانی مفہوم ہوتا ہے کہ ان آیات سے آگاہی و شہود کا حکم دیا گیا ہے، سالک مراقبے کی بدولت تمام روحانی مقامات طے کرتا ہے، اور اس کے باطن پر انوار و اسرار ربانیہ پیہم نازل ہوتے چلے جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ایک عارف کامل درجات عالیہ پر فائز ہونے کے بعد جو کچھ دیکھتا ہے، اپنے اندر ہی دیکھتا ہے، قلب سے لا یقین تک ساری ولایت جو سیر قدمی و سیر نظری پر مشتمل ہے، اسی سے حصول پذیر ہے، اس سے دوام حضور میسر آتا ہے اور سالک کے رگ و پے میں سوز و گداز پیدا ہوتا ہے، اسی بنا پر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ''ہمارا سلوک خانہ توحید کو نقب لگانے کے مترادف ہے، خلوت و یکسوئی مراقبے کے لوازم میں سے ہے، خلوت سے کیا مراد ہے؟''

ملا علی قاری نے شرح عین العلم میں اسے یوں بیان کیا ہے:

''ثُمَّ الْقَوْمُ مُخْتَلِفُوْنَ فِيْ سُلُوْكِ طَرِيْقِهِمْ، فَمِنْهُمْ مَنْ جَعَلَ مَدَارَ الْخَلْوَةِ عَلٰى خُلُوِّ الْقَلْبِ عَنْ غَيْرِ ذِكْرِ الرَّبِّ وَمُشَاهَدَةِ الْخَلْقِ وَلَوْ كَانَ فِيْ مَجْمَعِ الْخَلْقِ''

پھر لوگوں کا اپنے اپنے سلوک طریق میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک خلوت کا دار و مدار اس پر ہے کہ دل خلق کے مشاہدے سے فارغ ہو جائے اور اس میں ذکر الٰہی کے سوا کوئی چیز جاگزیں نہ رہے، اگرچہ مراقبہ کرنے والے کی نشست و برخاست مخلوق کے ساتھ ہو۔

آگے چل کر مصنف موصوفؒ نے اس کی مزید وضاحت کی ہے اور فرمایا کہ ''سر کا لپٹنا اور آنکھوں کا بند کرنا، اس وجہ سے ہے کہ سالک اطمینان قلب سے ذات باری تعالی کی طرف متوجہ ہو سکے، اسے خلوت صغیرہ بھی کہتے ہیں، مراقبہ شروع کرتے وقت

مبدأفیض اور مورد فیض کا لحاظ بے حد ضروری ہے۔(۱)

حضرت حافظ صاحب بھی اکثر اوقات اسی طرح کے مراقبے میں رہتے تھے، تنہائی میں اور مجمع میں بھی جب خاموش ہوتے تو، فوراً مراقب ہو جایا کرتے تھے، بعض مرتبہ دیکھنے والے تصور کرتے کہ حضرت کو نیند آ گئی؛ لیکن آپ حقیقت میں عشق الٰہی، محبت الٰہی، محویت اور استغراق کے عالم میں مراقب ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ راقم سطور نے رمضان المبارک میں بعد تراویح، حضرت سے دریافت کیا کہ حضرت مراقبہ کس طرح ہوتا ہے؟ حضرت نے فرمایا اس کی کتنی ہی قسمیں ہیں، ایک تو جیسے شغل، یعنی اپنے دل کو مخاطب سمجھے، اس طرح کہ اللہ اللہ کی آواز آ رہی ہو، اور ایک مراقبہ اس طرح یعنی میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں، اور اللہ مجھ کو دیکھ رہا ہے، جب اس درجے کا یقین ہو جاتا ہے (یعنی یہ بھی مراقبہ ہے) مراقبہ اور اس کی فضیلت میں قرآنی آیات اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں، جیسا کہ حضرت حافظ صاحب نے بیان فرمایا کہ مراقبے کی کتنی ہی قسمیں ہیں، ہم یہاں مراقبہ احدیت کی نیت نقل کرتے ہیں اس طرح سے نیت کریں:

''فیض می آید برمن از ذاتے کہ مستجمع جمیع صفات کمال است، ومنزہ از ہر نقص و زوال، مورد فیض لطیفہ قلب من است''۔(۲)

(یعنی مجھے ایسی ذات کی طرف سے فیض پہنچ رہا ہے جو کمال کی تمام صفات کی جامع اور ہر نقص وزوال سے پاک تر ہے، جو میرے دل پر لطیفہ فیض کا ورود کرنے والی ہے)۔

(۱)وظیفہ سعدیہ صفحہ۳۲/۳۳۔ (۲)وظیفہ سعدیہ صفحہ۳۴۔

71

آٹھواں باب

رمضان کی کیفیت، نصیحت وتربیت کا خاص انداز

غیر مسلموں کے ساتھ رواداری، کلام اللہ اور نعتیہ کلام کی سماعت

آٹھواں باب

رمضان کی کیفیت، نصیحت وتربیت کا خاص انداز

غیر مسلموں کے ساتھ رواداری، کلام اللہ اور نعتیہ کلام کی سماعت

رمضان المبارک کی کیفیت

رمضان کے مہینے میں حضرت کی کیفیت ہی اور ہو جاتی تھی، رمضان میں اسفار بھی نہیں کرتے تھے، رات بھر عبادت میں گزارتے، سونا بہت کم ہوتا تھا، جس کی وجہ سے صبح فجر کے بعد سوتے تھے، پھر دوپہر کے وقت اٹھ کر وضو کرتے، نوافل پڑھتے، اس کے بعد عام طور پر کمرہ میں بند ہو جاتے اور فرماتے کہ کوئی اندر نہ آئے، اس تخلیہ کی حالت میں اپنے پروردگار سے راز و نیاز کرتے، یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو جاتا، پھر نماز کے لیے باہر تشریف لاتے، اور رمضان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے، کہ ”آئندہ معلوم نہیں کس پر آئے اور کس پر نہ آئے، اس میں خوب عبادت کرلو اپنے رب کی“۔

ایک مرتبہ رمضان کی برکتوں کے متعلق فرمایا ”ڈاکٹر شفیق رمضان کی بہت برکتیں ہیں، بے شمار برکتیں ہیں“ اسی طرح ایک مرتبہ فرمایا کہ ”اللہ کی رحمت اس ماہ میں بارش کی طرح برستی ہے“ دوسرے دنوں اور رمضان میں کیا فرق ہے؟ اس کے بارے میں ایک مرتبہ فرمایا کہ ”رمضان شریف میں اور دوسرے دنوں میں ایسا فرق ہے جیسے رات اور دن

میں، اس مہینے کی بہت برکات ہیں، کیا ٹھکانا“ عمر کے آخر سالوں میں ضعف کی وجہ سے تراویح بھی بجائے خانقاہ کے گلشن رشیدیہ ہی میں پڑھتے تھے، غالباً تین رمضان ایسے گزرے ہیں، جن میں تراویح گھر پر ہی پڑھنی پڑھی، دو مرتبہ ناکارہ راقم سطور کو بھی ۱۴۱۳ھ اور ۱۴۱۵ھ کے رمضان میں حضرت کو قرآن شریف سنانے کا شرف حاصل ہوا، حضرت کی رمضان میں راقم نے جو حالت دیکھی اس کو زبان سے نہیں بیان کیا جاسکتا:

دل کا دریا نطق کی وادی میں بہہ سکتا نہیں
آدمی محسوس کر سکتا ہے کہہ سکتا نہیں

اس ماہ مبارک میں خیرات بھی بہت کرتے تھے، اور اس کی ترغیب بھی اس طرح کرتے تھے کہ ”اس مہینے میں ایک روپیہ خرچ کرو گے (اللہ کے راستہ میں) اور غیر رمضان میں ستر روپئے تو برابر ہے“۔

نوافل کی ترغیب دلاتے ہوئے فرماتے کہ ”اس مہینے میں ایک نفل پڑھے اور غیر رمضان میں ستر نفل پڑھے، اس مہینے میں ہر چیز کا ثواب ستر گنا ہوجاتا ہے“ جب رمضان کی آخری تاریخیں ہوتیں اور ختم ہونے کو ہوتا تو فرماتے ”مجھے اتنا غم ہوتا ہے رمضان ختم ہونے کا جس کی کوئی حد نہیں جیسا کہ کوئی دولت چھن گئی ہو اور خالی رہ گیا ہو آدمی“۔

غرضیکہ رمضان المبارک میں آپ کی حالت عام حالات سے دیگر ہو جاتی تھی، جو واقعی میں اللہ کے مقبول بندوں کا شیوہ ہے۔

نصیحت وتربیت کا خاص انداز

حضرت حافظ صاحب کا نصیحت وتربیت کا ایک مخصوص انداز تھا، نصیحت فرماتے تو بہت جامع ہوتی، دل پر اس کا ایک خاص اثر مرتب ہوتا تھا، بڑے سے بڑا متکبر بھی جب آپ سے ملتا اور آپ اس کو کچھ نصیحت فرماتے تو وہ بھی موم ہو جاتا اور سر تسلیم خم

کردیتا، یہاں تک کہ لوگ آپ کو اپنے گھریلو، خاندانی تنازعوں اور جھگڑوں میں بھی حکم کی حیثیت سے لے جاتے تھے، کیونکہ آپ کا نصیحت کا انداز اور سمجھانے کا طریقہ عجیب وغریب ہوتا تھا، بعض ایسے واقعات ہیں کہ خاندان میں مدتوں سے آپسی رنجش اور چپقلش چلی آرہی تھی، جب حضرت حافظ صاحب وہاں گئے، لوگوں کو اکٹھا کیا اور کچھ نصیحتیں فرمائیں، تو فوراً آوازیں آنے لگتیں "سمعنا واطعنا" آپ موقع ومحل کے اعتبار سے لوگوں کو نصیحت فرماتے۔

حضرت کے ایک نیاز مند جن کو بہت غصہ آتا تھا، وہ لکھتے ہیں ''ایک مرتبہ احقر سے فرمایا کہ غصہ انسان کی عقل کو کھا جاتا ہے، اس سے انسان کے اندر غرور وتکبر پیدا ہوجاتا ہے، پھر انسان اپنے آپ کو کچھ سمجھنے لگتا ہے، یہ بڑی خطرناک بات ہوتی ہے، غصہ سے پرہیز کرنا چاہئے، اس سے عاجزی، انکساری پیدا ہوتی ہے، پھر انسان اپنے آپ کو حقیر، ذلیل سمجھنے لگتا ہے، سب انسانوں کو اپنے سے افضل جاننے لگتا ہے، یہ کامیابی کی علامت ہے، احقر کو غصہ بہت آتا تھا، یہ نصیحت اس طرح فرمائی کہ احقر کی اصلاح بھی ہوگئی اور برا بھی معلوم نہ ہوا''۔(۱)

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ مبارکہ کی پیروی اور اتباع ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مطابق حال اس طرح نصیحت فرماتے تھے کہ جس سے لوگوں کو برا بھی نہ لگتا تھا اور نصیحت کا مقصد بھی حاصل ہوجاتا تھا، آپ کسی کی تنقیص وتوہین نہیں کرتے تھے بلکہ فرماتے تھے کہ لوگوں کو کیا ہوگیا کہ ایسا کرتے ہیں۔

یہی حال یہاں تربیت کا بھی تھا جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں کہ پیر بمنزلہ حکیم ہوتا ہے کہ ہر مریض کے لیے الگ تشخیص، الگ تجویز اور الگ علاج ہوتا ہے، اسی طرح مشائخ بھی روحانی مریضوں کی نبض شناسی کرکے ان کے مناسب حال تربیت کا طریقہ اختیار

(۱) تحریر ماسٹر راشد حسین البیڑی۔

کرتے ہیں، حضرت کے یہاں بھی روحانی مریض آتے اور اپنا علاج کراتے، حضرت ان کی ایسی تربیت فرماتے کہ چور چوری چھوڑ دیتا تھا، زانی زنا چھوڑ دیتا تھا، بے نمازی نماز کا پابند ہوجاتا تھا، غیر شرعی کام کرنے والا شریعت کا پابند ہوجاتا تھا، اس سلسلہ میں بھی ایک واقعہ حضرت کے ایک متوسل نقل کرتے ہیں کہ:

''ایک بار حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک ایسا نوجوان جس سے احقر بھی اچھی طرح واقف تھا، بیٹھا ہوا تھا، اس کو دیکھ کر احقر کو بڑا غصہ آیا، حضرت سمجھ گئے، اور جو آدمی وہاں بیٹھے ہوئے تھے، ان کو فرمایا، ذرا آپ لوگ باہر چلے جاؤ، میں ان سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں، پھر فرمایا اس کو جانتے ہو، احقر نے کہا کہ خوب جانتا ہوں، ابھی ڈکیتی کے سلسلہ میں گرفتار تھا، پولیس سے فرار ہوکر آیا ہے، حضرت نے فرمایا کہ اس کا تذکرہ نہ کرنا، اس کو کچھ روز ہمارے پاس ہی رہنے دو، ایسے لوگوں کو پاس لگانے سے اگر ان کی اصلاح ہوجائے تو ہماری نجات کا ذریعہ بن جائے گا، برے آدمی کو برا جان کر بھگا دینا، اس کے حق میں اچھا نہیں وہ اور برا ہوجاتا ہے، ان کو پاس محبت سے لگانا چاہئے، ہوسکتا ہے کہ اللہ اس کو ہدایت دیدے، میں اس سے اچھی طرح واقف ہوں، مگر اس کا فائدہ اس میں ہے کہ اس کو پاس لگایا جائے دور بھگانے میں اس کا نقصان ہے، اس کے بعد وہ حضرت کے پاس رہا، حضرت نے اس کی تربیت کی، وہ نیک بن گیا اور سب برے کام چھوڑ دیئے، اس کے کچھ ماہ بعد وہ نوجوان احقر کو ملا تو سب کچھ (بری باتیں) چھوڑ کر اپنی مزدوری کررہا تھا، اللہ والوں کے پاس رہ کر آدمی بھی اللہ والا ہوتا ہے۔(۱)

اسی طرح اور بہت مثالیں ہیں؛ بلکہ راقم کا مشاہدہ ہے کہ آپ نے لوگوں کی روحانی تربیت اور علاج تو فرمایا ہی ہے، کتنے ایسے لوگ جو حقیقی امراض میں مبتلا تھے، وہ بھی

(۱) تحریر ماسٹر راشد حسین۔

آپ کے پاس رہے، سفر میں بھی، حضر میں بھی، وہ اچھے خاصے تندرست، طاقتور اور نیک بن گئے، یہ آپ کے حکیمانہ طریقہ تربیت کا نتیجہ تھا۔

غیر مسلموں کے ساتھ رواداری

حضرت حافظ صاحب جس طرح اپنوں کے ساتھ پیش آتے تھے، اسی طرح پرایوں کے ساتھ بھی، جس طرح مسلمانوں کے ساتھ صلہ رحمی اور حسن سلوک کا معاملہ کیا کرتے تھے، بالکل اسی طرح برادران وطن ہندو بھائیوں کے ساتھ بھی حسن اخلاق، اعلی کردار، اور اچھے انداز سے پیش آتے تھے، ان کے احوال دریافت کرتے، ان کی تنگی و پریشانی میں ہر ممکن تعاون کرتے، ان کو سکون دلاتے، پاس بٹھاتے اور کھانا کھلاتے، چائے پلاتے، اس طرح بہت سے ہندو آپ سے مانوس ہوئے اور جن کو اللہ نے توفیق دی وہ آپ کی سعی سے مشرف بہ اسلام بھی ہوئے، اس کا ایک نمونہ ہم آگے چل کر تحریر کریں گے، اہل اللہ اور صوفیا کا خدا کی مخلوق اور بندگان خدا کے ساتھ کیا رویہ ہوتا ہے، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی تحریر فرماتے ہیں کہ ”ان صوفیائے کرام کی تعلیم وصحبت سے لوگوں میں انسانوں سے بلا تفریق مذہب وملت وبلا تخصیص نسل ونسب محبت کرنے، ان کی خدمت کرنے اور ان کے درد اور دکھ کو دور کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا، ان کا اس ارشاد نبوی پر ایمان بھی تھا اور عمل بھی کہ ”اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ فَاَحَبُّهُمْ اِلَى اللّٰهِ اَنْفَعُهُمْ لِعِيَالِهٖ“ مخلوق خدا کا کنبہ ہے، خدا کو اپنے بندوں میں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے، جو اس کے کنبہ کے سب سے زیادہ کام آنے والا ہے، وہ ساری دنیا کے غمخوار تھے اور بجا طور پر کہہ سکتے تھے کہ:

سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے (۱)

(۱) تزکیہ واحسان یا تصوف وسلوک صفحہ ۱۰۸۔

یہی آپ کا حال تھا کہ آپ بھی تمام بندوں کو خدا کی مخلوق اور اس کا کنبہ سمجھ کر ان کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ فرماتے تھے، ایک مرتبہ راقم سطور نے خود دیکھا کہ کرنال سے ایک ہندو ڈی، ایس، پی آیا، حضرت اس سے واقف نہیں تھے، وہ آکر ایک طرف بیٹھ گیا، حضرت نے اس کے لیے موڑھا منگوایا اور اس کو بٹھایا اور جس طرح اور لوگوں اور حاضرین سے گفتگو کر رہے تھے، اور جو جس مقصد کے لیے آیا تھا، اس کو پوچھ رہے تھے، ڈی ایس پی کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا، اس سے آنے کی وجہ اور مقصد دریافت کیا، پھر اس کی حاجت پوری کی، اس طریقہ کار اور حسن سلوک سے وہ بہت متأثر اور مانوس ہوا، اس نے کہا ”میں نے ایسا ایک ہی آدمی دیکھا جو ہندو مسلم سب سے ایک طرح بات کرتا ہے“۔

آپ کے اس کردار سے جو آپ کو حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کی طرف سے وراثت میں ملا تھا، ہزاروں غیر مسلم بھی متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، کتنے ہی ہندو تو اپنے گھر لے جانے کی اسی طرح خواہش کرتے اور تاریخ لینا چاہتے تھے، جس طرح مسلمان کسی ولی کو اپنے یہاں لے جانا باعث خیر وبرکت اور اپنے لیے سعادت مندی کی بات سمجھتے ہیں، اور حضرت حافظ صاحب کے یہاں تو اس کا بہت ہی اہتمام تھا کہ اس کی نظیر بہت کمیاب ہے۔

کلام الٰہی اور نعتیہ کلام کی سماعت

حضرت حافظ صاحب کو اپنے شیخ کی طرح قرآن مجید سے عشق اور اس کے پڑھنے اور سننے سے بڑا شغف اور ذوق تھا، خود تو حافظ تھے ہی اور قرآن مجید کی تلاوت (جیسا کہ گزشتہ اوراق میں لکھا جاچکا) میں اکثر اوقات مشغول رہتے تھے، مگر کلام الٰہی کے سننے کا بھی بے حد شوق تھا، سفر میں یا حضر میں جب بھی کوئی خوش الحان قاری ملتا تو فوراً اس

سے تلاوت کی فرمائش کرتے اور بہت غور سے سنتے، آپ پر کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔

اسی طرح آپ کو نعتیہ کلام جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہوتا، سننے کا بڑا شوق تھا، جب کوئی خوش الحان انداز میں نعت ونظم پڑھنے والا ہوتا تو بار بار اس سے سنتے اور سنتے وقت آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھیں، ایک عجیب کیفیت کا عالم ہوتا تھا، جہاں پر وجد طاری ہوتا، اس کو مکرر پڑھنے کی فرمائش کرتے اور فرماتے ٹھیک ہے، بالکل ٹھیک، بہت ٹھیک ہے۔

اہل دل واہل درد ومحبت کے یہاں ہمیشہ سے عشق ومحبت کے اشعار ونعتیہ کلام سے تسکین وقوت حاصل کرنے کا دستور رہا ہے، اس کا مقصد صرف دل کی آنچ کا (جو بعض اوقات نا قابل برداشت ہو جاتی ہے) نکالنا یا اس پر آنسوؤں کے چھینٹے دینا ہوتا ہے، اپنے زمانہ کے مشہور نقشبندی شیخ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ نے اسی ضرورت وحقیقت کا اظہار اس طرح کیا ہے۔

الٰہی درد وغم کی سرزمین کا حال کیا ہوتا
محبت گر ہماری چشم تر سے مینھ نہ برساتی

اس کے لیے اہل دل رسوم وضوابط کے پابند کبھی نہیں رہے، کبھی سادگی کے ساتھ، کبھی ذرا ترنم سے کوئی عارفانہ عاشقانہ شعر یا نعت سن لی اور تسکین حاصل کر لی، اس لیے کہ:

فریاد کی کوئی لے نہیں ہے
نالہ پابند لے نہیں ہے (غالب)

حضرت بھی بعض اوقات اضطراراً کسی صاحب دل اور صاحب نسبت کا کلام سن لیتے تھے، ایک مرتبہ مظفر نگر کے سفر میں حضرت کے ساتھ راقم سطور اور نور محمد صاحب رڑکی والے بھی تھے، ان کے پاس ''حیات طیبہ'' تھی، جس میں حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری کی سوانح اور ملفوظات تھے، اس میں سے نور محمد صاحب نے حضور

75

صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق یہ اشعار پڑھے اور حضرت پر ایک کیفیت طاری ہوگئی، کئی بار پڑھنے کی خواہش کی، موصوف نے ترنم کے ساتھ فارسی کے یہ اشعار پڑھے۔

دلم زندہ شداز وصال محمد   جہاں روشن است از جمال محمد
خوشاں مسجد ومبر وخانقاہے   کہ دروے بود قیل وقالے محمد
خوشا چشم کو بنگر د مصطفیٰ را   خوشادل کہ دارد خیال محمد
منم عاجزم درد مندم اسیرم   کرم کن الٰہی طفیل محمد
بصدق وصفا گشت بیچارہ جامی   غلام غلامان آل محمد

قاری شوکت علی[(۱)] سروٹ والے جہاں بھی ملتے، رائے پور آتے یا سفر میں کہیں مل جاتے، ان سے بھی حضرت نعتیں اور نظمیں سنتے تھے، اور پنجابی کی یہ نظم ''دلا غافل نہ ہو ایک دم'' کو تو بار بار سنتے تھے بلکہ سننے کے ساتھ ساتھ اس کو لکھواتے بھی تھے، کئی مرتبہ راقم سطور نے بھی اس کو حضرت کے حکم سے لکھا ہے، ۲۱/اکتوبر ۱۹۹۳ء بروز جمعرات رات میں تقریباً ساڑھے گیارہ بجے سروٹ مظفر نگر میں قاری شوکت علی سے کئی بار سنی، پھر راقم سطور کو لکھنے کا حکم فرمایا، موصوف املا کراتے گئے، اور احقر لکھتا گیا، نظم یہ ہے:

دلا غافل نہ ہو ایکدم یہ دنیا چھوڑ جانا ہے   بغیچہ چھوڑ کر خالی زمین اندر سمانا ہے
تیرا نازک بدن بھائی جو لیٹے سے جو پھولوں پر   یہ ہوگا ایک دن مردار جو کرموں نے کھانا ہے
اجل کے روز کو کر یاد کر سامان چلنے کا   زمین کے فرش پر سونا جو اینٹوں کا سرہانا ہے
جہاں کے شغل میں شاغل خدا کی یاد سے غافل   کرے دعوی جو یہ دنیا میرا دائم ٹھکانہ ہے

(۱) قاری شوکت علی صاحب سروٹ ضلع مظفر نگر کے رہنے والے تھے، مدرسہ محمودیہ سروٹ ہی میں مدرس تھے، آنکھوں سے نابینا ہو گئے تھے، کئی سال پہلے معلوم ہوا تھا، کہ ان کو پانچ سو احادیث سند کے ساتھ زبانی یاد ہیں، حضرت سے گہرا تعلق رکھتے تھے اور حضرت کو بھی ان سے مشفقانہ تعلق تھا، خوش الحان بھی تھے، اس لیے حضرت ان سے قرآن شریف، نظم، نعت، احادیث بھی سنتے تھے، یہ خود رائے پور بھی حاضر ہوتے تھے اور حضرت کا جب سفر مظفر نگر میں ہوتا تھا ان کو فوراً بلا لیا کرتے تھے، ان کا انتقال ہو گیا ہے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

غلط فہمی ہے تیری نہیں آرام ایک پل بھی　　مسافر بے وطن ہی ہے تو کہاں تیرا ٹھکانا ہے
فرشتہ روز کرتا ہے منادی چاروں کھونٹوں پر　　محلّہ اونچیاں والے تیرا گور ہی ٹھکانا ہے
کہاں وہ ماہ کنعانی کہاں تخت سلیمانی　　گئے سب چھوڑ کر یہ فانی اگر ناداں دانا ہے
عزیزا یاد کر وہ دن جو ملک الموت آوے گا　　نہ جانے کو تیرا ساتھی اکیلا تونے جانا ہے
نظر کر ماڑیاں کہاں وہ ماڑیاں والے　　انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اکیلے کو دبانا ہے
غلام ایکدن نہ کر غفلت جہاں پر نہ ہو غرا　　خدا کی یاد کر ہر دم جو آخر کام آنا ہے
گناہوں میں نہ کر برباد عمر اپنی تو کر توبہ　　کہاں ہے باپ دادا تیرے سب جن کی تو نشانی ہے

اگر حضرت کی تمام پسندیدہ نعتوں اور نظموں کو جن کو حضرت اکثر سنتے تھے، اور رقت طاری ہو جاتی تھی، لکھا جائے، تو اس کا اچھا خاصا دیوان تیار ہو جائے گا، اس لیے یہاں صرف موت کی یاد سے متعلق وہ نظم نقل کی جاتی ہے، جو ۱۳؍رمضان ۱۴۱۵ھ م ۱۲؍فروری ۱۹۹۵ء بروز اتوار بعد نماز ظہر تقریباً سوا چار بجے حافظ عبدالغفور صاحب مدرس مدرسہ فیض العلوم کریمی بوڑیہ نے سنائی تھی، اس کو سنتے وقت عجیب کیفیت تھی، ہر مصرع کے آخر میں فرماتے، ٹھیک ہے، ٹھیک ہے، نظم یہ ہے:

وقت رحلت جو ہوگا جہاں میں　　تیرا سایہ بھی بیزار ہوگا
ساتھ چھوڑیں گے اپنے پرائے　　کون پھر تیرا غم خوار ہوگا
زندگی یاد آئے گی پیارے　　چھوٹ جائیں گے جس دم سہارے
آئے گی جب اجل تیرے سر پر　　کس قدر تجھ کو آزار ہوگا
تو جدا ہو کے جن سے چلے گا　　سوچ دل کیسے ان کا لگے گا
کون شفقت سے دیکھے گا ان کو　　کیسے حاصل انہیں پیار ہوگا
جب جدا ہوگی جان تن بدن سے　　تو اٹھے گا بھری انجمن سے
لب ہلانے کی جرأت نہ ہوگی　　موت کا تجھ پہ جب بار ہوگا

76

جب تیرے اقربا مل کے تجھ کو　　دفن کردیں گے تیری لحد میں
ہم نشیں کون تیرا بنے گا　　جب نیا تیرا گھر بار ہوگا
جب کہیں گے نکیرین آکر　　کیا کیا تم نے دنیا میں جاکر
دل پہ گزرے گی ساجد بتا کیا
ہاتھ میں ان کے ہتھیار ہوگا

نواں باب

طریقت میں وحدت، کشف قبور، جنات سے تعلق

اہل خانہ کے ساتھ آپ کا معاملہ، عجیب پانی

نواں باب

طریقت میں وحدت، کشف قبور، جنات سے تعلق

اہل خانہ کے ساتھ آپ کا معاملہ، عجیب پانی

طریقت میں وحدت

جیسا کہ لکھا جاچکا ہے کہ حضرت حافظ صاحب کو اپنے شیخ سے اس درجہ محبت و تعلق تھا کہ جتنے بھی بزرگ آتے تھے، بزرگ سمجھ کر خدمت سب کی کرتے تھے، مگر رجحان قلبی ایک ہی طرف تھا اور یہی تعلیم آپ مریدین و متعلقین اور جو سلوک کا راستہ طے کرنا چاہتے تھے، ان کو دیتے تھے، ارشاد فرماتے تھے کہ بھائی آنا جانا سب بزرگوں کے پاس رکھو، مگر اصلاحی تعلق کسی ایک سے رکھو کہ اس سے فائدہ نہیں ہوا کرتا، ادھر ادھر جانے سے، یہی وجہ ہے کہ حضرت گنگوہی نے ارشاد فرمایا تھا کہ ”اگر کسی ایک مجلس میں شبلی، جنید بغدادی اور حاجی جی ہوں تو ہم تو اپنے حاجی جی کی طرف گردن اٹھا کر دیکھیں گے“ مطلب یہ تھا کہ جب ہم نے اپنے قلب کا اور اصلاحی تعلق کا سوچ ایک پاور ہاؤس سے جوڑ دیا ہے، تو دوسرے پاور ہاؤسوں کی طرف کیونکر مائل ہوں کہ اس سے خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوسکتا، اسی طرح ایک مرتبہ راقم سطور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس (۱)

(۱) حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب جونپور کے رہنے والے ہیں، مظاہر علوم میں تعلیم حاصل کی، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سے فن حدیث میں کسب فیض کیا اور حدیث میں ان کے جانشین ہوئے، سلوک و طریقت کا تعلق بھی انہیں سے تھا، آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ اس وقت آپ فن حدیث میں ممتاز درجہ رکھتے ہیں، آپ کا درس حدیث سننے کے لیے مظاہر علوم سہارنپور میں دور دور سے طالبین آتے ہیں، اور حسب استطاعت مستفیض ہوتے ہیں۔

صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، چلنے سے قبل شیخ نے دریافت کیا اب کہاں جائے گا؟ میں نے جواب دیا، فلاں جگہ جاؤں گا، پھر پوچھا کیوں؟ میں نے کہا کہ فلاں بزرگ کے پاس، حضرت شیخ نے سمجھا کہ یہ ایسے ہی بزرگوں کو ٹرائی کرتا پھر رہا ہے، اس لیے فرمایا کہ ’’طریقت میں وحدت ہونی چاہئے، اب جب کہ تم ایک جگہ مرید ہو گئے تو سب بزرگوں کی ٹرائی کرتے نہ پھرو، ہاں البتہ ملاقات سب سے کرتے رہو‘‘ حضرت حافظ صاحب فرماتے تھے کہ فنائیت کے بغیر فائدہ نہیں ہوتا۔

کشف قبور

حضرت حافظ صاحب چونکہ اکثر مشائخ و بزرگوں کے مزارات پر جاتے اور ایصال ثواب کرتے تھے، جس کی وجہ سے ان کی ارواح سے آپ کی ملاقات ہو جاتی اور آپ جس علاقہ میں جاتے وہاں کے بزرگان دین اور مشائخ متقدمین کی ارواح سے آپ کا تعلق ہو جاتا، اسی طرح اگر کہیں قبرستان میں جاتے تو کشف قبور ہوتا اور قبروں کے احوال معلوم ہو جاتے، اس طرح کے بعض واقعات نقل کئے جاتے ہیں، آپ کے ایک متوسل لکھتے ہیں کہ ’’ایک مرتبہ حضرت حافظ صاحب ضلع انبالہ میں حضرت شاہ قمیص صاحب ساڈھورہ کے مزار پر تشریف لے گئے، ساتھ میں میں بھی تھا، حضرت نے ایصال ثواب کیا اور پھر مراقب ہو کر بیٹھ گئے، میں بھی آنکھیں بند کر کے بیٹھ گیا، کچھ دیر کے بعد حضرت نے پینے کا پانی طلب کیا، میں پانی لینے گیا، جب پانی بھر رہا تھا، حضرت اٹھ کر خود تشریف لائے اور فرمایا پانی سرکاری ٹنکی سے لو، میں نے کہا کہ حضرت اس میں پانی ٹھنڈا ہے، حضرت نے فرمایا کہ ابھی اشارہ ہوا ہے کہ یہاں جو بھی ہے سب چڑھاوے کا ہے، اس لیے میں خود آیا ہوں کہ تمہیں منع کر دوں، چنانچہ سرکاری ٹنکی کا پانی پیا، اسی سے وضو کیا اور نماز ادا کی‘‘ (۱) یہ اشارہ حضرت شاہ قمیص صاحب نے کیا

(۱) روایت خالد خانصاحب تیترو۔

تھا کہ یہاں جو بھی چیز ہے سب چڑھاوے کی ہے اور ’’وما اھل لغیر اللہ‘‘ کی بنا پر یہ حرام اور ناجائز ہے، اس لیے اس کا استعمال صحیح نہیں ہے۔

اسی طرح کا ایک واقعہ خالد خانصاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت حافظ صاحب ملا معزالدین جیت پوری کے ساتھ سوم ندی میں بیل گاڑی میں سوار ہو کر جا رہے تھے، پہلے ساڈھورہ (ضلع انبالہ) میں حضرت شاہ قمیص صاحب کے مزار پر جانا تھا، پھر چاند چک لعل دین صاحب کے یہاں جانا تھا، جب ندی کے بیچ میں پہنچے تو حضرت جی رونے لگے اور روتے روتے ایک قصہ سنانا شروع کیا کہ ۱۸۵۷ء میں جہاد ہوا جسے لوگ غدر کہتے ہیں، اس میں حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کی گرفتاری کے وارنٹ تھے، وہ ضلع انبالہ کے کسی گاؤں میں پناہ لئے ہوئے تھے، حاجی صاحب رات کو حضرت شاہ قمیص کے مزار پر جانے کے لیے ایک خادم ساتھ تھا، ایک دن حسب عادت جا رہے تھے، حاجی صاحب نے اچانک چیخ ماری، خادم نے سبب معلوم کیا، خادم کے اصرار پر حاجی صاحب کو بتانا پڑا کہ اس وقت مجھے شاہ قمیص صاحب کی روح لینے آئی ہے، میرے استقبال کے لیے ندی میں آ گئی ہے، مجھے شرم آ رہی ہے، اس وجہ سے رو رہا ہوں، خالد خانصاحب کہتے ہیں کہ اس وقت ملاجی معزالدین صاحب کی آنکھوں میں بھی آنسو تھے اور میں بھی حضرت جی کو دیکھ کر رو رہا تھا، میں نے ہمت کر کے حضرت سے کہا حضرت آپ یوں کیوں نہیں کہہ دیتے کہ مجھے بھی شاہ قمیص کی روح لینے آئی ہے، وہی ندی کا بیچ، وہی رونا اور ایسا ہی خادم ساتھ، حضرت جی نے بات بدلنی شروع کر دی، اور ندی سے باہر آ کر مزار پر چلے گئے۔

ایک جگہ حضرت قبرستان میں گئے، وہاں قبر کا حال کھلنے لگا، اس واقعہ کو ایک خادم نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت کا ۳؍دن برسہ گاؤں میں ٹھہرنا ہوا، ساتھ میں احقر بھی تھا، بہت دعا ہوئی، ذکر و فکر اور دعوت کا کام ہوتا رہا، دوسرے دن وہاں کے لوگ

حضرت سے کہنے لگے کہ حضرت جی آپ کا پرانوں سے بہت تعلق تھا، قبرستان میں تشریف لے چلئے تاکہ فاتحہ پڑھا جائے، حضرت نے منظور فرمالیا، اور قبرستان تشریف لے گئے، میں بھی ساتھ تھا، گاؤں کے خانصاحب لوگ بتلارہے تھے کہ یہ قبر میرے ابا کی ہے، یہ میری امی کی ہے، اور یہ فلاں عزیز کی ہے، حضرت فاتحہ پڑھتے ہوئے آگے چلتے رہے، ایک قبر پر پہنچے، وارثین نے کہا کہ حضرت یہ ہمارے ابا کی ہے، حضرت اس قبر کے پاس سے تیزی سے گزرے، پھر ایک قبر پر آئے اس کے وارثوں نے کہا یہ قبر ہمارے ابا کی ہے، خانصاحب کہتے ہیں اس صاحب قبر سے میں بھی خوب واقف تھا، حضرت نے حکم دیا کہ کپڑا بچھادو میں بیٹھوں گا، میں نے کپڑا بچھادیا، آپ کافی دیر تک بیٹھے رہے، یہاں تک کہ مغرب کی اذان کا وقت ہوگیا، حضرت جی اٹھ کر چل دیئے اور سب ساتھی بھی چل دئے، حضرت جی نے اچانک پیچھے مڑ کر دیکھا اور فرمانے لگے کہ نماز کا وقت ہورہا ہے، ورنہ اور بیٹھتا، خالد خانصاحب کہتے ہیں کہ رات کو سوتے وقت خانصاحب ابرارخاں نے اپنا خواب سنایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک کڑاہا آگ پر چڑھ رہا ہے، اس میں تیل ہے یا پانی میں پہچان نہ سکا، دو آدمی ایک آدمی کو پکڑ کر لائے اور اس کو اس کڑاہے میں ڈال دیا، وہ بہت تڑپا اور رویا اور جل کر کوئلہ ہوگیا، اس کے ساتھ برابر یہی معاملہ ہورہا ہے، حضرت نے فرمایا کہ وہ دو آدمی نہیں تھے بلکہ عذاب کے دو فرشتے تھے، ابرارخاں چلنے لگے، حضرت نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ بیٹھ جاؤ، جب سب چلے گئے، حضرت نے دریافت کیا، ابرارخاں جھوٹ نہ بولیو، آپ نے خواب فلاں آدمی کے بارے میں دیکھا ہے کیا؟ نام لے کر پوچھا، ابرار خاں نے کہا کہ خدا کی قسم حضرت اسی کے بارے میں دیکھا ہے؛ لیکن آپ کو کس طرح معلوم ہوگیا، حضرت نے بات رلادی اور اس سے کہا جاؤ، سوجاؤ، ابرارخاں چلے گئے، خالد کہتے ہیں کہ جب کوئی نہیں رہا، میں نے تنہائی میں حضرت سے دریافت کیا،

حضرت قبرستان میں آج آپ نے کیا دیکھا، حضرت نے فرمایا چھوڑ پرے سوجا، میں نے اصرار کیا، تب حضرت نے فرمایا میں نے ایک قبر پر وہی دیکھا جو ابرارخاں نے بتلایا ہے۔

دوسری قبر حافظ سردارخاں کی تھی، جب چلنے لگا ان کی روح کہہ رہی تھی کہ ابھی اور بیٹھ جاؤ، مجھے آپ کے بیٹھنے سے بہت سکون ہورہا ہے، پھر فرمایا کہ حافظ سردارخاں پر تو اللہ کا فضل ہورہا ہے۔

جنات سے تعلق

حضرت حافظ صاحب کا جنات سے بھی تعلق رہا ہے، آپ نے ان کو بھی روحانی غذا بہم پہنچائی ہے، کتنے ہی جنات کا آپ سے اصلاحی اور روحانی تعلق تھا، اور وہ آپ سے بیعت تھے، اسفار میں بھی آپ کے ساتھ بعض جن خدام رہتے تھے، آپ ان کے لیے اسی طرح دعا فرماتے تھے جس طرح بنی نوع انسان کے لیے، ان کے مردوں کے لیے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کرتے تھے، فرماتے تھے، یا اللہ مسلم جن وانسان سب کی مغفرت فرما، ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ میرا جنوں سے اس لیے تعلق ہے کہ میں ان کو پڑھ کر بخش دیتا ہوں، اسی وجہ سے وہ بہت لحاظ کرتے ہیں، ہم یہاں پر جنات سے متعلق چند واقعات نقل کرتے ہیں، حضرت حافظ صاحب سے ابراہیم نام کا ایک جن بیعت ہوا تھا، جو طاہر پور (ہریانہ) کے ایک لڑکے ولی الدین میں آیا کرتا تھا، اس کے بیعت ہونے کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ طاہر پور میں دن کے گیارہ بجے مسجد میں کلمہ شریف کا ذکر ہورہا تھا، وہ جن اس لڑکے میں آگیا، حضرت سمجھ گئے، لڑکے سے کہا میرے پاس آجا، ملا معز الدین ساتھ تھے، انہوں نے کہا کہ اس کو بیعت کرلو، حضرت نے فرمایا اس کو پوچھ لو نماز پڑھے گا، اور ہو یا نہیں؟ جن نے کہا کہ ہوں، تو اس جن کو

اس لڑکے میں بیعت کیا۔

ایک مرتبہ حضرت حافظ صاحب نگلی (ہریانہ) میں مقیم تھے، مجلس میں اس لڑکے کا ذکر ہورہا تھا جس میں ابراہیم جن آیا کرتا تھا، لوگ کہہ رہے تھے کہ اس کو جن الٹ پلٹ کر مارتا ہے، یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ جن پھوں پھاں کرتا ہوا آیا، حضرت جی نے فرمایا آج بھی تو نے لحاظ نہیں کیا، جن نے جواب دیا، حضرت آج تو ملنے آیا ہوں، حضرت نے پوچھا کہ اس لڑکے کو کیوں پریشان کرتے ہو، اس نے جواب دیا کہ اس نے ہمارے راستہ میں پیشاب کیا، حضرت نے فرمایا کہ اس کو کیا معلوم ہے تمہارا راستہ، اس کے بعد وہ جن اس لڑکے میں نہیں آیا۔

خالد خانصاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت نے ایک مرتبہ ایک جن کا واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ میں کھرگان کے علاقہ میں تھا، سنہٹی گاؤں میں ایک لڑکے میں جن آیا کرتا تھا، لڑکا خوبصورت تو تھا نہیں، ویسے ہی موٹا سا تھا، ایک مرتبہ وہ میرے پاس بیٹھا اور اپنے گھر کھانے کی دعوت کے لیے مصر ہورہا تھا، میں نے کہا میرا کھانا تو جمنا ندی کے کنارے رانا ماجرا گاؤں میں ہے، اتنے میں لڑکے میں وہ جن جس کا نام حافظ کلن تھا آ کر بولنے لگا، دعا سلام کے بعد کہنے لگا کہ اس کا کھانا قبول کرلو، میں نے کہا کھانا تو ماجرا گاؤں میں طے ہے، کہنے لگا ایک پرچہ لکھ دو، میں رانا ماجرا دے آؤں گا، میں نے پرچہ لکھ دیا اور کل دوپہر کا کھانا مان لیا، دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد ظہر کی نماز ادا کی اور سب ساتھی رانا ماجرا گئے، رانا ماجرا میں جس آدمی کے یہاں کھانا طے تھا، اس نے بتایا کہ میں مغرب کی نماز پڑھ رہا تھا میرے آگے ایک پرچہ پڑا تھا، میں نے اٹھالیا اور پڑھوایا اس میں لکھا تھا، کل دوپہر کو میں نہیں آ سکتا، میں نے کل دوپہر کا کھانا یہاں قبول کرلیا ہے، تو میں نے دوپہر کا کھانا نہیں بنوایا، اب آپ آ گئے، اب پکایا جائے گا، وہ حافظ کلن جن عجیب اخلاق کا تھا، سب سے بولتا تھا، ایک مرتبہ اس لڑکے میں پھر جن

80

آ گیا میں نے اس سے کہا کہ تجھے منع کیا تھا، پھر آ گیا کہنے لگا میں کلن نہیں ہوں، میں تو اس کا بھائی جمیل احمد ہوں، میں نہیں جاؤں گا، میں نے اس کو اچھی طرح سمجھایا تو وہ بھی چلا گیا اور اس لڑکے میں نہیں آیا۔

حضرت حافظ صاحب کو جس طرح جنات سے تعلق اور محبت تھی، وہ بھی آپ سے اسی طرح محبت کرتے تھے، آپ کا احترام اور ادب کرتے، آپ کی ہر بات کا لحاظ کرتے، بعض مرتبہ حضرت نے کسی کو روکا کہ شام ہوگئی، اب نہ جانا، صبح جانا، پھر اگر وہ چلا جاتا تو بعض جن اس کو راستہ میں جا کر پریشان کرتے کہ تو نے حضرت کی بات نہیں مانی، سفر میں اور خدام کی طرح جن بھی خدمت کرتے تھے۔

گھر والوں کے ساتھ آپ کا معاملہ

حضرت اپنی آخری عمر تک اپنے گھر والوں، اولاد، پوتوں کے حقوق ادا کرتے رہے، جب کسی سفر میں جاتے اور جب سفر سے آتے تو گھر پر تشریف لے جاتے، سب کے احوال دریافت کرتے، اور ضروریات معلوم کرتے، جب کہیں سے ہدایا و تحائف آتے تو اسے آپ چاروں لڑکوں کے گھر پہنچا دیتے، یہاں تک کہ روزانہ گوشت بھی خود ہی خادم سے منگواتے اور الگ الگ سب کے گھر پہنچاتے، سب کے درمیان مساوات کا معاملہ فرماتے، دیکھنے والوں میں نیا آدمی یہی تصور کرتا کہ حضرت ہی گھر والوں کے نان ونفقہ اور ان کی ضروریات کے ذمہ دار ہیں، حالانکہ وہ خود ذمہ دار اور صاحب حیثیت تھے، مگر یہ حضرت کا گھر والوں کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کا معاملہ تھا۔

عجیب پانی

حضرت حافظ صاحب کے پاس ایک عجیب وغریب اور بہت ہی بابرکت پانی تھا

جس کو حضرت ۳۵؍سال سے پڑھ رہے تھے، اس میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کا بھی پڑھا ہوا پانی تھا، اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کا بھی، اور بھی بہت سے بزرگوں کا پڑھا ہوا تھا، اس میں حضرت برابر آب زم زم ملاتے رہتے تھے، یہ پانی بہت ہی شفا بخش، ذہن و دماغ کے لیے باعث سکون اور تقویت کا ذریعہ نیز ہر درد اور ہر مرض کے لیے بے حد مفید تھا، سفر و حضر میں حضرت کے ساتھ رہتا تھا، اور بندگان خدا اور حاجت مندوں کو تقسیم کیا جاتا تھا، بہت لوگوں نے اس سے فائدہ اٹھایا، گویا ہر مرض میں اس کا استعمال باعث خیر ہوتا تھا، اس میں آب زم زم ہونے کی وجہ سے اس کو حضرت کھڑے ہو کر پینے کا حکم فرماتے جس کو بھی دیتے فرماتے بھائی اس کو ختم نہیں ہونے دینا، اس میں اور ملاتے رہنا اور چاروں قل پڑھ کر اور جو بھی پڑھو اس پر دم کر دیا کرو، خود حضرت جو عملیات کرتے سب کے بعد اس پانی پر دم کر دیتے، یہ پانی ایک بڑی شیشی میں رہتا تھا، حضرت کی وفات سے ایک سال قبل تک اس پر حضرت نے پڑھ کر جو دم کیا تھا، اس کی تفصیل خود حضرت نے اس طرح بیان کی تھی:

الحمد شریف: ایک کروڑ چالیس کے قریب

درود شریف: اٹھائیس لاکھ کے قریب

قرآن شریف: اٹھائیس سو تریپن کے قریب

یٰسین شریف: چودہ لاکھ کے قریب

بسم اللہ شریف: پچانوے لاکھ کے قریب

حضرت کی وفات کے بعد یہ پانی آپ کے پوتے ڈاکٹر شفیق احمد (جانشین حضرت) کے پاس ہے، نیز راقم سطور کے پاس بھی ایک شیشی تھی۔

81

دسواں باب

بیعت کی ابتداء وانتہا، علالت، آخری کلام، سفر آخرت، تجہیز و تکفین اور حلیہ مبارک

دسواں باب

بیعت کی ابتداء وانتہا، علالت، آخری کلام، سفر آخرت تجہیز وتکفین اور حلیہ مبارک

بیعت کی ابتداء وانتہاء

جیسا کہ گزشتہ اوراق میں لکھا جاچکا ہے کہ آپ نے سب سے پہلے بیعت جیت پور ضلع انبالہ کے ایک موضع میں کی، اس طرح اصلاح وارشاد کا پہلا دعوتی سفر وہیں سے شروع ہوا، جس کے محرک اول ملامعزالدین صاحب تھے، خدا کا کرنا ایسا ہوا (جس کی مصلحتوں کو کوئی نہیں جانتا) کہ آپ کی زندگی کا آخری سفر بھی اسی علاقہ میں ہوا، اگرچہ اس سفر کے محرک ملامہرالدین نگلی نمبر ۳۲ تھے، مگر ملامعزالدین بھی ساتھ تھے، جنھوں نے اپنی پوری زندگی حضرت حافظ صاحب کے ساتھ گزاردی اور دونوں حضرات نے اچھی طرح نبھادیا، یہ سفر رمضان سے کچھ دن پہلے ہوا، اس کے بعد کہیں کے سفر کی نوبت نہیں آئی سوائے سفر آخرت کے۔

علالت کا سلسلہ

حضرت کو وفات سے کئی سال پہلے سے شوگر کی شکایت تھی، مستقل اس کی دواوعلاج چلتا رہتا تھا، وقتاً فوقتاً دوسری بیماریاں جو ہوتی رہتی تھیں وہ الگ تھیں، مگر وفات والے

سال طبیعت زیادہ ناساز رہی، اگرچہ بیچ بیچ میں افاقہ ہوتا رہتا، اکتوبر ۱۹۹۵ء میں حالت بالکل مایوس کن تھی، مگر اللہ نے اپنا فضل فرمایا، اور حالت بحال ہوگئی، وفات سے دوتین ماہ قبل آپ کی وفات کی خبر بھی دور دراز تک پھیل گئی، راقم سطور کو رمضان سے دوڈھائی مہینے پہلے دومرتبہ اطلاع ملی کہ حضرت سفر آخرت اختیار کرچکے مگر تفتیش وتحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ وہ دوسرے عبدالرشید تھے، وہ بھی رائے پور ہی کے تھے، اس لیے اشتباہ ہوا، جہاں جہاں اطلاع پہنچی تھی، وہاں کے لوگ اپنی اپنی گاڑیاں لے کر رائے پور پہنچے کہ جنازہ میں شریک ہوں گے، حالانکہ حضرت بعافیت تھے، رمضان سے ایک ماہ پہلے بھی اسی طرح کی خبر پھیلی، اس میں بھی آنے والوں کا یہی حال رہا، اب بھی حضرت بخیر تھے، مگر یہ دونوں خبریں حقیقی سفر کی تمہید تھیں، رمضان ۱۴۱۶ھ سے پہلے لوگوں کی آمد کا سلسلہ زیادہ ہوگیا تھا، شاید غیب سے منادی ہوگئی ہو، کئی حضرات کو خلافت بھی دی، بعض کو یہ کہہ کر اجازت مرحمت فرمائی کہ تم ابھی اس قابل نہیں ہوئے ہو مگر وقت نہیں، اس لیے دے رہا ہوں، رمضان سے پہلے راقم سطور کے پاس لکھنؤ حضرت کے کئی خطوط آئے، جن میں حضرت نے رمضان میں اپنے پاس رہنے اور تراویح میں قرآن شریف سنانے کے لیے لکھا تھا، دوسال سے احقر ہی قرآن شریف سناتا تھا، رمضان سے تین چار دن پہلے خدمت اقدس میں حاضر ہوا، فرمایا کہ رمضان میں ہم کو ہی قرآن شریف سناؤ، مگر بدقسمتی سے امسال میں نے لکھنؤ ہی میں سنانے کا قصد کرلیا تھا اور بات بھی ہوچکی تھی، میں نے کہا کہ حضرت وہاں بات ہوچکی ہے، فرمایا کمبخت یہیں رہو، یہاں زیادہ فائدہ ہوگا، اس وقت اس کلمہ کے راز کا کس کو علم تھا۔

مرض وفات وآخری کلام

رمضان شروع ہوگیا، حضرت پہلا روزہ نہ رکھ سکے، دوسرا اور تیسرا اچھی حالت میں رکھا، حافظ محفوظ صاحب عالم پوری (مدرس مدرسہ فیض ہدایت درگلزار رحیمی خانقاہ رائے پور)

قرآن کریم سنا رہے تھے، مرض وفات کی رات میں حافظ محفوظ نے دو سپارے پڑھے، حضرت حافظ صاحب نے ان سے فرمایا ''پڑھا لے جتنا تیری مرضی ہو'' اسی رات آپ بڑے لطف لے لیکر اس شعر کو بار بار پڑھ رہے تھے:

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتے ہزاروں کی تقدیر دیکھی

ایک دوسرا شعر جس کو پڑھ رہے تھے۔

روح میری تن سے جب آزاد ہو
منھ میں کلمہ دل میں تیری یاد ہو (۱)

آخری بات جو آپ نے فرمائی جس کے بعد آپ نے کوئی بات نہیں کی، وہ ۴؍ رمضان ۱۴۱۶ھ جمعرات کی شب میں تقریباً گیارہ بجے فرمائی تھی، بھائی شمس الاسلام (۲) بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت کی خدمت کر رہا تھا، گیارہ بجے کے قریب رات میں آپ نے فرمایا کہ ''ولی کی صفت یہ ہوتی ہے کہ اگر اس سے کوئی سوال کرے کہ تیرا کیا مقام ہے، تو وہ حلف اٹھا کے کہہ سکتا ہے کہ دنیا کا میں سب سے بدترین انسان ہوں'' اس کے بعد حضرت نے مجھے لیٹنے کے لیے حکم فرمایا اور میں جا کر لیٹ گیا۔

۴؍ رمضان ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۵؍ جنوری ۱۹۹۶ء جمعرات کی شب میں سحری کے وقت حسب معمول خدام کو اٹھایا اور گھر والوں کو اٹھانے کے لیے فرمایا، اس کے بعد خادم محمد فرید بنارسی کو فرمایا کہ ''مجھے پیشاب کراؤ'' انھوں نے پیشاب کے لیے حضرت کو

---

(۱) روایت قاری محمد اکرم۔

(۲) بھائی شمس الاسلام امروہہ محلّہ کٹکوئی کے رہنے والے ہیں، یہ خانقاہ سراجیہ، کندیاں ضلع میانوالی پاکستان میں حضرت مولانا خاں محمد صاحب سے اصلاحی تعلق رکھتے ہیں، ان کے رائے پور آنے کا عجیب واقعہ ہے، جب رائے پور حضرت کے پاس پہنچے، دو تین دن ہی میں خلافت واجازت عطا فرمائی، یہ انھیں لوگوں میں سے ہیں جو وفات سے کچھ دن پہلے آئے اور وفات تک حضرت کے پاس رہے، بڑے نیک اور جلالی آدمی ہیں، اللہ ان کی عمر میں ترقی دے۔

استنجاء خانہ میں بٹھا دیا، وہ باہر نکلے تھے کہ اچانک اندر سے حضرت پکار رہے ہیں، دیکھا تو حضرت بے ہوش ہو کر گر پڑے تھے، آپ کو اٹھا کر باہر لایا گیا، ڈاکٹر شفیق آئے انہوں نے فوراً نبض دیکھی، انجکشن لگایا، مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا، آپ کی زبان بند ہو چکی تھی، اس کے بعد کچھ ارشاد نہیں فرمایا، بس یہیں سے آپ کا مرض وفات شروع ہوا۔

مرض بڑھتا گیا، جوں جوں دوا کی

طبی جدوجہد

جب صبح ہوئی اور کوئی فائدہ نہ ہو سکا، تو سہارنپور لے گئے، وہاں بھی خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا، پھر چنڈی گڑھ لے گئے اور وہاں اسپتال میں داخل کئے گئے، وہاں بھی کامیابی نہ ہو سکی، ڈاکٹروں نے بڑی کوشش کی، مگر ہوتا وہی ہے جو منظور خدا ہوتا ہے، اور

الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام دیا

وہاں معلوم ہوا کہ Brain Hemorrhage ہو گیا، (دماغی رگ پھٹ گئی) ڈاکٹر مایوس ہو گئے، اور انہوں نے کہا کہ چاہے لے جاؤ یا یہیں رکھو، اب معاملہ قابو سے باہر ہے، البتہ اگر یہاں رکھو گے اور خدانخواستہ معاملہ دوسرا ہو جائے، تو پھر قانونی طور پر Post Martam ہوگا، مجبوراً چنڈی گڑھ سے سہارنپور لائے اور پرانکر ہاسپٹل میں داخل کر دیا، سنیچر کے پورے دن وہیں رہے، ڈاکٹر جمعہ کو اپنی کوششیں کرتے رہے، ادھر مشیت خداوندی کچھ اور چاہ رہی تھی، اور حضرت خاموش اپنے رب سے لقاء کے منتظر تھے، اور زبان حال سے کہہ رہے تھے۔

فقیرانہ آئے صدا کر چلے ۞ میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے
جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم ۞ سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے (میر تقی میر)

مرض وفات کی ابتدا سے آخر تک جو خدام اور اہل بیت آپ کے پاس رہے ان

کے اسماء حسب ذیل ہیں:

بھائی محمد فرید بنارسی، بھائی شمس الاسلام امروہوی، مقبول احمد بن حضرت حافظ صاحب، ڈاکٹر شفیق احمد اور لئیق احمد نبیرگان حضرت، ان حضرات نے حضرت کی خدمت میں شب وروز ایک کر دیا تھا۔

وفات

حیات اور موت کا خالق تو حی قیوم ہے، صرف وہی ایک ایسی ذات ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی، اس کے علاوہ ہر ایک پر موت طاری ہونے والی ہے، ہر ایک کو موت کا مزہ چکھنا ہے، ارشاد باری ہے "کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ" چنانچہ حضرت حافظ صاحب کا بھی وہ وقت موعود آ گیا، اور دین کا وہ سورج جو ۱۹۱۰ء میں طلوع ہوا تھا، اپنی روحانی کرنوں، وعظ وارشاد، اصلاح وتربیت کے ذریعہ بہت سے گم گشتہ راہوں، روحانی مریضوں اور طالبین حق کو ۸۶/سال تک روحانی غذا پہنچا کر اور مردہ دلوں کی مسیحائی کر کے، ۷/رمضان ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۷/جنوری ۱۹۹۶ء اتوار کی شب میں تقریباً ۹/بج کر ۴۵/منٹ پر سہارنپور کے پرانکر ہاسپٹل میں ہمیشہ ہمیش کے لیے اس عالم کو اپنی روشن کرنوں سے منور کر کے غروب ہو گیا، اور جان جاں آفریں کے سپرد کی، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت حافظ صاحب کا سن وفات آیت قرآنیہ "ان رحمة اللّٰہ قریب من المحسنین" سے ۱۴۱۶ھ نکلتا ہے۔

موت اس کی ہے کرے جس پہ زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لیے

بھائی شمس الاسلام بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت کا وصال ہوا تو کمرہ میں ایک

ایسی خوشبو پھیلی کہ جو خدام باہر تھے فوراً اندر آ گئے:

چیست ازیں خوب تر در ہمہ آفاق کار — دوست رسد نزد دوست یا بہ نزدیک یار

نماز جنازہ

انتقال کے بعد خدام کو کچھ سمجھ میں نہ آیا، ہوش وحواس جاتے رہے اور سب پر حیرت کا عالم طاری ہو گیا، رات ہی میں جہاں جہاں کے فون نمبر معلوم ہو سکے فون سے اطلاع کر دی، اور صبح دس بجے نماز جنازہ کا اعلان کر دیا، اس کے بعد سہارنپور سے نعش مبارک کو بذریعہ گاڑی رائے پور لائے، گھر والے اور خدام مضطرب اور بے قرار تھے، سب کی زبان خاموش، لب ساکت تھے، جب صبح طلوع ہوئی، خاص خاص مقامات پر اطلاع کر دی گئی، قرب وجوار اور دیہات وغیرہ نیز جہاں کے فون نمبر معلوم نہیں تھے اور کوئی خبر دینے والا وہاں بروقت جا نہ سکا اطلاع نہیں ہوئی اور بہت سے لوگ نہ آ سکے، سوئے اتفاق راقم سطور(۱) بھی اس وقت لکھنؤ میں تھا، وہاں بھی اطلاع نہیں ہوئی، اس کے

(۱) راقم سطور ۷/رمضان ۱۴۱۶ھ بروز اتوار بعد نماز ظہر لکھنؤ سے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے پاس رائے بریلی تکیہ کلاں پہنچا، وہاں رات بھر پریشانی کے عالم میں رہا، اور نیند نہیں آئی (لیکن اس وقت معلوم نہیں تھا کہ اس پریشانی کا سبب کچھ اور ہے) رات بھر طرح طرح کے خیالات آتے رہے اور اس وقت یہ عہد کر لیا تھا کہ اب رمضان میں رائے بریلی نہیں آؤں گا، اگلے دن دوپہر کو واپسی کے وقت حضرت مولانا سے رخصتی کا جب مصافحہ کیا تو حضرت مولانا نے فرمایا "اوہو! معاف کیجئے گا ہم آپ کا خیال نہ کر سکے" اس جملہ سے تسکین خاطر ہوئی اور لکھنؤ واپس آ گیا، اسی دن راقم سطور نے حضرت مرشدی حافظ صاحب کے نام رائے پور ایک خط لکھا، اس خط کا جواب ۱۲/رمضان کو افطار سے پہلے راقم سطور کو لکھنؤ میں ملا، جو حضرت حافظ صاحب کے پوتے منشی عتیق احمد صاحب کے قلم سے تھا، اس میں انہوں نے حضرت اباجی کے بیمار ہونے اور انتقال ونماز جنازہ کی مختصر مگر پوری کیفیت لکھ رکھی تھی، میں پڑھتے ہی ہکا بکا رہ گیا، اس وقت کوئی ایسا آدمی پاس نہیں تھا جو تسکین دلاتا، مرشدی حضرت مولانا علی میاں صاحب اپنے وطن تھے، بہر حال حضرت کے ایصال ثواب کے لیے بہت سی جگہوں پر خطوط لکھے، اگلے دن ہمارے ایک ساتھی مولوی معاذ احمد کاندھلوی ندوی (جو اس وقت لکھنؤ ہی میں مقیم تھے) نے سکون دلایا، ہمت اور ڈھارس بندھایا، اللہ ان کو جزائے خیر دے، افسوس ہے کہ ان سطور کے لکھنے سے ایک روز قبل ۲۱/ذی الحجہ ۱۴۱۶ھ جمعہ کی شب میں ان کا ایکسیڈنٹ ہو گیا، ہسلی کی ہڈی ٹوٹ گئی، اللہ ان کو شفاء کلی دے۔

باوجود بھی مجمع اتنا تھا کہ آدمیوں کا جنگل ہی جنگل نظر آتا تھا، بہر حال غسل اور تجہیز و تکفین کا انتظام کیا گیا اور حضرت کے اسی کمرہ میں جس میں حضرت رہتے تھے، سنت کے مطابق غسل دیا گیا، غسل دینے والے حضرات حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب (خلیفہ و برادرزادہ حضرت) منشی عتیق احمد (نبیرہ حضرت) بھائی خالد خانصاحب (خلیفہ حضرت) راؤ مقصود خاں رائے پوری اور چودھری محمود حسن فتح پوری (معتقدین حضرت) تھے، غسل سے فراغت کے بعد کفن پہنایا گیا اور خوشبو کا استعمال کیا گیا، دوپہر ہو چکی تھی، آنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا، آخر کار نماز جنازہ کا وقت ظہر کے بعد رکھا گیا، ظہر کے وقت جنازہ خانقاہ میں لے جایا گیا اور ۷/رمضان ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۸/جنوری ۱۹۹۶ء اتوار کو بعد نماز ظہر خانقاہ میں حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مظاہری نے نماز جنازہ پڑھائی، دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ کئی ہزار آدمی نماز جنازہ میں شریک تھے، خانقاہ، باغ اور مسجد پوری بھری ہوئی تھی، اور پیر رکھنے کے لیے جگہ نہیں تھی، اسی دوران ایک آدمی آتا ہے (لوگوں نے بتلایا کہ مستری نفیس احمد کورٹ مکارم پور والے تھے) پہلے جنازہ کو دیکھ کر مسکرایا، پھر دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر کہنے لگا او لوگو! سن لو، او میرے پیارو! سن لو، یہ وہ ہستی ہے جب لوگ پنجاب میں گھر سے باہر نکلتے ہوئے ڈرتے تھے، اس نے پیدل چل کر ہمارے کنگنے کھلوائے، ہمارے چوٹے کٹوائے، ہمیں دوبارہ مسلمان بنایا، مسجدیں بنوائی اس کی زیارت کرلو، یہ جنتی ہے۔(۱)

مدفن

نماز جنازہ کے بعد اب آخری مرحلہ مدفن کا تھا، جب آپ کو اٹھا کر مدفن کی طرف چلے تو لوگوں کا ہجوم زبان حال سے کہہ رہا تھا:

(۱) روایت منشی عتیق احمد رائے پوری۔

سلطاں خوباں می رود ہر سو ہجوم عاشقاں
نازی سواراں اک طرف مسکیں گدایاں اک طرف

چنانچہ آپ کو خانقاہ کے اس قبرستان میں لے جایا گیا جو مسجد سے شمال میں ہے، جس میں آپ کے والد حضرت ملا عبدالعزیز صاحبؒ، آپ کی والدہ اور آپ کی اہلیہ مدفون ہیں، آپ کے والد صاحب کے جوار میں آپ کو "مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى" کہہ کر سپرد خاک کر دیا گیا۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

سب لوگ فاتحہ پڑھ کر اور ایصال ثواب کر کے "مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ تجھے" کہتے ہوئے بادیدہ نم واپس ہوئے، گویا ہر ایک خاص حالت میں سنبھل کر کہتا ہوا جا رہا تھا۔

اللہ ان پہ بارش رحمت ہو دم بدم
ان کے لیے کھلیں تیرے رحم و کرم کے باب

حلیہ مبارک

حضرت حافظ صاب کا قد میانہ، بدن قدرے ہلکا پھلکا، چہرہ مبارک روشن، گلابی اور خوبصورت جسے دیکھ کر خدا یاد آجاتا تھا، داڑھی گھنی، سڈول، خوشنما اور سفید تھی، پیشانی کشادہ، ناک موٹی اور اونچی نور کی طرح روشن تھی، دانت اور ہونٹ پان کی وجہ سے قدرے سرخ مائل رہتے تھے، بشرہ سے شرافت و بزرگی نمایاں طور پر محسوس ہوتی تھی، عمر کے ڈھلنے کے ساتھ ساتھ جمال میں بھی اضافہ ہو رہا تھا، سر کے بال سب کے سب سفید تھے، نظر آخری وقت تک برابر قائم رہی، البتہ پڑھتے وقت عینک لگاتے تھے، لباس سفید پہنتے، کلیوں کا قمیص، مغلی پاجامہ اور سر پر گول ٹوپی لگاتے تھے، نماز کے وقت عمامہ باندھتے اور سوا بالشت پیچھے چھوڑتے تھے، سردیوں میں واسکیٹ اور جرسی پہنتے

تھے، کپڑے ہر موسم میں ایک ہی رہتے تھے، چلتے وقت ہاتھ میں عصا رکھتے تھے، وضع قطع رفتار و گفتار، قیام و طعام میں سادگی اور استقامت اختیار کرتے تھے۔

ڈاکٹر شفیق احمد صاحب کی جانشینی

حضرت حافظ صاحب کی تدفین کے بعد رات میں مغرب بعد حضرت کے سب خلفاء (جو اس وقت حاضر تھے) جمع ہوئے اور سب نے مشورہ کیا کہ حضرت کی وفات کے بعد یہ جگہ خالی نہ ہونی چاہئے اور رشد و ہدایت، وعظ و ارشاد، دعوت و تبلیغ اور اصلاح و تربیت کا سلسلہ اسی طرح جاری رہنا چاہئے، اس لئے اب ایسی شخصیت کے انتخاب کا مسئلہ تھا، جو اس کی صلاحیت بھی رکھتی ہو اور اس بارگراں کو اٹھانے کی حامل بھی ہو، حضرت حافظ صاحب کے دو پوتے ڈاکٹر شفیق احمد صاحب (۱)

(۱) ڈاکٹر شفیق احمد صاحب حضرت حافظ صاحب کے بڑے صاحبزادے حافظ احمد سعید صاحب کے بڑے فرزند ہیں، ۱۹۵۶ء میں پیدائش ہوئی، ابتدائی تعلیم رائے پور کے چھپر والے مدرسہ (جو اس وقت فیض ہدایت رحیمی کے نام سے موسوم ہے) میں حاصل کی، قرآن شریف اور دینیات کی کتابیں پڑھیں، مختلف اساتذہ سے کسب فیض کیا، جن میں ایک ملا مہر الدین صاحب ہیں، دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد علوم عصریہ کی تعلیم کا شوق ہوا، اور ۱۹۷۱ء میں آشارام انٹر کالج وکاس نگر دہرہ دون میں رہ کر دسویں کلاس پاس کی، ایس ڈی انٹر کالج سہارنپور سے ۱۹۷۶ء میں ۱۲/ویں کلاس کا امتحان دیا، ۱۹۷۴ء اور ۱۹۷۵ء میں ادیب ماہر، ادیب کامل کا امتحان دیا، ایم ایس انٹر کالج سہارنپور میں بی ایس سی شروع کی تھی کہ ۱۹۷۶ء میں علیگڑھ میں انتخاب ہو گیا، ۱۹۸۱ء میں علی گڑھ سے بی یو ایم این ایس کی ڈگری حاصل کی اور دو سال کا تجوید کا کورس کر کے ڈپلومہ کا سرٹیفکٹ حاصل کیا، علی گڑھ کے قیام کے دوران تبلیغی جماعت میں جانے کا شوق ہوا، اور وہاں پر چھ چلے جماعت میں لگائے اور ۱۹۸۲ء میں حضرت کے حکم سے رائے پور میں مطب قائم کیا، جس میں آپ نے مخلوق خدا کی بے لوث خدمات انجام دیں، ۱۹۸۶ء میں رائے پور میں رحیمیہ چلڈرنس اکیڈمی (جو اس وقت مختار رحیمی چلڈرنس اکیڈمی کے نام سے ہے) قائم کی، جس کا مقصد مسلمان طلبہ کو عصری علوم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیمات سے روشناس کرانا اور ان میں دینی بیداری پیدا کرنا ہے، ڈاکٹر صاحب کو اللہ تعالی نے بیدار مغزی، مسلمانوں کے حالات سے دلچسپی، اور اسلامی فکر نیز حالات حاضرہ کے تقاضوں کے سمجھنے اور ان کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت سے نوازا ہے، ذکر و اذکار اور خدمت خلق میں مشغول رہتے ہیں، حضرت کی خصوصی توجہ آپ کے ساتھ رہی اور اسفار میں بھی حضرت کے ساتھ رہے ہیں، آخری وقت میں حضرت ہر سفر میں ساتھ لے جاتے تھے۔

اور منشی عتیق احمد صاحب (۱) دونوں حضرت کے مجاز ہیں، اس لائق تھے کہ ان میں سے جس کو چاہے اس دولت کا ذمہ دار بنا دیا جائے، چنانچہ چھوٹے پوتے منشی عتیق صاحب اور تمام خلفاء کے مشورے سے یہ بات طے ہوئی کہ ڈاکٹر شفیق احمد صاحب جو واقعی اس کے اہل ہیں اور ذاکر و شاغل، دینی مزاج، جہاد کا ذوق، قوم کی فکر رکھنے والے ہیں ان کو یہ ذمہ داری سپرد کی جائے۔

چنانچہ حضرت ملا معز الدین صاحب جیت پوری خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری نے تمام خلفاء و حاضرین، خدام اور اہل بیت کے مجمع میں ڈاکٹر شفیق احمد صاحب کے سر پر جانشینی کی دستار باندھی اور مجمع میں اس کا اعلان کر دیا، سب نے اس کی تائید کی، ڈاکٹر شفیق احمد صاحب اس ذمہ داری کو نبھانے کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، اور الحمد للہ اسی طرح جس طرح حضرت سفر کرتے تھے اور لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے، سفروں میں جاتے ہیں اور اچھا کام کر رہے ہیں، اطال اللہ بقاءہ

(۱) منشی عتیق احمد صاحب ۱۹۵۹ء میں پیدا ہوئے، آپ ڈاکٹر شفیق احمد صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں، ابتدائی تعلیم مدرسہ فیض ہدایت گلزار رحیمی خانقاہ رائے پور میں حاصل کی، قرآن کریم اور دینیات کی تعلیم کے بعد جونیر ہائی اسکول پاس کیا، پھر گورنمنٹ ہائی اسکول میں سائنس سائڈ سے دسویں پاس کی، اس کے بعد آشارام ویدک انٹر کالج وکاس نگر دہرہ دون سے ۱۹۸۱ء میں بائی لوجی سے بارہویں کی، اس کے بعد میرٹھ یونیورسٹی سے بی کام، ایم کام کیا، اور اردو سے ایم اے کیا، ۱۴۰۲ھ میں مدرسہ فیض ہدایت در گلزار رحیمی خانقاہ رائے پور میں تقرر ہوا، اور دفتری امور کی انجام دہی کا فریضہ سپرد ہوا، اور ساتھ ساتھ مختار رحیمی چلڈرنس اکیڈمی رائے پور کی ذمہ داری بھی آپ ہی کے سپرد ہے، آپ بڑی حوصلگی اور دلجمعی سے یہ خدمات انجام دے رہے ہیں، ذاکر و شاغل اور حضرت حافظ صاحب کے خلفاء میں سے ہیں اور حضرت مفتی عبد القیوم صاحب کے داماد ہیں۔ اطال اللہ عمرہ

گیارھواں باب

محبت الٰہی، محبت رسول، عشق صحابہ، شیخ اور اکابر سے تعلق

گیارہواں باب

محبت الٰہی، محبت رسول، عشق صحابہ، شیخ اور اکابر سے تعلق

اللہ کی محبت حقیقی زندگی کے حصول کا سبب

اللہ تبارک وتعالی ارشاد فرماتا ہے:

"وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّالِلّٰہِ"(۱) جولوگ ایمان لائے وہ خدا سے سب سے زیادہ محبت رکھتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ کی محبت ایمان کی سب سے بڑی علامت بتائی گئی ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی محبت الٰہی میں سرشار تھی اور آپ یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

"اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ وَاَھْلِیْ وَمِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ"(۲) اے اللہ! تو اپنی محبت کو میری جان سے میرے اہل وعیال سے اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ مجھے محبوب بنا۔

صوفیائے کرام نے لکھا ہے کہ انسان کی پیدائش کا سب سے بڑا مقصد اللہ رب العالمین کی محبت ہے، یعنی اللہ کی محبت انسانی زندگی کا راز ہے، اگر محبت الٰہی کی آگ دل میں نہ ہوتو وہ گوشت کا ایک بے جان سا ٹکڑا ہے، اگر اس میں محبت الٰہی اور عشق

---

(۱) سورہ بقرہ آیت ۱۶۴۔

(۱) سنن ترمذی کتاب الدعوات حدیث نمبر ۳۴۱۲

خداوندی کی گرمی ہے تو دل انوار ربانی کا مرکز بن جاتا ہے، جیسا کہ کسی نے کہا ہے:

سلامتی دل عشاق از محبت تست
وگرنہ ایں دل پرخوں چہ جائے منزل تست

اللہ کی محبت ہی سے عاشقوں کے دل صحیح وسالم رہتے ہیں، اور اللہ کی محبت کے سوا یہ دل محض خون سے بھرا ہوا جسم کا ایک ٹکڑا ہے اور کچھ بھی نہیں'' محبت کے معنی یہ ہیں کہ ہمیں اللہ کے لیے مرنا اور اللہ کے لیے جینا آ جائے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ انسان دنیا ومافیہا سے بالکل قطع تعلق کرے اور ایک گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر عبادت کرنے لگے بلکہ دنیاوی تمام تعلقات کے ہجوم میں رہ کر اپنے معبود حقیقی کو نہ بھولے، اللہ کی دی ہوئی نعمت سے دنیا میں فائدہ اٹھائے، شادی بھی کرے، کھائے پئے بھی، اللہ کی مخلوق سے بھی ملے، بازار سے سودا سلف بھی لائے، تجارت اور کاروبار بھی کرے؛ لیکن اس طرح کے ہر کام میں اللہ تعالی کی رضامندی اور خوشنودی مطلوب ہو، دنیا کی محبت وزیبائش اور اس کے نقش ونگار دل میں جگہ نہ کرنے پائیں، جب یہ تمام چیزیں پیدا ہو جائیں گی تو حقیقی زندگی حاصل ہو جائے گی۔

خدا کی محبت کے اثرات

جن بندوں کے دلوں میں اللہ کی محبت گھر کر لیتی ہے، انہیں ہر وقت یہ دھن لگی رہتی ہے کہ اللہ کی رضا کس طرح حاصل ہو، وہ صبح وشام کثرت سے اپنے رب کو یاد کرتے ہیں، کبھی رکوع میں جھکے ہوتے ہیں، اور کبھی سجدے میں پڑے ہوئے نظر آتے ہیں، دنیا میں مسافر کی طرح زندگی گزارتے ہیں، دنیاداروں سے زیادہ میل جول اور فضول گفتگو نہیں کرتے، اپنے مولائے حقیقی کی یاد میں دنیا کی لذتوں اور آسائشوں کو خیرباد کہہ دیتے ہیں، انہیں دنیا کی لذتیں مردار کے مانند دکھائی دیتی ہیں، دنیا کی زیبائش

انہیں ویران نظر آتی ہے، وہ زبان حال سے کہتے ہیں:

رنگ رلیوں پہ زمانے کی نہ جانا اے دل
یہ خزاں ہے جو بانداز بہار آتی ہے

خدا کی محبت حاصل ہونے سے آدمی ہر قسم کے آداب واخلاق سیکھتا ہے، مخلوق کے ساتھ حسن سلوک اور شفقت کا برتاؤ کرتا ہے، اپنی مرضیات اور خواہشوں کو اللہ کی مرضی کے تابع بنا دیتا ہے، اس کا دل یاد الٰہی سے زندہ رہتا ہے، کبھی مردہ نہیں ہوتا، وہ خدا کی محبت میں دیوانہ اور اس کا غلام نظر آتا ہے، محبت سے ساری تلخیاں شیریں ہو جاتی ہیں، محبت سے تانبا سونا ہو جاتا ہے، خدا کی محبت سے مردہ دل زندہ ہو جاتا ہے، محبت سے بادشاہ غلام بن جاتا ہے، جس کو اللہ تعالی اپنا بنا لیتا ہے اس کو دنیا سے بے رغبت فرما دیتا ہے۔

خدا کی محبت کے بعد تمام چیزیں ہیچ معلوم ہوتی ہیں

جب خدا کی محبت دل میں گھر کر جاتی ہے تو ہر چیز اس کے سامنے ہیچ ہو جاتی ہے، کسی اور کی محبت دل میں نہیں سماتی ہے، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو دیکھئے کہ انہوں نے اپنے وطن کو چھوڑا، اپنے مال، اپنی جائیداد، اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو چھوڑا، اور مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت کر کے چلے، اسی پر بس نہیں بلکہ اپنی اولاد کو چھوڑ دیا اور اپنی جانیں تک قربان کر دیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایک صاحبزادے غزوۂ بدر میں کفار کے لشکر میں مسلمانوں کے مدمقابل تھے، اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے، غزوہ بدر کے بعد ایمان کی دولت سے مشرف ہوئے، تو ایک روز اپنے والد محترم صدیق اکبرؓ سے کہنے لگے کہ جنگ بدر میں کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ میری زد میں آئے، اور میں اس وقت آپ پر حملہ کرتا تو آپ میرے حملہ سے نہ بچ سکتے تھے، مگر یہ خیال کر کے کہ میرے باپ ہیں، میں نے ایسا نہیں کیا، سیدنا ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر اس وقت تو میری زد میں آ جاتا، میں تجھے قتل کئے بغیر ہرگز نہیں چھوڑتا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

لَاتَجِدُقَوماً یُّؤمِنُونَ بِاللّٰہِ وَالْیَومِ الْآخِرِ یُوَآدُّونَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُولَہٗ وَلَوکَانُوآ اٰبَاءَ ھُمْ اَوْاَبْنَآءَ ھُمْ اَوْاِخْوَانَھُمْ اَوْعَشِیْرَتَھُمْ اُولٰئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوبِھِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَھُمْ بِرُوحٍ مِّنْہُ"۔(۱)	"تو نہ پائے گا کسی قوم کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ پر اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ایسوں سے، جو مخالف ہوئے اللہ کے اور اس کے رسول کے، خواہ وہ اپنے باپ ہوں یا اپنے بیٹے یا اپنے بھائی، یا اپنے گھرانے کے، ان کے دلوں میں اللہ تعالی نے لکھ دیا ہے ایمان، اور ان کی مدد کی ہے غیب کے فیض سے"۔

جب دل میں اللہ کی محبت گھس گئی تو پھر کسی دوسرے کی محبت کا کیا سوال ؟ اللہ کی محبت کے سامنے پھر کسی دشمن خدا کی پروا نہیں ہوتی ، اپنے حقیقی بیٹے کے حق میں ایسا جذبہ خدا کی حقیقی محبت حاصل ہوئے بغیر پیدا نہیں ہوسکتا، خدا کی محبت جب دل میں گھر کر جاتی ہے، باپ اور بیٹے کی محبت بھی پھر خدائی قانون پر عمل کرنے سے نہیں روک سکتی ہے، محبت الٰہی سے قلب میں راحت ہوتی ہے، محبت الٰہی مصیبتوں سے نجات کا ذریعہ ہے، محبت الٰہی سے مخلوق خدا کی خدمت نصیب ہوتی ہے (۲) غرض یہ کہ جس کو محبت الٰہی نصیب ہوگئی اس کو سب کچھ مل گیا، کیونکہ ہر چیز کا ماخذ ومصدر، ملجاوماوی، خالق ومالک خدا ہی کی ذات باکمال ہے۔

اللہ کے ولی محبت الٰہی میں مست اور ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں ، حضرت حافظ

(۱) سورۃ المجادلہ آیت ۲۲۔

(۲) محبت خداوندی کی یہ پوری تفصیل حذف وضبط کے ساتھ "محبت الٰہی" مصنفہ مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی مفتی دارالعلوم دیوبند سے اخذ کی گئی ہے۔

صاحب پر اللہ کی محبت کا ایسا غلبہ تھا کہ وہ محبت الٰہی کے دیوانے تھے۔

بنگر ایشاں را کہ مجنوں گشتہ اند ❁ ہمچو پروانہ بوصلش کشتہ اند

حضرت حافظ صاحب نے خدا کی محبت میں اپنے آپ کو مٹا دیا تھا، اور اس کو تعلیماً یوں ارشاد فرماتے تھے۔

جب خودی اپنی مٹائی تب خدا مجھ کو ملا
پھر تو زندہ کردیا مجھ کو عشق فنافی اللہ نے

واقعہ یہی ہے کہ اصل اور مقصود کو پانے کے لیے بہت کچھ مجاہدات وریاضات کرنی پڑتی ہیں ، اپنے آپ کو بالکل کچھ نہ سمجھنا ہوتا ہے، تب آدمی فائز المرام اور گوہر اصلی کو پانے والا ہوتا ہے۔

محبت رسول اور عشق صحابہ

چونکہ تمام سلاسل تصوف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا فیض جاری وساری ہے، سارا دین اور قرآن مجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امت کو پہنچا ہے، نیز تمام اولیاء اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کی دولت یعنی انوار نبوت (جو کہ نور یقین ومشاہدہ اور معرفت ذات وصفات حق تعالی شانہ سے عبارت ہیں) کو صحبت کے ذریعہ درجہ بدرجہ حاصل کیا ہے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور فنافی الرسول ہونا بہت ضروری ہے، کیونکہ فنافی الرسول کا درجہ حاصل کئے بغیر نہ تو فنافی اللہ کا مرتبہ نصیب ہوسکتا ہے نہ بقاء باللہ کا، اور کوئی ولی کامل اور عارف باللہ عشق رسول کے بغیر ان مراتب کو نہیں پہنچ سکتا، نہ ہی عشق رسول کے بغیر اتباع سنت رسول نصیب ہوسکتا ہے؛ لیکن یہ چیز ان لوگوں کو قریب سے دیکھنے سے اور کچھ عرصہ ان کی صحبت میں رہنے سے ہی معلوم ہوسکتی ہے، حضرت حافظ صاحب کے اندر بھی عشق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدرجہ کمال تھا، اس کا اندازہ آپ کی دعاؤں، اتباع سنت پر مداومت اور کثرت درود سے ہوسکتا ہے، اس محبت رسول اور جذبہ عشق کی تسکین کی خاطر ان اشعار اور کلام کو سنتے اور پڑھتے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت اور مدح میں ہیں، ان نعتیہ اشعار کے سنتے وقت اکثر آنکھیں آنسوؤں سے تر رہتیں اور ایک عجیب کیفیت طاری ہوتی تھی، اسی وجد کے عالم میں (جیسا کہ پہلے بھی لکھا گیا ہے) پسندیدہ اشعار کو مکرر پڑھنے کی فرمائش کرتے اور فرماتے ٹھیک ہے، بالکل ٹھیک، بہت ٹھیک، کثرت درود کا بہت اہتمام کرتے تھے، اور فرماتے کہ اگر حضور کی پوری محبت نہ ہو تو ایمان کامل نہیں ہوتا، اس کو کسی شاعر نے اس طرح کہا:

خدا کا ماننے والا مسلماں ہو نہیں سکتا
بجز حب نبی کامل تو ایماں ہو نہیں سکتا

ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

نماز اچھی، زکوۃ اچھی، حج اچھا، روزہ بھی اچھا
مگر میں باوجود ان کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

اسی طرح آپ کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی حد درجہ محبت وتعلق اور عشق تھا، صحابہ کے بارے میں فرماتے تھے کہ صحابہ سے محبت رکھنا بہت ضروری ہے کیونکہ وہ معیار حق ہیں، ان سے محبت رکھنا اللہ کے رسول سے محبت رکھنا ہے، اور ان سے نفرت کرنا اور بغض رکھنا اللہ کے رسول سے نفرت کرنے اور بغض رکھنے کے مرادف ہے، اس طرح آپ کے قول وفعل سے عشق رسول اور محبت صحابہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

شیخ اور اکابر سے تعلق

شریف الفطرت اور کریم النفس انسان جس سے کوئی نعمت پاتا ہے، ساری عمر اس کا احسان مانتا ہے، اور چونکہ حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

"مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ"(۱) جو آدمی لوگوں کا شکر نہیں ادا کرتا وہ خدا کا بھی شکر گزار نہیں ہوسکتا،

اس وجہ سے اور اپنی شرافت وکرامت کی بنا پر حضرت حافظ صاحب بھی اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کی محبت وعقیدت سے لبریز تھے، کیونکہ آپ کو ایک عرصہ تک حضرت شیخ کی خدمت بابرکت میں رہنے کا موقع ملا تھا اور شیخ سے خصوصی قرب حاصل ہوگیا تھا، شب وروز جلوت وخلوت میں شیخ کی زندگی کا بنظر غائر مطالعہ کیا تھا، اس لئے آپ پر حضرت شیخ کی صفات وکمالات کی جھلک منکشف تھی، نیز آپ کو حضرت کے اخلاص وللّٰہیت، بےنفسی وفنائیت، اجتہاد وبصیرت پر پورا اعتماد واعتقاد تھا، اور اپنے شیخ اور شیخ الشیخ سے اس درجہ تعلق، محبت اور عقیدت تھی کہ ہر دعا میں ان کو یاد فرماتے تھے، کہ یا اللہ شاہ عبدالرحیم کا فیض عام کردے اور یا اللہ شاہ عبدالقادر کے درجات بلند فرمادے، اسی طرح اپنے سلسلہ کے تمام مشائخ اور اکابر سے بڑا تعلق تھا، خود فرماتے تھے کہ حضرت سے اس درجہ محبت وتعلق تھا کہ حضرت کے زمانہ میں بہت سے بزرگ آتے تھے مگر کسی کی طرف خیال نہیں جاتا تھا، ہاں بزرگ سمجھ کر خدمت سب کی کرتا تھا، اور زیارت بھی کرتا تھا۔

(۱) سنن ترمذی کتاب البر والصلۃ حدیث نمبر ۱۸۷۸

بارھواں باب

اوصاف وخصائل

بارھواں باب

اوصاف وخصائل

سنت کا اہتمام

سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کو کہتے ہیں، کیونکہ بغیر اتباع سنت کے کوئی بھی آدمی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا، اس لیے منزل تک پہونچنے کے لیے نبی اور نبی کی سنت کی اتباع و پیروی نہایت ضروری ہے:

خلاف پیمبر کسے راہ گزیر ۞ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

کسی ولی اور بزرگ کی عنداللہ مقبولیت اور اس کو ولایت و بزرگی کا درجہ حاصل ہونے کے لیے شریعت واتباع سنت ہی کسوٹی ہے، خوارق اور کشف وکرامات کوئی چیز نہیں، جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت سے محبت اور اس پر عمل کرنے کا جذبہ نہ ہو، اسی لئے اولیاء اللہ کے یہاں اتباع سنت کا خاص اہتمام ہوتا ہے، حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی سنتوں کا بہت اہتمام کرتے تھے، اور دوسروں کو بھی سنت پر عمل کرنے اور سنت کا اہتمام کرنے کی تائید وتلقین کرتے تھے، کھانے پینے میں، اٹھنے بیٹھنے میں، سونے جاگنے میں، چلنے پھرنے میں، سفر وحضر میں، عبادت وریاضت میں سنت کا پورا پورا اہتمام کرتے تھے، سنت کی خلاف ورزی ذرا بھی گوارا نہیں کرتے تھے، اور اس پر سختی سے نکیر کرتے تھے۔

ایک مرتبہ راقم سطور حضرت کے ساتھ سفر میں ضلع مظفرنگر کے ایک موضع بھیجڑی

میں تھا، نماز حضرت کو سفر وحضر میں راقم سطور ہی پڑھاتا تھا، ایک دن مغرب کا وضو کرنے کے بعد (اتفاق سے مسواک غائب ہوگئی تھی) حضرت نے مجھ سے دریافت کیا، قاری جی وضو میں مسواک کی ہے یا نہیں؟ چونکہ میری مسواک غائب ہوگئی تھی، اس لیے میں نے جواب دیا، نہیں! حضرت نے ناراضگی کا اظہار کیا، اور فرمایا کہ ''سنت ہے مسواک کرنا اور مسواک کے ساتھ ستر نمازوں کا ثواب ملتا ہے'' اور مغرب کی نماز مجھ سے نہیں پڑھوائی، رات ہی میں لوگوں کو شہر مظفر نگر بھیجا اور وہ مسواک لے کر آئے، تب راقم نے عشاء کی وضو میں مسواک کی اور عشاء کی نماز پڑھائی، خود حضرت مسواک کا اس قدر اہتمام کرتے تھے کہ اگر وضو کے درمیان حدث لاحق ہوجاتا، دوبارہ وضو کرتے، تب بھی مسواک نہ چھوڑتے۔

مسواک کرنا سنت تو ہے ہی، اس کے دیگر فوائد بھی ہیں، مثلاً منھ کو صاف کرتی ہے، خدا کو خوش کرتی ہے، شیطان کو تکلیف دیتی ہے، کراماً کاتبین کو دوست رکھتی ہے، دانتوں کو مضبوط رکھتی ہے، حضرت فرماتے تھے کہ ''مسواک کرنے والے کا مرتے وقت زبان سے کلمہ جاری ہوجائے گا'' کیونکہ آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق اور نبی کی سنت اور نبی کے قول وفعل سے پوری محبت تھی، اس لیے بعض ایسی سنتوں پر جن کی طرف بعض اہل علم کا بھی خیال تک نہیں جاتا کہ یہ سنت ہے یا نہیں، عمل پیرا ہوتے اور ان پر پابندی کی تاکید کرتے تھے، مثلاً ڈپٹا (عمامہ) اس کا رواج آج کل اہل علم کے طبقہ سے بھی نکل گیا ہے بلکہ بعض خواص کے یہاں بھی اس کا اہتمام نہیں، حضرت حافظ صاحب ہر نماز کے وقت ڈپٹا باندھتے تھے اور ایک بالشت پیچھے چھوڑتے تھے، جو امامت کرتا اس سے بھی عمامہ کا اہتمام کراتے تھے، راقم سطور کو بھی نماز کے وقت تاکیداً فرماتے تھے ''قاری جی ڈپٹا باندھ لو، اس سے ستر نمازوں کا ثواب ملتا ہے، ڈپٹا بھی سنت ہے''۔

نقش قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

باوضو رہنے کا اہتمام

حضرت حافظ صاحب باوضو رہنے کا اہتمام کرتے تھے، جب بھی کوئی نواقض وضو پیش آتا، فوراً وضو کرتے تھے، اخیر میں ضعف اور کمزوری کی بنا پر زیادہ دیر تک وضو کا ٹھہرنا بڑا دشوار ہوتا تھا، تاہم کوشش یہی کرتے کہ باوضو رہیں، ایک مرتبہ راقم سطور حضرت کے ساتھ ہریانہ کے سفر (۱) میں تھا، جیت پور جاتے ہوئے راستہ میں خضرآباد شرقی کی جامع مسجد میں مغرب کی نماز ادا کی، جب گاڑی سے اترنے لگے اس وقت احقر سے دریافت کیا، قاری جی وضو ہے؟ میں نے کہا کہ حضرت یاد نہیں، وضو ہے یا نہیں، مغرب کی نماز بعد جب گاڑی میں سوار ہوئے تو حضرت نے فرمایا ''قاری جی باوضو رہنے کی کوشش کیا کریں، مگر زبردستی نہ کریں، اس سے ستر ہزار فرشتے دعائے مغفرت کرتے ہیں'' اسی طرح اور بھی خواص متعلقین کو باوضو رہنے کی ترغیب دلاتے تھے، آپ کے باوضو رہنے کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جو مولانا محمد طاہر صاحب مظاہری (۲) نقل کرتے ہیں کہ ''میں اور حضرت حافظ صاحب رکشہ پر سوار ہوکر کہیں جارہے تھے، راستہ میں رکشہ خراب ہوگیا اور مغرب کی نماز کا وقت ہوگیا، حضرت حافظ صاحب چونکہ باوضو تھے، اس لیے فوراً مغرب کی نماز پڑھنے میں مشغول ہوگئے اور میرا وضو نہیں تھا''۔

---

(۱) یہ سفر حضرت حافظ صاحب کے ایک مخلص معتقد نمبردار مولدین (صحیح نام معلوم نہیں) کے انتقال کے بعد ۲/شوال ۱۴۱۵ھ مطابق ۴/مارچ ۱۹۹۵ء کو ان کی تعزیت اور ایصال ثواب کی غرض سے ہوا تھا، مولدین صاحب کاشتکار آدمی تھے، ۱۴/نومبر ۱۹۹۴ء کو ۷۵/سال کی عمر میں انتقال ہوا، ۱۹۴۷ء سے ہی حضرت حافظ صاحب سے تعلق رکھتے تھے، اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے منور فرمائے اور بخشش کا معاملہ فرمائے۔

(۲) مولانا محمد طاہر صاحب باقرپوری مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور میں استاذ ہیں۔

نوافل اور تہجد کا اہتمام

اولیائے کرام اور مشائخ عظام جہاں پر فرائض وواجبات اورسنن کی ادائیگی کا اہتمام کرتے ہیں، وہیں نوافل اور مستحبات کا بھی خاص اہتمام کرتے ہیں، وہ اگر ایک طرف اشراق اور چاشت ، اوابین اور صلاۃ التسبیح کی پابندی اوراہتمام کرتے ہیں تو دوسری طرف رات کی تاریکی میں بارگاہ خداوندی میں تہجد کی نماز کا نذرانہ بھی پیش کرتے ہیں، اس کی وجہ سے بارگاہ خدامیں ان کا ایک خاص مقام اور مرتبہ ہوتا ہے، جس مرتبہ کو پانے کے لیے وہ شب بیداری کرتے ہیں۔

حضرت حافظ صاحب تمام نوافل کے ساتھ تہجد کا بھی خاص اہتمام کرتے تھے، کیونکہ احادیث میں اس کی بکثرت فضیلت وارد ہوئی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اَفْضَلُ الصَّلَاۃِ بَعْدَ الْفَرِیْضَۃِ صَلٰوۃُ اللَّیْلِ“ (۱) یعنی فرض نمازوں کے بعد افضل ترین نمازرات کی نماز (یعنی تہجد) ہے، یہی وجہ ہے کہ کوئی ولی، صوفی اور خدا کا برگزیدہ بندہ ایسا نہیں ہے کہ وہ یکتائے عصر، یگانۂ روزگار اورولی کامل ہو اور تہجد سے صرف نظر کر کے اس عالی مقام اور بلند مرتبہ کو پہنچا ہو، حضرت حافظ صاحب اخیر زمانہ میں بھی ضعف اور کمزوری کے باوجود تہجد کی نماز کا اہتمام کرتے رہے، اول وقت میں بیدار ہو جاتے، اور سب خدام ومریدین حاضرین کو اٹھاتے اور تہجد کی تلقین کرتے اور تہجد پڑھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ ”تہجد کی نفلوں سے قبر میں روشنی ہوتی ہے“۔

جس وقت خدام کو اٹھاتے تو یہ شعر پڑھتے تھے:

جو جاگنا ہے جاگ لے افلاک کے سایہ تلے
پھر ہمیشہ تو رہے گا خاک کے سایہ تلے

(۱) صحیح مسلم کتاب الصیام حدیث نمبر ۱۹۸۲/

اور فرمایا کرتے تھے کہ” بابا فرید کی والدہ حضرت بابا فرید کو جب صبح کو اٹھایا کرتی تھیں تو فرماتی تھیں:

اٹھ فریدا جاگن ہارا، تیری باڑی اجڑی جا
بچی کھچی کی باڑھ گڑا لے کچھ تو بچ جا

حضرت کے ایک خادم بنارس کے جن کا نام بھی فرید ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جب مجھ کو تہجد میں اٹھاتے تو یہی کلمات بار بار دہراتے تھے، حضرت سفر وحضر میں تہجد کا اہتمام کرتے تھے، اور اس کی بہت اہمیت بیان کرتے تھے۔

جود وسخاوت

انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی سنت اور خصوصیت رہی ہے کہ وہ پریشان حال لوگوں کی پریشانی کو دور کرتے ، بھوکوں کو کھانا کھلاتے ، جن کے پاس ستر پوشی کے لیے کپڑا نہیں ہوتا ان کو کپڑا دیتے ، یتیموں اور مسکینوں کے اخراجات کا ذمہ لیتے ، بیواؤں کا خیال رکھتے ، کمزوروں اور ضعیفوں پر رحم کھاتے ، مہمانوں کی مہمان نوازی اور ضیافت کرتے ، مذہب وملت کی پرواہ کئے بغیر سب کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ فرماتے اور پھر نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم تو پورے عالم کے لیے رحمت بن کر آئے ہیں ”وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ“ اس لیے آپ کے متبعین اور پیروکار اپنے نبی کی سنت کو زندہ کرتے ہوئے ، خلق خدا کو فائدہ پہنچانے میں بلا تفریق مذہب وملت کوشاں رہتے ہیں، حضرت حافظ صاحب بھی پریشان حال اور محتاج لوگوں کی دادگستری اور ان کی مدد وہمدردی کرتے ، ان کا مال سے ، دعاؤں سے گویا دامے ، درمے ، قدمے ، سخنے ہر اعتبار سے تعاون کرتے تھے ، اس کی بہت مثالیں ہیں کہ بہت سے لوگ مالی ، جسمانی اور روحانی اعتبار سے پریشان ہو کر آئے ، حضرت نے ان کو پاس رکھا ، روپیہ پیسہ دیا ،

جسمانی(۱) علاج بھی کرایا اور روحانیت کے خود ہی طبیب تھے، ان کو اسفار میں ساتھ رکھا اور ہر اعتبار سے ان کو بھلا چنگا کر کے بھیجا، دینی اعتبار سے بھی اور دنیوی اعتبار سے بھی، صبح سے شام تک لوگ آتے اور آپ اپنی چشم بصیرت سے آنے والوں کی حاجت اور ضرورت کا اندازلگا لیتے، بعض اپنی حاجت کا اظہار بھی فرمادیتے، ان میں ہندو بھی ہوتے اور مسلمان بھی، اسی وقت ان کی ضرورت کو پورا فرمادیتے، اگر بروقت کچھ دینے کو نہ ہوتا تو اگلے وقت آنے کے لیے فرمادیتے، یا پھر حاضرین میں سے کسی سے لیکر اس کو دیتے، تاکہ اس کو دوبارہ آنے کی زحمت نہ کرنی پڑے اور فرماتے تھے کہ ''میں پریشان حال کی مدد کرنا سب سے بڑا عمل سمجھتا ہوں، اسی لیے میں کسی کو خالی ہاتھ نہیں جانے دیتا'' اور یہ بھی فرماتے کہ ''اصل بات یقین کی ہے، میں نے دیکھا ہے کہ آج خرچ کرو کل مل جائے گا، دس گنا دنیا میں اور ستر آخرت میں''۔

یتیموں، مسکینوں اور بیواؤں کے ساتھ ہمدردی

اسی طرح آپ یتیموں اور مسکینوں کا بھی خاص خیال رکھتے تھے، ان کا خرچہ اپنے ذمہ لے لیتے، ان پر دست شفقت رکھتے، کسی کو اپنے ماں باپ کے نہ ہونے یا مال کے نہ ہونے کا احساس نہیں ہونے دیتے، یہی معاملہ بیواؤں کے ساتھ تھا، اگر ممکن ہوتا دوسری جگہ شادی کرادیتے ورنہ ان کی مدد میں کسر باقی نہ رکھتے، اس کی زندہ مثال وہ بیوہ عورت ہے جو اس وقت آپ کے گھر موجود ہے، منیبہ خاتون نامی عورت رائے پور سے خضرآباد (ہریانہ) میں بیاہی ہوئی تھی، وہ بیوہ ہوگئی تھی، اس کی چھوٹی چھوٹی دو لڑکیاں ساتھ آئی تھیں، اور وہ اپنی والدہ کے ساتھ حضرت کے گھر رہتی تھیں، ان پر

(۱) اگر کوئی غریب آدمی یا حضرت کے متعلقین میں سے بیمار ہوتا حضرت اس کے بارے میں اپنے پوتے ڈاکٹر شفیق احمد سے مشورہ کرتے اور اس کا مفت علاج کراتے، ایک طرف خدا کے ولی کی دعا ہوتی، دوسری طرف پیارے فرزند کی دوا، جس سے مریض بہت جلد شفایاب ہوجاتا، اور جسمانی اور روحانی علاج کراکے اپنے وطن واپس جاتا۔

کسی قسم کی ذمہ داری نہیں تھی، حضرت نے انتقال سے پہلے ہی دونوں جوان لڑکیوں کی شادی کردی تھی، اس طرح کے اور بہت سے واقعات ہیں جو حضرت کی زندگی میں پیش آتے رہے ہیں اور حضرت نے ان بیچاروں کا اچھی طرح سے تکفل کیا، بہت سے ایسے لوگوں کا رشتہ بھی کرایا ہے، جن کو خود امید نہیں تھی، یا لوگ ان سے نہیں کرتے تھے، آپ اسی طرح ان لوگوں کا خیال رکھتے تھے جیسے ایک مشفق باپ اپنی پیاری اولاد کا۔

زہدوتقوی اور توکل

حضرت حافظ صاحب کے زہدوتوکل اور تقوی کو دیکھ کر مشائخ متقدمین اور گزشتہ عہد کے اصحاب یقین کے زہدوتوکل کی یاد تازہ ہوجاتی، اور آپ کی صحبت میں رہ کر ان واقعات کی تصدیق ہوجاتی تھی، جو اس زمانہ کے ناآشنا اور ظاہر بیں اشخاص کو مبالغہ آمیز اور مشکوک معلوم ہوتے ہیں، یہاں آکر مال ودولت اور روپیہ پیسہ کی حقیقت کھل جاتی تھی اور صاف نظر آتا تھا کہ وہ اس مرد خدا کی نظر میں کنکریوں سٹکیوں سے زیادہ نہیں، اس لیے کہ جو بھی آتا تھا وہ فوراً حاجت مندوں کی نذر کردیا جاتا تھا، یا ان کے کھانے کے نظم میں لگ جاتا تھا، گزشتہ اوراق میں آپ کے دسترخوان کی جو وسعت بیان کی گئی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ آنے والی اشیاء اور روپیہ پیسہ کو یا تو واردین کی مہمان نوازی میں لگاتے یا پھر حاجت مندوں اور غریبوں کی امداد میں صرف کردیتے، آپ ''وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ'' کی جیتی جاگتی تصویر تھے، اور اس کی تصدیق آپ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے کہ ''اصل بات یقین کی ہے میں نے دیکھا ہے کہ آج خرچ کرو کل مل جائے گا، دس گنا دنیا میں اور ستر گنا آخرت میں'' یقین اور توکل کے باب میں بہت سی آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ وارد ہوئی ہیں، جہاں

تک آپ کے تقویٰ کا تعلق ہے اس کے لیے ہم ایک واقعہ نقل کرتے ہیں، جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ مشتبہ مال اور جس کے بارے میں (صحیح اور غلط ہونے کا) علم نہیں، اس کے استعمال اور اس کے رکھنے میں کس قدر تقویٰ اور پرہیز اختیار کرتے تھے، آپ کے ایک خادم کا بیان ہے کہ ”ایک مرتبہ حضرت کا سفر دہرہ دون میں ہوا، وہاں ایک شخص نے حضرت کو ایک تولیہ ہدیہ میں پیش کیا، حضرت کو اس کا علم نہیں تھا، واپسی میں جب رائے پور پہنچے اور وہ تولیہ سامان میں ملا، حضرت کو بہت فکر ہوئی اور پریشان ہوئے کہ یہ بغیر اجازت کے ہمارے سامان میں آ گیا، فوراً ہی دہرہ دون خط لکھوایا اور معلوم کرنا چاہا، وہاں سے جواب آیا کہ حضرت وہ تو آپ کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا تھا، تب جا کر حضرت کو سکون ہوا، اور اس تولیہ کو استعمال میں لائے“ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اس بات میں کس قدر محتاط تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”یاَ اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ“(۱) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو (تقویٰ اختیار کرو) جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔

ہر مومن کو چاہئے کہ وہ تقویٰ کی زندگی گزارے، اور اللہ سے ڈرتا رہے جتنا ممکن ہو سکے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”فَاتَّقُوْا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ“ اسی وجہ سے حضرت حافظ صاحب کلام اور بات چیت کرنے میں بھی بہت محتاط تھے، فرماتے تھے کہ ”اگر کہیں جاؤ یا کچھ کام کرو، یہ مت کہا کرو کہ ایک منٹ ٹھہر جاؤ، یا پانچ منٹ ٹھہر جاؤ، پھر زیادہ وقت لگے یہ جھوٹ ہو جاتا ہے، لوگ اس کی پرواہ نہیں کرتے“۔

عاجزی وانکساری

حضرت حافظ صاحب میں عاجزی وانکساری اور تواضع حد درجہ تھی، آپ اپنے کو کچھ نہیں سمجھتے تھے، یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنا بلند مقام عطا کیا تھا جو

(۱) آل عمران آیت ۱۰۲۔

بادشاہوں، دولت مندوں اور بڑے بڑے رؤساء کو بھی نصیب نہیں ہوتا، واقعہ یہی ہے کہ جو اپنے کو مٹاتا ہے اور اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتا ہے، اپنی اصلیت کو یاد رکھتا ہے، دوسروں کو اپنے سے بہتر سمجھتا ہے، دوسروں کی عزت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے نوازتا ہے۔ ؎

مٹادے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل گلزار ہوتا ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ”مَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰہِ اِلَّا رَفَعَہُ اللّٰہُ“(۱) جو بندہ اللہ کے لیے عاجزی وانکساری اور تواضع اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو مقام رفیع اور اونچے درجہ پر پہنچا دیتا ہے، حضرت حافظ صاحب خود تو چونکہ عاجزی وانکساری کے مجسمہ پیکر تھے، اس لیے اپنے متعلقین وخدام کو بھی یہ صفت پیدا کرنے کے لیے ترغیب دیتے تھے، بعض مرتبہ خدام میں سے کسی سے کوئی غلطی ہو جاتی اور وہ اس کو ماننے کے بجائے ادھر ادھر کی باتیں کرتا، تو فرماتے ”بھائی اصل تو ماننا ہے، جب ماننے والی صفت پیدا ہو جائے، آدمی اپنی غلطی کا اقرار کرنے لگتا ہے، اور اپنے کو کچھ نہیں سمجھتا ہے، تب ہی بنتا ہے“ ظاہر بات ہے جس انسان میں عاجزی وانکساری کا مادہ ہوگا، وہ اپنے کو حقیر سے حقیر اور ذلیل سے ذلیل انسان سمجھے گا، اپنے پراوروں کو ترجیح دے گا، اس میں ماننے والی صفت، غلطی کا اقرار کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی، اور لوگ اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں گے، یہ صفت پیدا کرنے کے لیے حضرت حافظ صاحب حضرت بایزید بسطامی کا ایک واقعہ بھی سنایا کرتے تھے، ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ ”حضرت بایزید بسطامی کو غیب سے آواز آئی، لاؤ وہ چیز جو مجھ میں نہ ہو، اور دوں تجھے وہ چیز جو تجھ میں نہ ہو، حضرت بہت دنوں تک پریشان رہے، روتے رہے، اور کہتے

(۱) صحیح مسلم حدیث ۶۷۸۹/ کتاب البر والصلۃ والآداب

رہے، اے اللہ کیا چیز لاؤں جو تیرے خزانہ میں نہیں، تو پھر آواز آئی، عاجزی لا، عاجزی ہمارے یہاں نہیں اور پھر وہ چیز دوں جو تجھ میں نہ ہو، یعنی بڑائی، عزت، اور محبت یہ تیرے پاس نہیں''۔

حضرت حافظ صاحب اپنے معاصرین یہاں تک کہ بعض اپنے چھوٹوں کے متعلق بھی اونچے کلمات ارشاد فرماتے تھے اور ان کی مدح کرتے تھے، اور اپنے کو بالکل کچھ نہیں سمجھتے تھے، آپ کے ایک اہل تعلق لکھتے ہیں کہ''حضرت حافظ صاحب نے بڑے زوردار الفاظ میں حضرت حافظ عبدالستار صاحب نانکوی(۱) (خلیفہ حضرت رائے پوری) اور حضرت مولانا مکرم حسین صاحب سنسارپوری دامت برکاتہم (۲) کے بارے میں فرمایا کہ''ہمارے حضرت اقدس رائے پوری نوراللہ مرقدہ کے پاس سے یہ حضرات بڑے قابل تیار ہوکر گئے ہیں، اور ہم رات دن پاس رہنے والے ایسے ہی رہے، بس یہ لوگ بڑے اونچے ہیں، ہم کو تو وہاں تک رسائی بھی نہیں'' بار بار فرمایا''ہم تو کچھ بھی نہیں'' حضرت کا یہ فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کے نیک بندے اپنے آپ کو کچھ بھی نہیں سمجھتے، حالانکہ سب کچھ ہوتے ہیں مگر اپنے آپ کو ہیچ ہی سمجھتے ہیں۔(۲)

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

(۱) حضرت حافظ عبدالستار صاحب نانکوی حضرت رائے پوری کے خلفاء میں سے تھے، مغربی یوپی میں ان کا خاص مقام تھا، اور نانکہ والے حضرت جی کے نام سے مشہور ہوئے، حضرت حافظ صاحب کے پیر بھائی تھے اور خاص تعلق تھا، حج کے سفر میں (سعودیہ تقویم کے مطابق) ۱۶/ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ بروز یکشنبہ مطابق ۹/جولائی ۱۹۹۰ء کو مکہ مکرمہ میں انتقال ہوا، اور جنت المعلّٰی میں تدفین ہوئی۔

(ا) حضرت مولانا مکرم حسین صاحب موجودہ بزرگوں میں سے ایک ہیں، سادات خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، حضرت رائے پوری کے خلیفہ ہیں، مغربی یوپی اور دیگر مقامات پر آپ کا روحانی اور طبی فیض مشہور ہے، ان کا مختصر تذکرہ معاصرین کے باب میں آئے گا۔ انشاءاللہ۔

(۲) روایت ماسٹر راشد حسین

محبت وشفقت

حضرت حافظ صاحب نے جس شیخ کے زیرسرپرستی سلوک ومعرفت کے منازل طے کئے تھے، اس کی محبت وشفقت کے متعلق حضرت مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ رقمطراز ہیں''حضرت کی زندگی اور اپنے خدام واہل تعلق کے ساتھ تعلق میں جو ادا سب سے زیادہ نمایاں اور روشن تھی، وہ حضرت کی غیرمعمولی محبت وشفقت تھی، جس کو بعض خدام (جن کو اس محبت کا تجربہ ہوا تھا) شفقت مادری سے تعبیر کرتے تھے، اور اس کے لیے اس سے بہتر الفاظ اور تشبیہ نہیں ملتی، اس شفقت کو دیکھ کر زمانہ سابق کے شیوخ کاملین (حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء وغیرہ) کی شفقت کے واقعات یاد آتے تھے اور اس کی تصدیق ہوتی تھی کہ ان کے خدام اگر جگہ نہ ہونے کی وجہ سے دھوپ میں کھڑے ہوتے تھے، تو فرماتے تھے کہ سایہ میں آجاؤ، دھوپ میں تم کھڑے ہو اور جلا میں جارہا ہوں، ان کے دسترخوان پر لوگ کھانا کھاتے تو فرماتے کہ تم کھاتے ہو اور مجھے محسوس ہوتا ہے کہ کھانا میرے حلق میں جارہا ہے، اور اندازہ ہوتا تھا کہ جب ان حضرات کی شفقت کا یہ حال ہے، تو انبیاء علیہم السلام اور سید الانبیاء علیہ السلام ''عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّم حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُفٌ رَّحِيمٌ''(۱) کی رافت وشفقت کا کیا عالم ہوگا۔(۲)

حضرت شاہ صاحب کی حافظ صاحب پر جو شفقت اور ان سے جو محبت وتعلق تھا اس کی تفصیل گزرچکی ہے، جس کی وجہ سے حافظ صاحب بھی یوں تو ساری مخلوق خدا کے ساتھ محبت وشفقت کا معاملہ فرماتے تھے، مگر آنے والے مہمان اور خدام ومتعلقین،

(۱) سورہ توبہ آیت ۱۲۷۔

(۲) سوانح حضرت رائے پوری صفحہ ۲۵۹۔

مریدین ومسترشدین سے جس طرح پیش آتے، ان پر جس طرح نظر کرم اور عنایت فرماتے اور محبت وشفقت کا معاملہ فرماتے، اس سے ان میں سے ہر ایک یہ محسوس کرتا کہ حضرت کو مجھ ہی سے سب سے زیادہ محبت ہے اور مجھ پر ہی نظر عنایت خاص ہے، بعض مرتبہ جب چند خدام آپس میں گفتگو کرتے تو ہر ایک اپنے ساتھ محبت وتعلق اور دست شفقت کا گن گاتا، اور یہ جتلاتا کہ حضرت نے میرے ساتھ یہ کرم فرمائی کی ہے، مجھ پر یہ شفقت کی ہے، میرے سے اتنا تعلق اور محبت ہے، حالانکہ حضرت کا ہر آدمی سے یہی معاملہ، یہی شفقت ومحبت اور یہی کرم فرمائی اور نظر عنایت تھی، جس کے متعلق بہت سے واقعات ہیں۔

طلبہ اور بچوں سے محبت والفت

اسی طرح حضرت حافظ صاحب طلبہ اور بچوں سے بھی بہت محبت کرتے تھے، جب طلبہ آپ کے پاس آتے، ان کو پاس بٹھاتے، سینے سے چمٹاتے، نام دریافت کرتے، پھر پوچھتے کہاں کے ہو، اور دعائیں دیتے، اللہ تعالیٰ آپ کو عالم باعمل بنائے اور اپنے مقبول بندوں میں سے بنالے، اور اپنے دین کا کام لے لے اور اپنی رضا کے لیے خاص فرمالے، پھر اگر کھانے کا وقت ہوتا پوچھتے، کھانا منگواؤں؟ اور چائے کا وقت ہوتا تو چائے کے لیے اصرار کرتے تھے، راقم سطور جب رائے پور شروع شروع میں آیا، حضرت حافظ صاحب کے پاس عصر بعد اکثر حاضری ہوتی تھی، احقر نہیں جانتا تھا کہ یہ کون ہیں، صرف ایک بزرگ سمجھ کر اور اس لیے کہ طلباء جاتے ہیں، میں بھی چلا جاتا تھا، حضرت بھی مجھ سے واقف نہیں تھے، اس کے باوجود حضرت جس قدر محبت وشفقت کرتے تھے وہ تقریر وتحریر سے باہر ہے، تاہم اتنا ضرور کہوں گا کہ (اولیاء متقدمین کے علاوہ) اس زمانہ میں ایسے لوگ بہت کم ملتے ہیں، یہ خصوصیت آپ کو شیخ کی طرف سے

وراثت میں ملی تھی، کیونکہ حضرت شاہ صاحب بھی طلبائے دین سے انتہا درجہ کی محبت اور تعلق رکھتے تھے، نیز آپ بچوں سے بھی بہت زیادہ پیار کرتے تھے، بچوں کے منہ میں محبت کی وجہ سے انگلی دیتے، ان کو ان کی نفسیات پہچان کر کھانے کے لیے پیسے دیتے اور دست شفقت سر پر رکھتے تھے، کبھی بچوں سے مذاق کرتے، ان سے سوالات کرتے، ان کو دیکھ کر خوش ہوتے، ان کے کسی فعل کو دیکھ کر تعجب کرتے اور خدا کی قدرت بیان کرتے، آپ کے ایک اہل تعلق اپنے بچہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ ”ایک مرتبہ احقر کا بچہ میرے ساتھ حضرت کے پاس گیا، حضرت نے بہت پیار کرتے ہوئے کہا بیٹا تم کون ہو؟ وہ کہنے لگا جی راؤ جی، حضرت خوب ہنسے اور فرمایا، راؤ جی نہیں راجپوت کہا کرو، پھر بچہ کو کچھ دینا چاہا مگر بچہ پیچھے ہٹ گیا، فرمایا راجپوتوں کے بچے بھی خوددار ہوتے ہیں، ڈاکٹر شفیق کا بچہ بھی بالکل اسی طرح کا ہے، بچوں سے حضرت بہت پیار کرتے تھے اور ان سے مذاق بھی کرتے تھے۔(۱)

جانوروں کے ساتھ ہمدردی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو جانوروں کو چارہ پانی دینے کی ہدایت فرمائی اور ان کو پریشان کرنے اور ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادنے کی ممانعت کی اور جانوروں کی تکلیف دور کرنے اور ان کو آرام پہنچانے کو باعث اجر وثواب اور تقرب کا ذریعہ قرار دیا، اور اس کے فضائل بیان فرمائے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روای ہیں کہ ”ایک شخص کہیں سفر پر تھا، راستہ میں اس کو سخت پیاس لگی، سامنے ایک کنواں نظر آیا، وہ اس میں اتر گیا، جب باہر آیا تو دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی شدت سے کیچڑ چاٹ رہا ہے، اس نے اپنے دل میں کہا کہ پیاس سے جو میرا حال ہو رہا تھا

(۱) روایت ماسٹر راشد حسین صاحب۔

یہی حال اس کا بھی ہے، وہ پھر کنویں میں اترا اپنے چمڑے کے موزے پانی سے بھرے، پھر اپنے دانتوں سے ان کو دبایا اور اوپر آکر کتے کو پلایا، اللہ تعالی نے اس کے اس عمل کو قبول فرمایا اور اس کی مغفرت فرمادی، لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ بہائم اور جانوروں کے معاملہ میں بھی اجر ہے، آپ نے فرمایا ہر اس مخلوق میں جو تر وتازہ جگر رکھتی ہے، اجر ہے۔(۱)

اور بہت سی احادیث میں جانوروں کے ساتھ ہمدردی اور ان کا خیال رکھنے اور اس پر اجر وثواب کے ملنے کی تفصیل آئی ہے، اسی وجہ سے حضرت حافظ صاحب جانوروں سے بہت محبت کرتے تھے، ان کا خیال رکھتے تھے، ان کے گھاس پانی اور چارے کا بہت ہی اہتمام کراتے تھے اور فرماتے تھے کہ ''یہ بھی خدا کی مخلوق ہے، اگر اس پر گھاس چارہ پانی نہ دیا جائے تو یہ کوستی ہے اور کہیں خدا اس پر پکڑ نہ کرلے'' نیز کتے بلی اور دوسرے جانوروں پر بھی رحم کرتے ان پر روٹی ڈلواتے، بلکہ خود ہی گھر سے لے کر آتے اور ٹکڑے ٹکڑے کرکے کتے بلی کے آگے ڈالتے، ان کو پانی بھی پلاتے تھے، جب گلشن رشیدیہ میں باہر لیٹے ہوئے ہوتے اور آسمان کی طرف دیکھتے فضا میں چیلیں اور دیگر پرندے اڑتے ہوئے نظر آتے ان کو دیکھ کر خدا کی قدرت بیان کرتے اور خدا کی تعریف کرتے، جانوروں سے اس ہمدردی کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے جو آپ کے ایک خادم لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ کھرگان، منڈاور وغیرہ (ضلع مظفرنگر) کا سفر تھا، منڈاور سے جھوٹا بوگی میں بیٹھ گئے، کھرگان جانا تھا، حضرت جی ایک دم بوگی سے اتر گئے، اور کہنے لگے کہ کم بختوں جھوٹا پیاسا ہے، مجھے بھی بٹھا کر ظلم میں داخل کرو، پہلے اسے پانی پلاؤ، پھر میں بیٹھوں گا، وہ لوگ کہنے لگے اجی اس کو تو پلا رکھا ہے، آپ نے کہا نہیں، پیاسا ہے، جھوٹے کو پانی پلایا، جھوٹے نے پانچ چھ بالٹی پانی کی پی، پھر وہ لوگ

(۱) نبی رحمت صفحہ ۶۰۲ ربحوالہ صحیح بخاری کتاب المساقات، باب فضل سقی الماء وصحیح مسلم، باب فضل سقی البہائم۔

بہت شرمندہ ہوئے، آپ نے فرمایا کہ جانور کا پالنا تو بہت آسان ہے، اس کے حقوق ادا کرنا بڑا مشکل ہے، اللہ نے اس عذاب سے مجھے بچالیا''۔(۱)

اخلاق وعادات

حضرت حافظ صاحب مشہور ومعروف صاحب ورع وتقوی، علم وعمل کے جامع صاحب نسبت ومعرفت اور منبع فضل وکمال تھے، آپ فیضان روحانی کا سرچشمہ تھے، انتہائی حلیم وبردبار، حسن ظاہری وباطنی سے مالا مال، نرم گفتاری، شیریں کلامی، مکارم اخلاق، محاسن انسانیت اور فہم وبصیرت جیسی صفات حمیدہ سے متصف تھے، ارشاد واصلاح کے بے پایاں سمندر تھے، آپ ایک اچھے انسان، عمدہ حافظ قرآن، تصنع اور بناوٹ سے بالکل پاک، نام ونمود اور ظاہرداری سے بہت دور تھے، آپ سب سے مشفقانہ مربیانہ سلوک فرماتے، طلبہ یتیموں اور محتاجوں کی دلجوئی اور ان کی ضرورتوں میں ہرممکن تعاون فرماتے، مہمانوں کی تواضع اور خدمت میں خود لگ جاتے، جلدی اور ماحضر پیش کرنا پسند کرتے، ورنہ تو جلدی سے تیار کرادیتے، تمام ملنے والوں بڑے ہوں یا چھوٹے، غریب ہوں یا امیر بڑی مروت وشفقت سے پیش آتے، بیماروں اور مریضوں کی مزاج پرسی کرتے، ان کے لیے شفا کی دعا کرتے، آپ اتنے عالی مرتبت، جلیل القدر اور شان وشوکت کے باوجود ضعیفوں میں بیٹھتے، فقیروں کے ساتھ تواضع اور حسن سلوک سے پیش آتے، بڑوں کی عزت چھوٹوں پر شفقت فرماتے:

''لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا''(۲)

جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کا احترام نہ کرے، اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں

(۱) روایت خالد خانصاحب۔

(۲) سنن ترمذی حدیث نمبر ۱۸۴۲ر کتاب البر والصلۃ

کا پورا پاس ولحاظ رکھتے ، حسن خلق ، وسعت قلب، کرم نفس، مہربانی اور عہد کی نگہداشت میں اپنی مثال آپ تھے ،عظیم و بے مثال خدمات ، صفات وکمالات کے باوجود آپ اپنے کو کچھ نہیں سمجھتے ، کسرنفسی ،تواضع ،سادگی اورفروتنی میں یگانہ روزگار اور یکتائے عصر تھے، گویا آپ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم " مَاتَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰہِ اِلَّارَفَعَہُ اللّٰہُ" کے مصداق اوراسوہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم "کَانَ یَخْدِمُ نَفْسَہٗ" کے مجسم پیکر تھے ،آپ کے ان بلند اخلاق ، پاکیزہ اوصاف، سادہ مزاجی ،خوردنوازی کو دیکھتے ہوئے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ شاید مولانا حالیؒ نے سواصدی پہلے یہ شعر اسی موقع کے لیے کہا تھا:

ہم نے ہر ادنی کو اعلی کر دیا
خاکساری اپنی کام آئی بہت

پسندیدہ غذائیں

حضرت حافظ صاحب پھلوں میں زیادہ ترسنترہ ، انار، آم اورکیلا پسند کرتے تھے، سبزیوں اورترکاریوں میں اڑد کی دال، کالی توری ، پالک کی سبزی، ساگ ، اورشلجم پسند کرتے تھے، گوشت میں مچھلی ، تیتر ، بکری کا گوشت آپ کو زیادہ پسند تھا؛ لیکن بڑے کا بھی استعمال کرتے تھے، مکئی کی روٹی، اصلی گھی اور پتی والا دودھ بہت محبوب تھا۔

تیرھواں باب

اصلاحی کارنامے، مساجد کا قیام، خلفائے کرام اور باقیات الصالحات

تیرھواں باب

اصلاحی کارنامے، مساجد کا قیام، خلفائے کرام اور باقیات الصالحات

آپ کے کارناموں کا اجمالی خاکہ

حضرت حافظ صاحب نے اپنی مبارک زندگی میں بہت سے کارنامے انجام دئے ہیں، ان میں سے چند اہم اور قابل ذکر کارنامے مختصراً پیش کئے جاتے ہیں، جن سے آپ کی دینی حمیت، جوش ایمانی، جفاکشی، محنت وقربانی، آپ کے اخلاص وللّٰہیت، تعلق مع اللہ اور مقبول الٰہی ہونے کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

آپ کے کارناموں میں سرفہرست کارنامے یہ ہیں، اول تو یہ کہ آپ نے ۱۹۴۷ء میں ہریانہ میں مرتد ہونے والے ۸۵/گاؤں کے مسلمانوں کے ایمان کی تجدید کی، ان کو دوبارہ اسلام میں داخل کیا، ان کے عقائد درست کئے۔

دوسرے یہ کہ آپ نے بیعت وارشاد اور اصلاح وتربیت کا ایسا بازار گرم کیا جس سے ہزاروں لاکھوں لوگوں کی اصلاح وتربیت ہوئی، ان کے ایمان درست ہوئے، جس کی تفصیل گزشتہ اوراق میں گزر چکی ہے۔

تیسرے یہ کہ آپ نے ایسے علاقوں میں جہاں ہندوانہ رسوم ورواج، باطل عقائد اور دین سے دوری کا دور دورہ تھا، احیاء سنت کا فریضہ انجام دیا، بدعات وخرافات، رسم

ورواج کا سد باب کیا اور لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے واقف کرایا، خاص طور سے ناہن کے دیہات، ہماچل وغیرہ میں اس باب میں آپ نے نمایاں کامیابی حاصل کی۔

چوتھے اللہ تعالی کی خاص توفیق، ایمانی اور دعوتی جذبہ اور اصلاح وتربیت کے مخصوص انداز سے بہت سے غیر مسلموں کو اسلام میں داخل کیا اور ان کو اسلامی طریقہ پر زندگی گزارنے کا سلیقہ بتلایا۔

پانچویں آپ نے ہریانہ، پنجاب وہماچل اور دہرہ دون وغیرہ میں ۴۴/مساجد تعمیر کرائیں، جن کی فہرست آگے آرہی ہے، بکثرت مدارس قائم فرمائے، اور سرپرستی فرماتے رہے، آپ نے اپنے اس بابرکت کام کی باگ ڈور سنبھالنے کے لیے جو آپ کی زندگی کا مشغلہ اور وظیفہ رہا ہے، ایسے افراد تیار کئے جو اس کام کو بحسن وخوبی انجام دے سکیں، ان میں سے بعض نوجوان ہیں اور بعض معمر بزرگ، فعال اور متحرک اشخاص ہیں، اسی طرح باقیات الصالحات میں آپ کی اولاد، احفاد واسباط اور مریدین خاص قابل ذکر ہیں، اطال اللہ بقاءہم۔

بدعات کا سد باب

جن جن علاقوں میں عقائد کی خرابی، ہندوانہ رسم ورواج اور بدعات وخرافات پھیلی ہوئی تھیں، آپ نے وعظ وارشاد اور اصلاح وتربیت کے اس مخصوص انداز سے جو خدائے رب العالمین کی طرف سے آپ کو عطا کیا گیا تھا، ان تمام خرابیوں کو ختم کیا، باطل عقائد کو درست کیا، غیروں کے طریقوں کو چھوڑنے کی ہدایات فرمائیں اور:

"اِيَّاكُمْ وَالْبِدْعَةِ فَاِنَّ الْبِدْعَةَ تَهْدِى اِلَى الْمَعْصِيَةِ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْضَلَّ وَغَوىٰ"۔

بدعت سے بچو کیونکہ بدعت معصیت کی طرف لیجاتی ہے، اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی معصیت کی، تو وہ گمراہ ہوگیا اور بھٹک گیا۔

کی عملی تصویر پیش کی۔

ایک مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''ناہن میں بہت بدعات تھیں، وہاں بہت جانا ہوا، بہت کوششیں کیں بدعات ختم کرنے کی اور وہاں بہت ہی وقت لگایا، بہت لوگ بدل گئے اور بہت لوگ بیعت ہوئے'' بہت سے علاقوں میں احیاء سنت کا کام کیا اور بدعات وخرافات کی بیخ کنی کی، کیونکہ آپ کے رگ وریشہ میں یہ جذبہ اورلگن سرایت کر گئی تھی، کہ یہ تمام لوگ صحیح اسلامی زندگی اختیار کرلیں، اور ہر طرح کی بدعات وخرفات کو چھوڑ دیں، گویا آپ اس حدیث پاک کی عملی تصویر تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو مخاطب کر کے فرمائی تھی کہ ''خدا کی قسم تمہارے ذریعہ ایک شخص بھی ہدایت پا جائے تو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہو'' یعنی جتنا اجر وثواب سرخ اونٹ کے صدقہ کرنے سے ملتا ہے، اگر کسی کو ہدایت مل جائے تو ''اَلدَّالُ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ'' (۱) کے بموجب اتنا ہی ثواب ملتا ہے بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ۔

مرض وفات سے پہلے تک سفر وحضر میں یہی حال رہا ہے کہ ''بَلِّغُوْا عَنِّی وَلَوْ آیَۃً'' (۲) کے مطابق جہاں جو بھی بات خلاف شرع دیکھتے یا احکام شریعت کی پامالی دیکھتے فوراً اس پر نکیر فرماتے اور اس علم کی روشنی میں جو آپ کو شیخ کامل کی صحبت وخدمت اور ان کی خصوصی توجہ سے ملا تھا، اس کا ازالہ فرماتے اتباع سنت اور احکام خداوندی پر عمل کرنے کی تلقین اور ہدایت فرماتے، آپ کی شیریں زبان اور محبت آمیز الفاظ کا عوام وخواص پر ایک اثر ہوتا جس سے ایک عظیم انقلاب پیدا ہوگیا۔

حضرت ملا مہر الدین ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کو خلاف شرع ذراسی چیز بھی کس قدر ناگوار تھی، وہ فرماتے ہیں کہ میں آج سے تقریباً

(۱) سنن ترمذی کتاب العلم حدیث نمبر ۲۵۹۴

(۲) صحیح البخاری کتاب احادیث الانبیاء حدیث نمبر ۳۲۰۲

۳۵ر سال پہلے (غالباً ۱۹۶۱ء میں) حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں پہلی مرتبہ حاضر ہوا، حضرت لیٹے ہوئے تھے، پیر میں شدید درد تھا، میں نے ایک منتر پڑھ کر دم کیا، فوراً درد بند ہوگیا، دریافت کیا، تو نے کیا کیا، میں نے کہا حضرت منتر پڑھا ہے، فوراً توبہ کرائی کہ آئندہ ایسا نہ کرنا۔

جالندھر میں چار آدمیوں کا قبول اسلام اور مسجد کا قیام

یوں تو حضرت حافظ صاحب کے اعلی کردار، آپ کے پاکیزہ اخلاق، آپ کی صحبت وزیارت، آپ کے حکیمانہ وعظ وارشاد اور دعوت وتبلیغ اور آپ کی مخلصانہ محنتوں اور کوششوں سے بہت سے غیر مسلم مشرف بہ اسلام اور ایمانی دولت سے مالا مال ہوئے جن میں سے بعض کا تذکرہ ضمناً گزشتہ اوراق میں گزر چکا ہے؛ لیکن یہاں جالندھر میں آپ کے مبارک ہاتھوں پر چار ہندوؤں کے اسلام قبول کرنے پھر وہاں پر مسجد کے قائم ہونے کی تفصیل آپ کے ایک خادم محمد فرید بنارسی (جو آپ کے ہمراہ تھے) کے حوالے سے رقم کی جاتی ہے۔

''شہر جالندھر میں ایک ہریجن مسلمان ہوا اور ایمان لایا، جو اب حاجی محمود کے نام سے مشہور ہے، مسلمان ہونے کے بہت دنوں بعد رائے پور آیا اور حضرت حافظ صاحب سے ملاقات وزیارت کا شرف حاصل کیا، یہاں اس نے مساوات، لوگوں سے بلاتفریق مذہب وملت وبلاتخصیص نسل ونسب، محبت کرنے، ان کی خدمت کرنے اور ان کے دکھ، درد کو دور کرنے کا جذبہ، سب کے ساتھ ایک سا سلوک کرنے کا معاملہ اور ''سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے'' کی عملی تصویر اور نمونہ دیکھا، تو وہ ماحول سے اس قدر متاثر اور مانوس ہوا کہ اس کے دل میں ایک خواہش اور تمنا ہوئی کہ حضرت حافظ صاحب کو جالندھر لے جایا جائے، اور وہ اس کوشش میں لگ گیا، چنانچہ اس نے

ایک تعلق والے بندونامی شخص (جوکوال ضلع مظفرنگر میں رہتے ہیں) کوحضرت سے جالندھر کے لیے تاریخ اوروقت لینے کے بارے میں کہا، بندو نے آکرحضرت سے کہا کہ حاجی محموداورانکے یہاں کے لوگوں کی بہت کوشش ہے کہ آپ کو جالندھر لے جایا جائے، آپ کے جانے سے وہاں اوربھی لوگ مسلمان ہوں گے، اورایمان لائیں گے، اس وقت حضرت کی طبیعت ناساز تھی، مگر چونکہ اولیاء اللہ کے اندر دینی حمیت، ایمانی جوش، انسانوں کی رہنمائی کا جذبہ، ان کی دلجوئی ودلآ ویزی کا ولولہ اس کا کس قدر تقاضہ کرتا ہے، اس کا اندازہ وہی کرسکتا ہے جومخلوق خدا کو خدا کا کنبہ سمجھ کراس کی رہنمائی اور اس کے درد کا مداوا کرنے کا جذبہ رکھتا ہو، اس لیے حضرت نے تاریخ دے دی، اورجب وقت آیا تو اپنے پوتے ڈاکٹرشفیق احمد کوجو عام طور سے حضرت کے معالج ہوتے تھے ساتھ لیا، اورجالندھر کے لیے روانہ ہوگئے، راستہ میں تقریباً چار گھنٹے سرہند(۱) میں بھی قیام کیا، پھرظہر کے بعد وہاں سے روانہ ہوئے، جب جالندھر پہنچے، توبہت لوگوں نے استقبال کیا، خوشیاں منائیں اورلوگوں میں ایک عیدسی ہوگئی، پیر کا دن تھا، مغرب کی نماز حاجی محمود کے گھر ادا کی، جب صبح ہوئی تو حاجی محمود نے اہل شہر میں سے سب جاننے والوں کو بلایا، حاجی محمود صاحب کے دو بھائی ہندو تھے، چھوٹے والا جس کی عمر ۱۹/۲۰ سال تھی، حضرت کے پاس آیا تھوڑی دیر بیٹھا، اس میں حضرت کی صحبت سے ایک بےقراری اورایسی کیفیت طاری ہوگئی کہ اس نے فوراً حضرت سے کہا کہ مجھ کوکلمہ پڑھائیے، میں مسلمان ہوتا ہوں، حضرت نے فرمایا کہ اپنے بڑے بھائی کو بلاؤ، اس نے کہا مجھ کواپنا اختیار ہے اس کواپنا، کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوگیا، اس کے بعد تین ہندو پھرحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، اورذراسی دیر میں انہوں نے بھی

(۱) سرہند لاہوراوردہلی کے درمیان ایک بڑا شہر ہے، اصل میں ''سہرند'' (سین کے زیر ہا کے سکون اور را کے زیر کے ساتھ) ہے جس کے معنی شیر کی جھاڑی ہے، فارسی والوں کی زبان میں اورعرف عام میں سرہند مستعمل ہے، یہاں حضرت شیخ سرہندی مجدد الف ثانی کی خانقاہ اوران کا مزار ہے۔ (۲) روایت محمد فرید بنارسی۔

اسلام قبول کرلیا اورکلمہ حق پڑھ لیا، وہاں ہندومسلم سب کا یہ حال تھا کہ سب چاہتے تھے کہ حضرت ہمارے گھر چلیں، وہاں تین دن ٹھہرے اوراس طرح یہ چار آدمی مشرف بہ اسلام ہوئے اورایک مسجد کی بنیاد رکھی، ایک مسلمان نے مسجد کی تعمیر کے لیے پیسے دئے اورایک ہریجن نے مسجد کے لیے زمین دے دی اور مسجد کی تعمیر شروع ہوگئی، جمعرات کورائے پور واپس آئے، واپسی میں بھی تھوڑی دیر سرہند میں قیام کیا، اس سفر میں حضرت کے ساتھ احقر اور ڈاکٹر شفیق کے علاوہ خادم رحیم بخش، بندوکوال کے اور مولوی شاہد صاحب کوال کے تھے۔(۱)

مساجد کا قیام اوران کی فہرست

حضرت حافظ صاحب نے ہریانہ، پنجاب وہماچل وغیرہ میں بہت سی مساجد تعمیر کرائیں، بہت سی مساجد کودوبارہ آباد کیا، اوران میں ائمہ کوچھوڑا، اس طرح ان کی کل تعداد ۴۴ رتک پہنچتی ہے، ہم ان تمام کی فہرست کوحضرت ملا مہرالدین اور ملا معزالدین کے حوالوں سے نقل کررہے ہیں، چونکہ یہ دونوں حضرات اکثر حضرت حافظ صاحب کے ساتھ رہے ہیں اوربعض مساجد کی تفصیلات راقم سطور نے خود حضرت حافظ صاحب سے دریافت کرکے قلم بند کی تھیں، حضرت ملا مہرالدین لکھتے ہیں:

(۱) مسجد پلہوڑی (ہماچل) حافظ صاحب نے فرمایا کہ پلہوڑی گئے، وہاں کے لوگوں کومسجد کی تعمیر کی دعوت دی، ان لوگوں نے قبول کیا، اگلے دن لوگوں کواکٹھا کرکے چھپرڈالا اورایک امام کوچھوڑا، لوگوں کوسمجھایا، شب قدر تھی، بہت لوگ بیعت ہوئے، پھر وہاں بہت جانا ہوا۔

(۲) خیرنی (ہماچل) میں ایک مسجد بنوائی۔

(۱) روایت محمد فرید بنارسی۔

(۳) لوہاگڑھ (ہماچل) حضرت نے فرمایا کہ پندرہ میل کا پیدل کا سفر کیا، راستہ میں تھوڑی دیر ٹھہرے، سواری کے راستے نہیں تھے، لوہاگڑھ میں لوگوں کو مسجد کے لیے کئی مرتبہ کہا وہ نہ مانے، پھر تیسری مرتبہ میں وہ مان گئے، تو لکڑیاں اکٹھی کیں، پھر جب میں وہاں چوتھی مرتبہ گیا تو چھپر ڈالا اور پھر مسجد بنی۔

(۴) بھیڑوں (ہماچل) حضرت نے فرمایا کہ بھیڑوں کی کھول میں لوگوں میں اختلاف تھا، کوئی کہتا تھا کہ مسجد یہاں بنائی جائے، کوئی کہتا تھا یہاں، جب میں چوتھی مرتبہ وہاں گیا تو ایک جگہ متعین ہوگئی اور وہاں مسجد بنوائی، پھر لوگوں میں شوق پیدا ہوگیا، اورانہوں نے ایک دوسری مسجد اور بنالی، پھر فرمایا کہ بھیڑوں میں چار سال میں مسجد بنوائی، میں اس میں برابر جاتا رہا، بہت شاندار مسجد بنائی۔

(۵) خیروالا (ہماچل)۔

(۶) اوگلی کالا آم (ہماچل) حضرت حافظ صاحب نے فرمایا کہ میں اوگلی گیا سیدھے سادے لوگ تھے، ایک ٹپری سی تھی، اس میں نماز پڑھتے تھے، علاقہ میں لوگوں کے پاس خطوط لکھے اور ان کو ایک متعینہ تاریخ میں بلایا، لوگ آ گئے، گاؤں والوں نے سوچا کہ یہ لوگ کیوں آ رہے ہیں، مئی کے مہینہ کی بات ہے، ان لوگوں سے بنیادیں کھودوائیں اور مسجد بنائی، اب وہاں اتنی فراغتی (وسعت) آئی کہ جو زمینیں ایسے ہی ویران پڑی تھیں، ان میں فیکٹریاں بننے لگیں اور وہ زمینیں مہنگی بھی ہوگئیں، اب وہ لوگ رئیس ہوگئے، اس وقت صرف تین گھر تھے، ابتداء میں وہ سوچ رہے تھے کہ کس طرح مسجد کا خرچہ اٹھائیں گے، تین گھر تو ہیں ہی، اس موقعہ پر ڈاکٹر شفیق بھی ساتھ تھے۔

(۷) خیری (ہماچل) یہاں پر ایک مسجد کو دوبارہ آباد کیا۔

(۸) کلیسر (ہریانہ)

(۹) چاند پور (ہریانہ) یہاں پر ایک مسجد بنوائی، اور اس میں میاں جی محمد عباس

رائے پوری کو امام رکھا۔

(۱۰) ریڑا (ہریانہ)

(۱۱) چلّکن (ہریانہ)

(۱۲) جیت پور، نائیوں والا بانس (ہریانہ) حضرت نے فرمایا کہ پہلے لوگوں سے کہہ سن کر چھپر ڈلوایا، پھر دیواریں بنوائیں اور اب پکی مسجد ہے، ملا معزالدین ساتھ تھے۔

(۱۳) جیت پور ملانجی کا بانس (ہریانہ)

(۱۴) سندر پور گوجران (ہریانہ)

(۱۵) صابڑی (ہریانہ)

(۱۶) ماجری (ہریانہ)

(۱۷) نائی والا (ہریانہ)

(۱۸) پیروالی (ہریانہ)

(۱۹) گدولی، ٹپری (ہریانہ)

(۲۰) دوسری گدولی (ہریانہ)

(۲۱) سنگرانی (ہریانہ) دوبارہ آباد کی۔

(۲۲) راؤماجرا (ہریانہ)

(۲۳) سلطان پور (ہریانہ) پھر سے آباد کی۔

(۲۴) رہنہ (ہریانہ) یہاں ایک واقعہ قابل ذکر ہے، ملا معزالدین فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے یہ بات عیاں ہے کہ دعاء سے تقدیریں بدل جاتی ہیں، فرماتے ہیں کہ موضع رہنہ فوجی ایریا میں آ گیا تھا، جس کا بورڈ آج تک لب سڑک موجود ہے، سرکاری آرڈر آ چکے تھے، بستی والے حضرت حافظ صاحب کو اپنے یہاں لے گئے، آپ نے

وہاں جا کر بارگاہ الٰہ میں قاضی الحاجات سے فریاد کی اور دعا مانگی، ملاجی فرماتے ہیں کہ نہیں معلوم کہاں آرڈر گئے، کہاں نہیں، الحمدللہ موضع رہنہ والے امن سے آباد ہیں، حضرت ملا معزالدین فرماتے ہیں کہ دعا میں روتے روتے آنکھیں سرخ ہوگئی تھیں اور وہاں پہلے چودھری سوندھی جو سرپنچ تھا، مرید بنا، پھر سب لوگ مرید بن گئے۔

(۲۵) آسرے والی (ہریانہ)

(۲۶) دبکوری (ہریانہ)

(۲۷) مہادیو پور، چنڈی گڑھ کے قریب (ہریانہ)

(۲۸) آم والا (ہریانہ) یہاں قاری مہربان علی ساتھ تھے۔

(۲۹) دیواں والا (ہریانہ) یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ جب یہاں کا سفر ہوا، تو اس سفر میں مسلمان جنات بھی تھے، اور انہوں نے بہت کام دیا، پلہوڑی کی کھول سے محمد ابراہیم نام کا جن بھی طاہر پور میں ساتھ رہا، اور حافظ صفدر علی جھانڈوا کے یہ بھی ہمرکاب تھے، اوگلی کالا آم میں ایک واقعہ پیش آیا کیونکہ جنات بھی ساتھ تھے، مسلمان جنات ساتھ دیتے تھے، اور جو ہندو جنات تھے وہ مخالفت کرتے تھے، حافظ صفدر علی نے کہا کہ یا تو یہی جنات ساتھ رہیں گے یا ہم، یہ سفر آپ کا ۳/ ماہ کا ہوا تھا، اس سفر سے لوٹنے کے بعد آپ نے اپنے شیخ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کو حالات سنائے، تو حضرت بہت خوش ہوئے اور قلبی سکون ہوا۔(۱)

ان کے علاوہ آپ نے جہاں جہاں مساجد قائم کیں یا دوبارہ آباد کیں اور از سرنو کام شروع کیا، ان تمام جگہوں کو حضرت ملا معزالدین (خلیفہ حضرت رائے پوری) کے حوالہ سے نقل کیا جاتا ہے، ملاجی فرماتے ہیں۔

(۳۰) بینو والا (ہریانہ) میں ایک مسجد بنوائی۔

---

(۱) ملا مہرالدین نگلی ۳۲/ ہریانہ۔

(۳۱) چوہڑ پور (ہریانہ)

(۳۲) میگھو والا (ہریانہ)

(۳۳) ابراہیم پور (ہریانہ)

(۳۴) محی الدین پور (ہریانہ)

(۳۵) نگلہ (ہریانہ)

(۳۶) نانہڑی (ہریانہ)

(۳۷) ٹبی (ہریانہ)

(۳۸) بکرم باغ ناہن کے نیچے سرمور (ہماچل)

(۳۹) بھگوان پور سے اوپر، جہاں ہریانہ اور ہماچل کا بارڈر شروع ہوتا ہے، شاندار مسجد بنوائی۔

(۴۰) کوٹ محلّہ لوہاران (ہریانہ) میں حاجی شبیر والی مسجد بنوائی۔

(۴۱) ڈیرا سرپنچ عبدالباری۔

(۴۲) رائے پور ضلع سہارنپور، محلّہ مفتی میں تیلیوں والی مسجد بنوائی، اس میں حاجی عبدالغنی عرف میاں صاحب گندیوڑہ والوں نے بہت کام کیا اور مدد کی، چندہ مانگ مانگ کر لائے، اللہ تعالیٰ ان کی سعی کو مشکور فرمائے۔

(۴۳) ڈھکرانی ضلع دہرہ دون (اتراکھنڈ)

(۴۴) چاند چک جمنا نگر (ہریانہ)

یہ تھیں وہ مساجد جو حضرت حافظ صاحب نے مشقتیں اور محنتیں برداشت کرکے، پیدل اسفار کرکے، جنگلات اور بیابان میں پہاڑی اور سطحی علاقوں میں، نیز ایسے ایسے مقامات پر جہاں پہونچنا ہر کس وناکس کا کام نہیں تھا قائم کیں، اور کس قدر ارشاد نبوی ہے:

"مَنْ بَنٰى مَسْجِداً لِلّٰهِ بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتاً فِي الْجَنَّةِ مِثْلَهُ"(۱) جس شخص نے اللہ کے لیے مسجد بنائی (یا مسجد کے بنانے میں تعاون کیا) تو اللہ تعالی اس کے لیے جنت میں اسی جیسا ایک گھر بناتے ہیں۔

کی عملی تصویر پیش کی ، اور باغ جنت میں اپنا مقام حاصل کیا ، اللہ تعالی آپ کی مساعی جمیلہ کو مشکور فرمائے اور جزائے خیر دے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

مدارس کا قیام اوران کی سرپرستی

حضرت حافظ صاحب نے صرف بیعت وارادت ، وعظ وارشاد ، نصائح خیر اور قیام مساجد ہی کا کارنامہ انجام نہیں دیا؛ بلکہ آپ نے اپنے شیخ کی طرح مدارس اسلامیہ دینیہ بھی قائم کیے ، اوران کی سرپرستی بھی کی ، مدارس کے لیے دعائیں بھی کیں ، آپ کو مدارس اور اہل مدارس سے بھی والہانہ تعلق ومحبت تھی ، جس کا اندازہ آپ کی دعاؤں سے بخوبی ہوسکتا ہے ، ہم یہاں پر صرف ایک مدرسہ کے قیام کی مختصر تفصیل ذکر کرتے ہیں ، حضرت ملا ماہرالدین نگلی ۳۲ تحریر فرماتے ہیں:

حضرت حافظ صاحب نے موضع نگلی ضلع انبالہ (ہریانہ) میں ہدایت الاسلام کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا ، جس کا پورا نام مدرسہ اسلامیہ رحیمیہ قادریہ ہدایت الاسلام ہے ، حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری نوراللہ مرقدہ ۱۳۳۱ھ (م۱۹۱۳ء) میں موضع نگلی میں تشریف لے گئے ، وہاں ایک آدمی بھورو نام کا آپ کا مرید تھا ، جو آپ سے قلبی محبت وعقیدت رکھتا تھا ، اس کی فرمائش پر اعلی حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب ایک گھوڑی پر سوار ہوکر تشریف فرما ہوئے ، ایک شب قیام فرمایا اور

(۱) مسند احمد کتاب مسند العشرۃ المبشرین بالجنۃ ، حدیث نمبر ۴۷۵

جس جگہ آپ نے دوپہر میں غسل فرمایا تھا ، کافی دنوں بعد وہاں ایک مسجد تعمیر ہوئی ، اس وقت آپ نے یہ کلمات زبان مبارک سے ارشاد فرمائے تھے کہ "یہ گاؤں اور یہ جگہ دینی تعلیم کے لئے موزوں ہے" اس وقت سے یہاں دینی تعلیمی کا سلسلہ ایک مکتب کی شکل میں ایک امام صاحب کے ذریعہ شروع ہوگیا تھا ، ۱۹۴۷ء کے بعد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کی توجہ اور حضرت حافظ صاحب کی کوششوں سے مدرسہ اصل وجود میں آیا ، آپ نے اپنی قلبی دعاؤں اور روحانی وظاہری توجہ سے مدرسہ کو آئے دن ترقی کی راہوں پر گامزن کیا ، ایک مرتبہ ۱۳۸۱ھ (م۱۹۶۱ء) میں موضع نگلی میں جلسہ ہوا ، جس میں حضرت مولانا زاہد حسن صاحب براہمی والے اور حضرت ملاجی عبدالکریم صاحب بوڑیہ والے وغیرہ جیسے حضرات شریک تھے ، حضرت حافظ عبدالرشید صاحب نے فرمایا کہ اعلان کردو کہ یہ جلسہ مدرسہ کا ہے ، چنانچہ اس وقت نوسو روپئے کے قریب رقم جمع ہوئی ، جس کی اینٹیں منگوا کر پچھّم (مغرب) کی جانب کمروں کی بنیادیں بھردی گئیں ، پھر ایک موقعہ آیا کہ اہل بستی کا جنگل اپنی پوری ملکیت میں تھا ، محکمۂ جنگلات اور گاؤں کی پنچایت نے مقدمہ ختم کرنے کے عوض آٹھواں حصہ محکمۂ جنگلات کو دینا طے کردیا ، حضرت حافظ صاحب نے فرمایا یہ آٹھواں حصہ بجائے جنگلات کے اپنے مدرسہ کو دیدو ، اس رقم سے ایک عمارت تیار ہوگئی جو اس وقت درسگاہوں کا کام دے رہی ہے۔(۱)

خلفائے کرام

جن حضرات کو حضرت حافظ صاحب نے اپنے اسلاف اور مشائخ کی طرح خرقۂ طریقت اور اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا ہے ، ان حضرات کے اسماء ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں ، ملا معزالدین نے اس موقع پر یہ شعر پڑھ کر سنایا ، جو یہاں کے مناسب

(۱) قلمی تحریر ملا ماہرالدین۔

حال ہے۔

ایک دل کے ٹکڑے ہزار ہوئے ❁ کوئی یہاں گرا، کوئی وہاں گرا

۱-حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوری مقیم خانقاہ رحیمی رائے پور، ضلع سہارنپور (یوپی)

۲-حضرت حاجی محمد رمضان صاحب ڈھکرانی ضلع دہرہ دون، اتراکھنڈ

۳-حضرت مولانا عبدالستار صاحب مفتاحی مہتمم مدرسہ ضیاء العلوم بوڑیہ، یمنا نگر ہریانہ

۴-حضرت مولانا اللہ مہر صاحب میراپور، ضلع مظفرنگر، یوپی

۵-حضرت مولانا محمد الیاس صاحب مفتاحی قاسمی مہتمم جامعہ اسلامیہ بیت العلوم پپلی مزرعہ، ضلع یمنا نگر (ہریانہ)

۶-حضرت مولانا شریف احمد صاحب مدرس مدرسہ فیض ہدایت درگلزار رحیمی رائے پور، ضلع سہارنپور (یوپی)

۷-حضرت مولانا محمد گلزار صاحب مدرس مدرسہ فیض العلوم بوڑیہ، ضلع یمنا نگر (ہریانہ)

۸-حضرت ڈاکٹر شفیق احمد صاحب نبیرہ و جانشین حضرت حافظ صاحب مقیم گلشن رشیدیہ رائے پور، ضلع سہارنپور (یوپی)

۹-جناب منشی عتیق احمد صاحب نبیرہ حضرت حافظ صاحب مقیم گلشن رشیدیہ رائے پور، ضلع سہارنپور (یوپی)

۱۰-جناب خالد خانصاحب قصبہ تیترو، ضلع سہارنپور (یوپی)

۱۱-حضرت ملا مہرالدینؒ صاحب ناظم و بانی مدرسہ اسلامیہ قادریہ ہدایت الاسلام نگلی ۳۲ر ضلع یمنا نگر (ہریانہ)

۱۲-حضرت حافظ جمیل احمد صاحب خلف الرشید حضرت حافظ عبدالستار صاحب نانکوی، نانکہ گندیوڑہ، ضلع سہارنپور (یوپی)

۱۳-جناب قاری حفظ الرحمٰن صاحب انصاری ناظم مدرسہ تعلیم القرآن پھلت، ضلع مظفرنگر (یوپی)

۱۴-مولانا بشیر احمد صاحب گھاس ہیڑہ، میوات، تحصیل نوح، ضلع گڑگاؤں، ہریانہ

۱۵-حاجی عبدالغنی عرف میاں صاحب قریشی گندیوڑہ، ضلع سہارنپور (یوپی)

۱۶-جناب بھائی شمس الاسلام صاحب محلّہ کٹکوئی امروہہ، ضلع جے، پی نگر (یوپی)

۱۷-جناب بھائی عبدالعزیز صاحب کیرانہ، ضلع مظفرنگر (یوپی)

۱۸-ملا جی عبدالرشید خواص پوروالے، ضلع سہارنپور (یوپی)

۱۹-جناب حافظ محمد طیب صاحب بوڑیہ، ضلع یمنا نگر (ہریانہ)

۲۰-جناب حاجی ضمیر احمد صاحب زرگر گندیوڑہ، ضلع سہارنپور (یوپی)

۲۱-جناب محمد فرید صاحب، بنارس (یوپی)

۲۲-جناب ماسٹر محمود حسن صاحب متھانہ

۲۳-جناب قاری محمد اکرم صاحب علی پورہ، سرساوا، ضلع سہارنپور (یوپی)

۲۴-جناب الحاج رحیم بخش صاحب (خادم حضرت) خیری، پوسٹ رائے پور، ضلع سہارنپور (یوپی)

یہ حضرات وہ ہیں جن کے نام خلفاء کے سلسلہ میں موصول ہوئے، ان حضرات کے علاوہ اور بھی ہیں جن کو حضرت حافظ صاحب نے خرقہ خلافت عطا کیا مگر راقم کو علم نہ ہوسکا، اور ایک کثیر تعداد ایسے لوگوں کی ہے جن کو اگرچہ خلافت نہیں دی؛ لیکن لوگوں کو توبہ کرانے کی اور کلمات بیعت کہلوانے کی اجازت ہے۔

باقیات الصالحات

باقیات الصالحات میں آپ نے چار لڑکے اور ایک لڑکی، چودہ پوتے، چھ پوتیاں،

دونواسے، ایک نواسی، اور دس پڑپوتے پانچ پڑپوتیاں، تین پڑنواسے اور چھ پڑنواسیاں چھوڑیں، جن کی کل تعداد باون تک پہنچتی ہے (اب ان میں اوراضافہ ہوگیا ہے)۔

چار لڑکوں میں سے بڑے حافظ احمد سعید ہیں، جن کی پیدائش اپریل ۱۹۳۳ء میں ہوئی، صوم وصلاۃ، ذکروتلاوت کے پابند ہیں۔

دوسرے صاحبزادے مسعود احمد صاحب ہیں، جن کی ولادت ایک اندازہ کے مطابق ۱۹۳۷ء میں ہوئی، یہ گھر کا کاروبار کرتے ہیں۔

تیسرے صاحبزادے مقبول احمد صاحب ہیں جو غالباً ۴۲-۱۹۴۱ء میں پیدا ہوئے، انہوں نے ۱۹۷۰ء میں دہرہ دون کے D.A.V کالج سے بی، اے کیا، اس کے بعد آپ قصبہ رائے پور کے پردھان بھی منتخب ہوئے۔

چوتھے صاحبزادے محبوب احمد ہیں، جن کا سن پیدائش ۱۹۴۶ء بتایا گیا ہے، وہ کاشتکاری وغیرہ کرتے ہیں۔

ایک صاحبزادی جس کا نام میمونہ بیگم ہے، ۱۹۴۴ء میں پیدا ہوئیں، سکروڈہ ضلع ہریدوار میں ان کی شادی ہوئی، بڑی نیک صالح عورت ہے، خاموش طبیعت، صبر وضبط میں اپنی مثال آپ ہیں۔

اسی طرح درجنوں احفاد واسباط ہیں، جن میں خاص طور سے دو قابل ذکر ہیں، ایک ڈاکٹر شفیق احمد صاحب جو حافظ احمد سعید کے بڑے صاحبزادے ہیں، جن کی ولادت ۱۹۵۶ء میں ہوئی، انہوں نے دینی اور عصری علوم کی تکمیل کے بعد ۱۹۸۲ء میں مطب قائم کیا، جس میں انہوں نے مخلوق خدا کی بے لوث خدمات انجام دی ہیں، اور ۱۹۸۶ء میں رحیمیہ چلڈرنس اکیڈمی کے نام سے ایک اسکول قائم کیا، جس کا مقصد طلبہ کو دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری علوم سے روشناس کرانا ہے، آپ میں قوم کی خدمت اس کی رہنمائی کرنے کا جذبہ ہے، حضرت حافظ صاحب کی آپ پر خصوصی توجہ رہی ہے،

اور یہی وجہ ہے کہ آپ حضرت کی وفات کے بعد جانشین منتخب ہوئے، اطال اللہ بقاءہ

دوسرے ڈاکٹر صاحب کے چھوٹے بھائی منشی عتیق احمد صاحب ہیں جو ۴/اگست ۱۹۵۹ء میں پیدا ہوئے، آپ نے بھی دینی اور عصری تعلیم کے مکمل ہونے کے بعد ۱۴۰۲ء مطابق ۱۹۸۲ء سے اپنے آپ کو مدرسہ فیض ہدایت درگلزار رحیمی خانقاہ باغ رائے پور کے لیے وقف کردیا اور رحیمیہ چلڈرنس اکیڈمی کو بھی اپنے وجود اور عمل سے زینت بخشی، جس سے اس کی کامیابی اور ترقی میں چار چاند لگ گئے، آپ کو بھی حضرت حافظ صاحب نے خرقہ خلافت کی دولت سے نوازا ہے، آپ کے ذکر میں اتنی حلاوت ہے کہ پاس بیٹھ کر ذکر کرنے والا بجائے خود ذکر کرنے کے آپ کے ذکر پر گوش برآواز ہوجاتا ہے، اور اس کو بھی ذکر کی چاشنی اور لذت کا احساس ہونے لگتا ہے۔

نیز حضرت حافظ صاحب نے باقیات الصالحات میں مریدین خاص کا بھی ایک حلقہ چھوڑا ہے، اللہ تعالی آپ کی اولاد، احفاد واسباط، مریدین ومتعلقین اور خلفائے کرام کو صبر جمیل عطا فرمائے، اور سب کو آپ کے کام میں حصہ لینے اور اس کو پھیلانے اور عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، جو آپ کی مبارک حیات کا مشغلہ خاص رہا ہے۔

چودھواں باب

واقعات وکرامات

چودھواں باب

واقعات وکرامات

معجزہ یا کرامت

معجزہ یا کرامت خرق عادات کے معنی میں مغربی مصنفین کے لیے عموماً ایک نا قابل فہم موضوع رہا ہے، مگر علمائے اسلام کے ہاں معجزات وکرامات پر مشتمل واقعات کو عقل سلیم اور اصول روایت کی رو سے پرکھنے کے بعد قابل یقین حقائق قرار دیا جاتا ہے (مفصل بحث کے لیے علم الکلام اور علم العقائد کی کتب کی طرح رجوع کیا جائے)۔(۱)

اگرچہ دوسرے کامل اولیاء اللہ کی طرح حضرت حافظ صاحب بھی کشوف وکرامات کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے، ان حضرات کے نزدیک اصل چیز استقامت ہے، جسے فوق الکرامت کہا گیا ہے، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ مقبولین بارگاہ الٰہی اور شیوخ کاملین کی زندگی میں اللہ کے حکم سے خوارق عادات اور کشوف وکرامات کا بکثرت ظہور ہوتا ہے، اہل علم کو اس کے لیے کسی علمی دلیل اور بحث واستدلال کی ضرورت نہیں، کشوف وکرامات نصوص صحیحہ سے ثابت اور تاریخ میں تواتر کے ساتھ منقول ہیں، اہلسنت کے عقائد کی کتابو میں تصریح ہے "کَرَامَةُ الْاَوْلِیَاءِ حَقٌّ" لیکن چونکہ زمانہ کا مذاق بدل چکا ہے، اور تذکرہ نگاروں نے بزرگوں کی سوانح حیات میں اس بارے میں اتنے غلو سے کام لیا ہے کہ بزرگوں کو ایک مافوق الفطرت مخلوق بنا دیا ہے، اس لیے اہل

(۱) اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۱۲/صفحہ ۹۳۴۔

علم اور سنجیدہ طبقہ کا مذاق اب ان سے اکتا چکا ہے، اس لیے اس قسم کے سیکڑوں واقعات وکرامات جو بسا اوقات حضرت کی زندگی میں ظاہر ہو جایا کرتی تھیں، ان تمام کا لکھنا مشکل بھی ہے، اور اس کی ضرورت بھی نہیں، تاہم یہاں پر حضرت حافظ صاحب کی حقیقت پر مبنی بعض کرامتیں جن کو آپ کے معتبر مریدین اور خدام خاص ومعتقدین حضرات نے بیان کیا ہے تحریر کیا جاتا ہے۔

اللہ کسی کھانے والے کو بھیج دے

ملا معزالدین جیت پوری بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت حافظ صاحب پہاڑوں میں سفر کر رہے تھے، ہمراہ میں اور مستری محمد صدیق بہٹ والے تھے، اور بھی کئی آدمی تھے، جس جگہ جانا تھا، اس کے اور ہمارے مابین چھ بڑے بڑے پہاڑ تھے جو سلسلہ وار ملے ہوئے تھے، سب کو تھکان محسوس ہوئی اور پیاس لگی، ایک جگہ پانی نظر آیا وہاں پہنچے اور پانی پیا، اس پانی کی یہ تاثیر ہوئی کہ تھکان جاتی رہی اور اتنی طاقت آ گئی کہ ساری دنیا کا سفر کر لے پھر بھی کم ہے، حضرت نے دعا فرمائی، اس کے بعد منزل مقصود کی طرف روانہ ہو گئے، جب منزل پر اترے، وہاں دیکھا کہ ایک آدمی نے بکرا ذبح کر رکھا ہے، اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی، وہ آدمی منتظر تھا کہ اللہ تعالی کسی کھانے والے کو بھیج دے، دن کے ساڑھے بارہ بج رہے تھے، مستری محمد صدیق بہت اچھا کھانا تیار کرنا جانتے تھے، چنانچہ انہوں نے کئی دن تک اس بکرے کو پکایا اور سب ساتھی برابر کھاتے رہے، اللہ نے اس میں بہت برکت دی، یہ واقعہ لوہاگڑھ کی کھول کا ہے۔

سب کارتوس مس ہو گئے

ماسٹر راشد حسین نے حسین احمد شیر پوری کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت حافظ

صاحب نے ہمارے یہاں ایک نکاح پڑھایا، نکاح کے بعد عجیب بات ہوئی، وہ یہ کہ نکاح کے بعد کچھ لوگوں نے جن کے پاس بندوقیں تھیں، نکاح کی خوشی میں فائرنگ کرنا چاہا، حضرت نے منع فرمایا کہ ایسا مت کرو، مگر وہ نہ مانے، نتیجہ یہ ہوا کہ جب جب وہ فائر کرنا چاہتے تو ان کے سب کارتوس ایک دم مس ہو جاتے تھے، چار پانچ بندوقیں تھیں سب بند ہو گئیں، سب لوگوں کو حیرت ہوئی، حضرت نے ہنس کر فرمایا کہ منع نہیں کیا تھا، لوگوں نے حضرت کی یہ کرامت دیکھ کر معافی چاہی، حضرت نے معاف کر دیا، اور آئندہ بزرگوں کی باتیں ماننے کا وعدہ کرایا۔

لاٹھی ہے؟

ایک مرتبہ منڈاور ضلع مظفر نگر سے جھوٹا بوگی پر سوار ہو کر چلے، جانا بہت دور تھا، ساتھ میں خادم عبداللہ لوہارگڑھ (ہماچل) کا تھا، حضرت نے میزبان چودھری محمد یامین کو چلتے وقت فرمایا کہ لاٹھی ہے؟ لے آو، وہ لاٹھی لے کر آئے، حضرت نے وہ لاٹھی خادم عبداللہ کو دیدی اور اس کو بوگی میں نہیں بٹھایا بلکہ اس کو پیدل چلنے کے لیے فرمایا، جمنا میں چلتے رہے، راستہ میں ایک جگہ سانپ آیا، حضرت نے عبداللہ کو حکم دیا کہ اس کو مارو، عبداللہ نے لاٹھی سے اس سانپ کو مار ڈالا، اس کے بعد حضرت نے عبداللہ کو بوگی میں بٹھایا، حضرت کو اللہ کی طرف سے کشف ہو گیا تھا، جس کی وجہ سے اس حکمت عملی کو اپنایا، ممکن ہے اس میں کوئی مصلحت رہی ہو۔

پانچ منٹ میں شکل صحیح

ایک مرتبہ حضرت حافظ صاحب ملا معزالدین کے ہمراہ پہاڑ کے سفر میں تھے، ناہن کے علاقہ میں جمو والوں کے یہاں گئے، وہاں پر ایک جمو والا گوجر جس کا نام مئو تھا،

لوگوں پر جادو کیا کرتا تھا، ایک مرتبہ اس پر کسی نے جادو کردیا، نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی صورت بدل گئی، اور بہت ڈراؤنی شکل ہوگئی، حضرت نے اس کو توبہ کرائی اور اس فعل شنیع سے بچنے کی ہدایت کی، توبہ کرانے کے بعد پانچ منٹ میں اس کی شکل صحیح ہوگئی، اور وہ بھلا چنگا ہوگیا، اس کے بعد اس پر اللہ نے فضل فرمایا، اس کی مدد کی، اب اس کے پاس کافی بھینسیں ہیں، حضرت نے فعل بد سے اس کو توبہ کرائی، اس کے بعد اللہ نے اس پر رحم فرمایا اور پانچ منٹ میں شکل صحیح ہوگئی، یہ آپ کی کھلی کرامت ہے۔

سب کے سب رہا ہوگئے

بمیالا میں چھ آدمیوں کو بیس بیس سال کی اور دس آدمیوں کو ڈھائی ڈھائی سال کی سزا ہوئی، وہاں کے ایک آدمی جن کا نام آفتاب عالم خان ہے، حضرت سے بیعت تھے، وہ آئے اور حضرت کو لے کر گئے، حضرت وہاں پر کافی دیر ٹھہرے اور ان قیدیوں کے لیے بہت دعائیں کیں، یہاں تک کہ وہ سب کے سب بغیر پیسے بغیر سفارش کے الہ آباد سے رہا اور بری ہوکر آگئے، ایسے قیدی جن کی رہائی اور برأت کی بظاہر کوئی سبیل نہیں تھی، وہ محض ایک ولی کامل اور اللہ والے کی توجہ اور دعا سے بغیر رشوت اور سفارش کے رہا ہوکر آگئے، یہ اللہ کا فضل اور حضرت حافظ صاحب کی کرامت ہے۔

اس ہاتھی کو کون باندھے گا؟

خالد خانصاحب تحریر کرتے ہیں کہ حضرت ایک مرتبہ چانڈی (ضلع سہارنپور کے ایک موضع) میں گئے، اس کے برابر میں ایک گاؤں بھاگ روڈ ہے، حضرت نے لوگوں سے معلوم کیا کہ اس گاؤں میں تو ہندو ہوں گے؟ لوگوں نے بتلایا نہیں جی، اس گاؤں میں مسلمانوں کے چالیس گھر ہیں، مسجد میں امام نہیں رکھتے، حضرت نے دعا کے بعد فرمایا کہ چلو بھاگ روڈ چلیں گے، وہاں گئے، لوگوں کو اکٹھا کرکے مسجد میں لائے،

یہاں تک کہ بارہ بج گئے، لوگوں کو سمجھایا، وہ لوگ امام رکھنے کے لیے مان گئے، ایک مستا ہوا آدمی کہنے لگا، اجی بس رہنے دو، اس ہاتھی کو کون باندھے گا؟ حضرت جی نے فرمایا کہ ایسا لفظ میں نے اس سے پہلے کبھی سنا ہے نہ بعد میں، بہت تکلیف ہوئی، حضرت کی زبان سے ناراضگی کے کلمات نکل گئے، اور رات ہی کو چانڈی واپس آئے، اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ رات ہی کو اس آدمی (جس نے وہ غلط بات کہی تھی) کی لڑکی کے پیٹ میں درد ہوا، اور دوسرے کئی آدمیوں کے درد ہوا، اور ایک وبا سی پھیل گئی، گاؤں میں شور مچ گیا کہ طاعون آ گیا، رات ہی کو لوگ چانڈی آئے اور کہنے لگے حضرت بھاگ روڈ چلو وہاں طاعون آ گیا اسے روکو، حضرت جی نے فرمایا کہ پہلے امام لاؤ، پھر جاؤں گا، وہ لوگ واپس ہوئے اور دن نکلنے سے پہلے امام لے آئے، پھر حضرت وہاں گئے اور ظہر کی نماز پڑھی، وہاں جب ظہر کی اذان دی، اذان کی آواز سن کر بستی سے کالی کالی شکلوں کی چیزیں نکل کر بھاگیں، اور دور جا کر ندی کے کنارے کھڑی ہوئیں اور دن میں گیدڑ بولے، گاؤں کے لوگوں نے کہا، حضرت جی سو سال کے قریب ہوگئے ہم یہاں آباد ہیں، ہم نے دن میں گیدڑ کی آواز نہیں سنی، حضرت جی نے فرمایا کہ اذان دعوت ہے، اور دعوت سے شیطان بھاگتا ہے، اللہ کی رحمت اترنے کا ذریعہ ہے، آج یہاں پر اذان ہوئی، کلمہ کا ذکر ہوا، دعائیں اور توبہ ہوئی، اللہ کی رحمت اتری جسے دیکھ کر گیدڑ بولے، انتیس ۲۹ سال تک وہ امام اس بستی میں رہا، ۱۹۶۰ء کے قریب کا یہ واقعہ ہے، چار پانچ سال سے مجھے اس (امام) کا علم نہیں ہے کہ وہی ہے یا دوسرا ہے۔

آپ نشان لگادیں

ماسٹر راشد صاحب فرماتے ہیں کہ احقر دہرہ دون کے ایک علاقہ میں گیا، وہاں لوگوں نے بتایا کہ حضرت حافظ صاحب یہاں تشریف لاتے تھے، پانی دور سے لانا پڑتا

تھا، بڑی پریشانی تھی، ہم نے حضرت سے کہا، حضرت ہم کنواں بنانا چاہتے ہیں، پہاڑی علاقہ ہے، پانی کی بڑی پریشانی ہے، بہت دور سے لاتے ہیں، آپ نشان لگادیں ہم کنواں کھودلیں گے، حضرت نے ایک جگہ اپنی چھڑی سے دائرہ بنادیا، ان لوگوں نے اس جگہ کنواں کھودا، خدا کے فضل سے بہت اوپر پانی نکل آیا، لوگوں کی پریشانی دور ہوگئی، یہاں پر بھی حضرت کی کرامت کا ظہور ہوا کہ جو لوگ مدتوں سے پانی کے قریب نہ ہونے کی وجہ پریشان تھے اور کنواں کھودنے میں کسی بھی طرح کامیاب نہ تھے، آپ کے نشان لگادینے اور دعا کردینے سے اللہ نے فضل فرمایا اور ان لوگوں کی پریشانی کا ازالہ ہوگیا۔

ایک طرف دعا دوسری طرف جمنا کا رخ

حافظ محمد عالم جلالیہ والے اور راؤ محمد مقصود صاحب رائے پوری حضرت کے ساتھ کرنال کے سفر میں تھے، یہ بیان کرتے ہیں کہ منڈاور ضلع مظفرنگر میں جو جمنا کے کنارے پر مغرب میں اور یوپی کی سرحد پر واقع ہے، جمنا کی وجہ سے بہنے کے قریب تھا اور بہت ہی کم امید رہی تھی کہ بچ جائے گا، کیونکہ یہ عنقریب ہی جمنا کی لپیٹ میں آنے والا تھا، حضرت چونکہ ضلع کرنال میں تھے، تو منڈاور میں چودھری محمد یامین جو پرمکھ تھے، انہوں نے کہا کہ حضرت جی کو لے آؤ، وہاں سے اگر چاہو بچنا، چنانچہ لوگ آپ کو بلہیڑہ ضلع کرنال سے لے آئے، کشتی پر بیٹھ کر اس کنارے آئے، مغرب کے وقت منڈاور پہنچے، سب مرد عورتیں اور بچے کھڑے ہوئے تھے، جمنا پورے زور وشور کے ساتھ ڈھیڑا ڈھیڑ گر رہی تھی، اونچی اونچی ڈھانگیں گرنے کی وجہ سے بہت آواز اور شور ہو رہا تھا، حضرت مسجد میں تشریف لے گئے، لوگوں کو ترتیب وار بٹھایا، سب سے آگے مرد تھے، ان کے بعد بچے اور پھر عورتیں تھیں، حضرت نے دعا کرنا شروع کی، ایسی زور وشور کی دعا ہوئی کہ رونے بلبلانے اور چیخوں کی آواز دور دور جارہی تھی، قریب کے گاؤں کے

لوگوں مثلاً اہل کھورگان وغیرہ نے سمجھا کہ منڈاور میں ڈاکو گھس گئے اور ڈاکہ پڑ گیا، وہ لوگ مدد کی غرض سے چلے جب کچھ قریب پہنچے تو پہچان گئے کہ یہ تو رائے پور والے حضرت جی کی آواز ہے (چونکہ مائک لگا ہوا تھا) چودھری فتح جنگ کھورگان کے بھی ساتھ تھے، لیکن پھر وہ لوگ واپس چلے گئے، اس کا یہ اثر ہوا، اور بارگاہ خداوندی میں اسکی یہ مقبولیت ہوئی کہ صبح کو جمنا پتھر گڑھ کی طرف رخ کر گئی تھی، اور ادھر تھوڑا تھوڑا پانی رہ گیا تھا، دیکھنے والے بیان کرتے ہیں کہ جو کنکر، ڈھیلا جس جگہ تھا وہ وہیں معلق ہو کے رہ گیا اور لٹکا رہا، خدا کے فضل سے اس گاؤں کی حفاظت ہوگئی، اس علاقہ میں حضرت کی کرامت کا یہ واقعہ بہت مشہور ہے۔

اسی طرح کا ایک واقعہ پتھر گڑھ کا ہے، جس کو محمد جمشید کھورگان ضلع مظفرنگر (مقیم حال دہرہ دون) کے بیان کرتے ہیں کہ میں چھوٹا سا تھا، مجھ کو معلوم ہوا کہ حضرت حافظ صاحب پتھر گڑھ آئے ہوئے ہیں، میں عصر کے وقت کھورگان سے چلا کہ ملاقات اور زیارت کر کے آؤں، چنانچہ میں پتھر گڑھ پہنچا حضرت پتھر گڑھ سے جمنا میں دعا کرنے کے لئے آئے ہوئے تھے، عصر کے بعد دعا ہو رہی تھی، لوگ بہت ہی رو رہے تھے، اثناء دعا ہی میں جمنا کا رخ بدل گیا تھا، اور پانی دوسری طرف جانا شروع ہوگیا تھا، یہاں پر بھی حضرت کی دعا کا وہی کرشمہ ہوا۔

پجاری نے بھاگ کر جان بچائی

ایک مرتبہ ایک مندر کے سادھو (پجاری) نے حضرت سے کہا کہ آپ ہمارے مندر میں چلئے اور اس نے یہ بات کہی کہ ہم بھی تو مسجد میں چلے جاتے ہیں، حضرت اس کے اصرار پر مندر گئے، حضرت نے وہاں کچھ نہیں کیا اور خاموش رہے، پجاری نے فوراً ہی حضرت پر اثر ڈالنا چاہا، حضرت بھانپ گئے، اور اس فقیر (پجاری) سے فرمایا کہ میں نے

تجھے کچھ نہیں کہا، اس کے بعد حضرت نے اس پر اثر ڈالنا چاہا تو وہ پجاری وہاں رک نہ سکا، اور دم دبا کر بھاگا اور اپنی جان بچائی، حق کے مقابلہ میں باطل ٹھہر نہ سکا، خدا کا فرمان ہے "جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا"۔(۱)

مسلمان بہت اچھے لوگ ہیں

الٰہی پور اہندو راجپوتوں کا گاؤں ہے، وہاں ایک آدمی سلطان سنگھ تھا، اس کی ٹانگ میں تکلیف تھی، بہت علاج کیا مگر صحت نہیں ہوئی، وہ حضرت کے پاس آیا، حضرت نے پڑھ کر دم کر دیا، اس کی ٹانگ کی تکلیف جاتی رہی، اور وہ بالکل ٹھیک ہو گیا، اس کے بعد وہ بہت مانوس ہو گیا، جب حضرت کا اس علاقہ میں جانا ہوتا تو وہ ساتھ ہی میں رہتا، اور حضرت کو اپنے گھر میں ٹھہراتا اس کے گھر میں پانچوں وقت اذان اور نماز ہوتی اور مکان کی چھت پر ذکر بالجہر ہوتا، برادری کے دوسرے لوگ اس سے ناراض ہوتے اور کہتے کہ یہ بہک گیا اور گمراہ ہو گیا، وہ غصہ میں آکر جواب دیتا، مسلمان بہت اچھے لوگ ہیں، پانچ وقت منھ ہاتھ دھوتے ہیں (یعنی وضو کرتے ہیں) اور تم لوگ پائخانہ کر کے ہاتھ تک نہیں دھوتے ہو، اس واقعہ سے حضرت کی دو کرامات کا ظہور ہوتا ہے، اول تو یہ کہ دائمی مریض پر پڑھ کر دم کیا، اس کی تکلیف جاتی رہی اور وہ مانوس ہو گیا، دوسری یہ کہ ہندوؤں اور اعداء اللہ واعداء الدین کے جم گھٹے اور ان کے بیچ میں رہ کر اذان واقامت اور پنجگانہ ادا کرنا اور سر عام مکان کی چھت پر حق وصداقت کے کلمہ کا بالجہر ذکر اور ورد کرنا، اور دشمن ہی کے مسکن کو پناہ گاہ بنانا۔

سٹا نہیں لگایا کرتے

حضرت کے ایک اہل تعلق اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں بہت پریشان حال تھا،

(۱) سورۂ اسراء آیت ۸۱

بہت زیادہ مقروض تھا، اس سے نجات کی بظاہر کوئی صورت معلوم نہیں ہو رہی تھی، دل میں خیال آیا کہ سٹا یا نمبر معلوم کر کے کچھ کام ہو جائے، تو اچھا ہے، کئی بزرگوں کے پاس گیا، مقصد حاصل نہیں ہوا، یہاں تک رائے پور حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، مجمع زائد ہونے کی وجہ سے بات چیت نہ ہو سکی، پیچھے ہی بیٹھ گیا، لیکن حضرت نے مجھ کو دیکھ لیا، میرے ذہن میں آیا کہ جب تک حضرت فارغ ہوں، ٹہل کر آجاؤں جیسے ہی چلنے کا قصد کیا، فوراً حضرت نے کہا کہ بھائی حافظ یوسف کو بلاؤ، دوسری مرتبہ ایسے ہی ہوا، پھر تیسری مرتبہ بھی جب چلنے کا ارادہ کیا تو حضرت نے بلایا، اس مرتبہ حضرت کے قریب بیٹھا، جب حضرت مجمع سے فراغت کے بعد استنجاء کے لیے اٹھنے لگے، تو میں حضرت کے لیے لوٹا اٹھا کر چلا، حضرت نے کندھے پر ہاتھ رکھ کر خود ہی فرمایا کہ سٹا نہیں لگایا کرتے، میں نے کہا کیا کروں، حضرت نے فرمایا کہ سب ٹھیک ہو جائے گا، انشاء اللہ، اس کے بعد اللہ نے فضل فرمایا کہ کوئی پریشانی نہیں ہوئی، سب کام ہو گئے، جب بھی کوئی پریشانی سامنے آئی، حضرت کے پاس آجاتا۔(۱)

مجمع کتنا ہی ہوتا حضرت کی سب پر نظر رہتی اور سب کی دلجوئی کا سامان مہیا کرتے تھے، اور جو جس مقصد کے لیے آتا کشف کے ذریعہ حضرت کو اس کی حالت کا علم ہو جاتا، پھر مناسب حال اس کی حاجت پوری فرماتے، اور اس کے لیے دعا فرماتے، اس قسم کے واقعات جو حضرت کی قوت روحانی اور اشراقی پر دلالت کرتے ہیں، بکثرت ہیں، لیکن حضرت کی استقامت، تعلق مع اللہ، زہد وتقوی، توکل وتبتل، عشق ومحبت الٰہی اور تاثیران کشوف وکرامات سے کہیں اعلا وارفع چیزیں ہیں اور خود حضرت ان کو اہمیت نہیں دیتے تھے، آپ کے ایک خادم نے پوچھا، حضرت کرامات کس طرح ظاہر ہوتی ہیں، حضرت نے فرمایا کہ "ارے پاگل، اصل تو اللہ کی رضا ہوتی ہے، کرامات ورامات

(۱) حافظ محمد یوسف کیرانہ۔

کچھ نہیں،" یہ سب صحبت با اہل دل اور کامل شیخ، تعلق مع اللہ، فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول کا ثمرہ ہے۔

دیدیم کہ ایں ما ہمہ خوابست وخیال است
مردانہ ازیں خواب وخیال است گزشیتم
ما از پئے نورے کہ بود مشرق انوار
از مغربی و کوکب و مشکوۃ گزشیتم

پندرھواں باب

ملفوظات وارشادات

پندرہواں باب

ملفوظات وارشادات

حضرت حافظ صاحب اپنی مختلف مجالس میں بہت سی باتیں اصلاح وتربیت کے سلسلہ میں فرماتے رہتے تھے، جن میں سے بعض واقعات سے تعلق رکھتی ہیں، بعض نصائح اور دیگر چیزوں سے، یہاں پر وہی ملفوظات نقل کئے جارہے ہیں، جوراقم سطور نے حضرت کی خدمت بابرکت میں رہ کر سنے اور قلم بند کئے ہیں، بعض ارشادات وہ بھی ہیں، جو بعض معتبر خدام نے بیان کئے ہیں۔

(الف)

واقعات وتذکرہ اخیار

شیخ ہندی بہت بڑے بزرگ ہیں

ارشادفرمایا کہ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ہجرت کرکے مکہ مکرمہ چلے گئے تھے، وہاں ٹھہرے ہوئے ایک رات میں جب حضرت ذکر کررہے تھے، تو ایک مکی رات میں کسی حاجت (غسل وغیرہ) سے آیا تو اس نے دیکھا کہ جب حضرت "لاالٰہ الا اللّٰہ" کہتے تو الا اللّٰہ پر ان کے منھ سے ایک روشنی نکل رہی تھی، کبھی روشنی ہوتی، کبھی اندھیرا، اس نے سوچا کہ جنات کا اثر ہے، جب اس نے قریب آکر دیکھا تو کہا کہ شیخ ہندی بہت بڑے بزرگ ہیں، اس نے صبح ہی لوگوں کو بتلایا، اس کے بعد پھر

لوگ (حاجی صاحب سے) بیعت ہوئے۔

بیت الخلاء کا مراقبہ

ارشادفرمایا کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب یہاں رائے پور خانقاہ میں آئے ہوئے تھے، انہوں نے حاضرین سے فرمایا، بھائی بیت الخلاء کا مراقبہ بتاؤ کیا ہے؟ لوگ حیرت میں پڑ گئے کہ آخر ایسا کیا مراقبہ ہے، پھر حضرت مولانا نے خود فرمایا کہ بیت الخلاء میں بیٹھنے کے بعد یوں سوچو کہ میں کتنا گندا ہوں، میں نے کتنا اچھا کھانا کھایا تھا، میری صحبت میں جاکر کتنا برا ہوکر نکل رہا ہے۔

سینکڑوں گھڑے پانی کے پڑجاتے ہیں

ارشادفرمایا کہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب (رائے پوری) مظاہر علوم میں پڑھ رہے تھے، حضرت شاہ عبدالرحیم سہارنپوری کے پیچھے لوگ جمعہ کے بعد مصافحہ کے لیے دوڑتے تھے، شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کو خیال ہوا پیچھے سے کہ نفس پھول جاتا ہوگا (حضرت کو کشف ہوگیا) تو حضرت شاہ سہارنپوری نے پیچھے مڑکر جواب دیا کہ بھائی سینکڑوں گھڑے پانی کے پڑجاتے ہیں۔

مولوی عبدالرحیم نے ماردیا

ارشادفرمایا کہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب دہلی میں مقیم تھے، وہاں ایک مسجد کا مقدمہ چل رہا تھا، ہندو اپنے ایک فقیر (پجاری) کو لاتے تھے تاریخ پر، وہ توجہ کرتا تھا جج کی طرف جس سے وہ جج ان کے حق میں فیصلہ کرتا تھا، کسی نے کہا کہ مولوی عبدالرحیم آئے ہوئے ہیں، ان سے کہو دعاء کے لیے تو (لوگوں نے) کہا بہت بزرگوں کے پاس پھر لئے ہیں، انہوں نے کہا کہ کوئی حرج نہیں، ان کے پاس چلو، وہ آکر حضرت کو لے گئے، حضرت نے توجہ ڈالی، تو وہ فقیر چیختا چلاتا دوڑا کہ مولوی عبدالرحیم نے ماردیا۔

اگر کسی ولی کی زیارت کرنی ہو

ارشاد فرمایا کہ ابّل تھے رائے پور کے، ان کو کسی سے عشق تھا، اس کا انتقال ہو گیا، وہ بہت اس کے عشق میں باؤلا بنا پھرا، کسی نے کہا کہ حضرت کے پاس چلے جاؤ، شاہ عبدالرحیم کے یہاں پہلے گئے نہیں تھے، جب چلے گئے تو بیعت ہو گئے، پھر حضرت ہی کے پاس رہے، جب انتقال ہوا، حضرت نے کہا اگر کسی ولی کی زیارت کرنی ہو تو ان کی کرلو، بہت بدل گئے تھے۔

تم نے اپنی مغفرت کا سامان کرلیا

ارشاد فرمایا کہ یہاں رائے پور کی نہر بیس دن کو بند ہو گئی تھی، پانی کی دقت ہو رہی تھی، پانی عالم پور سے لاتے تھے، میں نے دعا کی اور مولوی اشفاق بھی (حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کے) مزار پر بیٹھے تھے، ان کو مزار پر اشارہ ہوا، اس کنویں کے بنانے کا (جو اس وقت خانقاہ میں ہے) اسی جگہ استغراق ہو گیا تھا، اور غنودگی سی ہو گئی تھی، پھر حاجی امداد لودی پوری اور حاجی دوست محمد دودھ گڑھی ان دونوں کو خواب میں حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب نے کہا اس جگہ کنواں بناؤ (جہاں اس وقت ہے) اور کہا کہ ساتھ دو مولوی اشفاق کا کنواں بنوانے میں، پھر وہ لوگ لودی پور، دجھیڑا، دبکوری، دودھ گڑھ لے گئے اور بھی کئی گاؤں میں، لوگوں نے کافی مدد کی مال کی، روپے دئے، تو آ کر کام لگا دیا، جوالا پور کا مستری تھا، اسے ٹھیکا دیا، کنواں بن گیا، کنواں چلنے کے بعد پھر دوبارہ نہر بند ہو گئی، کوٹھی (خانقاہ) سے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب عصر کی نماز پڑھنے کے لیے آئے، مسجد میں بہت لوگ دیکھے اور کنویں پر بھی بہت لوگ دیکھے، تو مولوی اشفاق کو حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ تم نے اپنی مغفرت کا سامان کرلیا۔

شاہ عبدالرحیم کا ذکر، ایک شخص کی چیخ

ارشاد فرمایا کہ پانی پت کے کسی گاؤں کا واقعہ ہے کہ وہاں بزرگوں کا ذکر ہو رہا تھا جب حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کا ذکر آیا تو ایک شخص نے چیخ ماری، بعد میں اس سے چیخ کی وجہ دریافت کی گئی، اس نے جواب دیتے ہوئے اپنا واقعہ سنایا کہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری پانی پت کے علاقہ میں تشریف لایا کرتے تھے، قریب کے کسی گاؤں میں ٹھہرے ہوئے تھے، میں اپنے گاؤں سے گھر والوں کو یہ کہہ کر کہ میں مولوی کا مرید ہونے جا رہا ہوں، اس گاؤں میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت رائے پور چلے گئے ہیں، پھر میں رائے پور کے قصد سے روانہ ہوا، آتے ہوئے راستے میں عماد پور(۱) میں ٹھہرا، وہاں ایک جھوٹی (بھینس) پسند کر لی، اور ارادہ کیا کہ اس کا کام پہلے کر کے پھر توبہ کرنی ہی ہے، تو اس رات میں اس کا موقع نہ مل سکا، صبح کو روکھی سوکھی روٹی کھا کر منہ پر کپڑا لپیٹ کر لیٹ گیا، حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کو رائے پور میں انکشاف ہوا، حضرت نے ایک آدمی عماد پور بھیجا، اس نے آ کر معلوم کیا، فلاں گاؤں کا فلاں آدمی ہے یا نہیں؟ لوگوں نے لیٹے ہوئے آدمی کی طرف اشارہ کیا کہ اس سے معلوم کر لو، میں سمجھ گیا اور یہ سمجھا کہ شاید پولیس آ گئی، منہ کھول کر دیکھا تو سادا آدمی معلوم ہوا، پھر میں نے کہا کہ میں ہوں میں، بتا کیا کہنا ہے، پھر اس قاصد نے کہا کہ حضرت نے رائے پور بلایا ہے، میں ساتھ چل دیا، وہ راستہ میں مجھے ادب سکھاتا ہوا لے گیا کہ ادب سے مصافحہ کر کے بیٹھا کرتے ہیں، میں نے حضرت سے آ کر مصافحہ کیا، حضرت نے ہاتھ روک کر فرمایا، چودھری کیا کام کرا کرتے ہو، میں نے کہا کہ چوری کا کام کرتا ہوں، حضرت خاموش رہے، بعد میں مجھ کو مرید کر لیا اور جب چلنے لگا حضرت

(۱) عماد پور رائے پور کے پاس جنوب مشرق میں نہر کے جنوب میں واقع ہے۔

نے پوچھا کہ زمین بھی کچھ ہے، یا نہیں؟ میں نے کہا گیارہ بیگہ ہے، حضرت نے کہا کہ اسی میں محنت کرو، واپس جاتے ہوئے میں نے راستہ میں دیکھا کہ قصائی (قصاب) ایک ہلکے پھلکے کمزور بیل کو ذبح کرنے میں لگ رہے ہیں، میں نے اس کو ڈھائی سو روپئے میں خرید لیا، آگے چل کر ایک بیل اور ملا، اس کو تین چار سو روپے میں خرید لیا، جب گھر پہنچا، سب دیکھ کر ہکے بکے رہ گئے کہ یہ کتنے کے بک جائیں گے، کیا اس سے گزارا ہو جائے گا، جب کہ اس سے پہلے موٹی موٹی، مضبوط جھوٹیاں لاتا تھا، اور لوگوں میں خوب شور مچ گیا، میں خاموش رہا، رات میں بیوی نے پوچھا سچ بتاؤ کہاں گئے تھے، میں نے کہا کہ میں تو رائے پور مولوی کا مرید ہو کر آیا ہوں، بیوی نے کہا چاہے جو کچھ بھی ہو، چھ مہینے تک اس کو نبھالے، دو چار روز بعد بارش ہوئی، انہیں دو بیلوں سے زمین جوت کر زمین میں مکئی اور باجرا بویا، ایک جنس پینتالیس من پکی ہوئی، اور ایک پینتیس من پکی ہوئی، اس کے بعد میں نے کہا کہ پہلے بیلوں کا قرضہ ادا کر کے آؤں، اپنا یہ واقعہ سنا کر اس نے کہا کہ اب ان گاؤں والوں سے معلوم کر لو کہ میرے پاس سات سو بیگہ زمین اور بیس بھینسیں ہیں، اس لیے جب حضرت کا ذکر آیا میں نے چیخ ماری ہے۔

گوجر بازی لے گیا

ارشاد فرمایا کہ اخیر میں حضرت مولانا احمد الدین صاحب کے انتقال سے پہلے چودھری ظفر و مجھیڑہ والوں نے کہا تھا کہ لڑکے معین الدین کو بلاؤ؟ انہوں نے کہا کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کو ملنے کو جی چاہ رہا ہے، اس وقت حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری سفر میں تھے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے پاس کون جاتا، رات کا وقت تھا اور حضرت مولانا الیاس صاحب گھومتے گھومتے دہلی اسٹیشن پر آئے، سوچا سہارنپور چل، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کے پاس ٹیلی

فون کر دیا کہ میں آ رہا ہوں، شیخ گاڑی لے کر سہارنپور اسٹیشن پر حاضر ہوئے، جب حضرت مولانا الیاس صاحب آئے تو کہا کہ رائے پور جانے کو جی چاہ رہا ہے، حضرت شیخ نے کہا کہ رائے پور جانے کے لیے حاضر ہیں، گاڑی پر سوار ہو کر یہاں رائے پور آ گئے، حضرت مولانا الیاس صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی پھر فرمایا کہ گوجر بازی لے گیا، مولانا احمد الدین صاحب رائے پور گوجراں کے تھے۔

اللہ اپنی حفاظت میں رکھے

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی میں نے بہت صحبت اٹھائی ہے، جب رائے پور آیا کرتے تھے، حضرت شاہ صاحب کی چارپائی اندر چلی جاتی تھی، لوگ مولانا الیاس صاحب کے پاس بیٹھ جاتے تھے، ایک مرتبہ مولانا الیاس صاحب نے فرمایا کہ ایک جگہ تین آدمی بیٹھے ہوئے ہیں، ایک غیبت کر رہا ہے، ایک ہنگورے دے رہا ہے، ایک چپ چاپ بیٹھا ہے، مولانا نے فرمایا کہ خدا قسم کھا کے کہتا ہے کہ میرے ذمے ہے کہ میں قیامت میں اسے بھی ذلیل کر دوں گا، جو چپ چاپ بیٹھا ہے یا تو انہیں روک دے یا وہاں سے اٹھ جائے، جہاں غیبت ہو رہی ہے، کتنی بری بات ہے، اللہ اپنی حفاظت میں رکھے، اللہ کی پناہ کون بچ رہا ہو گا اس گناہ سے۔ (۱)

داڑھی کاٹنا حضور کی ناراضگی کا سبب

ارشاد فرمایا کہ جب میں بیل گاڑی میں مولانا محمد الیاس صاحب کو بٹھا کر گندیوڑ بس میں بٹھانے کیلئے چھوڑنے گیا، مولانا نے فرمایا کہ جب آدمی کا انتقال ہو جاتا ہے تو قبر میں دفن کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے، جس کی داڑھی کٹی ہوئی ہوتی ہے حضور اس سے منہ پھیر لیتے ہیں، جب حضور نے منہ پھیر لیا، بتاؤ پھر کیا رہا، کچھ بھی نہیں (۲)

(۱) روایت خالد خاں صاحب۔ (۲) روایت خالد خانصاحب۔

خانصاحب عبدالرحمٰن تھانہ بھون کا ذکر خیر

ارشاد فرمایا کہ خانصاحب (۱) عبدالرحمٰن تھانہ بھون کے (ان کا لڑکا صوفی یوسف ہمارے ساتھ سفر میں رہا) بہلی چلایا کرتے تھے، تھانہ بھون سے گنگوہ جارہے تھے، ایک لالہ نے راستہ میں کہا کہ آرام کرلیں اور کھانا کھالیں، اس نے اپنی عورت سے بھی کہا کہ تو بھی کھالے، اس نے کہا مسلمان کا پردہ لگ گیا، غسل کرکے کھاؤں گی، اس پر خانصاحب کو عورت سے عشق ہوگیا، اس کا عورت پر یہ اثر پڑا کہ عورت کہنے پر مجبور ہوگئی، کہ میں عبدالرحمٰن کے یہاں جاؤں گی، بنیوں نے روکا پہرادیا، روک کرکے رکھی (جب مانی نہیں وہ) پھر زہر دے دیا اور وہ مرگئی، جب اس کا علم خانصاحب کو ہوا تو جنگل میں زمین پر لوٹ رہے تھے، تو آواز آئی اور بجلی سی چمکی، پھر آواز آئی کہ اِدھر دیکھ، اُدھر کیا دیکھ رہا ہے (اس کے بعد پھر) اللہ کا عشق ہوگیا، حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کی صورت

(۱) خانصاحب عبدالرحمٰن تھانہ بھون کے رہنے والے تھے، استعداد نہایت عالی اور نسبت عشقیہ جذبیہ تھی، ابتداء میں کرایہ پر بیل گاڑی چلاتے تھے، ایک لطیفہ غیبی اور ہادی مطلق کی رہبری سے بیعت وسلوک کی طرف توجہ اور حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب کی طرف نشاندھی ہوئی، بیعت ہوئے اور آثار واحوال غریبہ کا ورود ہوا، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب فرماتے تھے کہ پہلے مجھے خیال ہوتا تھا کہ شاید لوگوں نے پہلے بزرگوں کے حالات وکمالات لکھنے میں مبالغہ سے کام لیا ہے، لیکن جب میں نے میاں صاحب (عبدالرحمٰن خانصاحب) سے ان کے حالات سنے اور اپنی آنکھوں سے دیکھے تو یقین ہوا کہ واقعی پرانے بزرگوں کے حالات بھی جو لوگوں نے لکھے ہیں درست ہوں گے، فرمایا کہ میں اور مولانا اللہ بخش صاحب (بہاول نگری) اور میاں صاحب ایک مرتبہ ایک تقریب میں جمع تھے، وہاں ایک موقع پر ہم نے اصرار کیا کہ آپ اپنی بیعت کا واقعہ سنائیں، انہوں نے واقعہ سنانا شروع کیا، بیعت کا واقعہ سناتے سناتے، رونا شروع کردیا، جب ہم نے دیکھا کہ خون کے آنسو جاری ہیں، اور کرتا رنگین ہورہا ہے، ہم بڑے گھبرائے، ہم نے خود کرتا دھویا، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب انکی تاثیر وفیض صحبت کے واقعات اکثر سنایا کرتے تھے، برابر دورہ اور تبلیغ فرماتے، مدارس قائم کرتے اور حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کی خدمت میں روداد پیش کرتے، بڑے بڑے متکبر وفرعون طبیعت رئیسوں کی ان کی صحبت میں قلب ماہیت ہوجاتی تھی، فرماتے تھے جس روز ان کی وفات کی اطلاع رائے پور آئی ہے حضرت پر سارے دن عجیب اثر وکیفیت رہا، یہ بھی فرمایا کہ ہمیں امید تھی کہ اگر ایسے صاحب تاثیر اور قوی النسبت لوگ زندہ رہ جائیں تو مخلوق خدا کو بڑا فیض پہنچے اور اسلام کو ترقی ہو۔ (ماخوذ از سوانح عبدالقادر صاحب صفحہ ۹۳)

دکھائی اور چار صفتیں بتائیں کہ جس میں یہ ہوں اس سے بیعت ہوجاؤ، تو اس شکل کا کوئی نہیں ملا، پھر رائے پور گوجراں جاتے ہوئے سہارنپور میں قاری عبدالکریم تخت ہزاری (جن کی شادی رائے پور میں ہوئی تھی اور میاں شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوری سے بیعت تھے اور شاہ عبدالرحیم رائے پوری کے پیر بھائی تھے) مل گئے، ان سے بات چیت ہوئی، انہوں نے کہا کہ وہ میرے پیر بھائی ہیں، میں لے جاؤں گا آپ کو رائے پور، جب رائے پور آئے تو حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری نے فرمایا کہ گنگوہ چلو وہاں (بیعت) کرائیں گے، انہوں نے چاقو نکال کر گردن پر رکھ دیا، اس کے بعد حضرت نے انکو بیعت کرلیا، پھر اللہ نے فضل کیا اور خلیفہ ہوگئے، حضرت نے باہر بھیجا، دین کا بہت کام کیا، جب حضرت کو کارگزاری سناتے تھے، تو جلدی جلدی سنا کر باہر ہوجاتے تھے، ورنہ وجد ہوجاتا تھا، اور سر چھت میں جا کر لگتا تھا۔

اللہ سب کچھ دے گا

اشاد فرمایا کہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا کہ خانصاحب عبدالرحمٰن کی بیوی کہتی تھی، مجبور ہورہے تنگ ہورہے، وہ مصلّٰے سے اٹھے تو جھرن جھرن اشرفیاں گریں، تو کہا اٹھالے جتنی اٹھانی ہیں، اس نے اٹھائی، پھر خانصاحب نے فرمایا کہ بعد مرنے کے اللہ سب کچھ دے گا، اس طرح نہیں کرا کرتے۔

جھٹ آگ لگ گئی

ارشاد فرمایا کہ صوفی یوسف (بن خانصاحب عبدالرحمٰن) نے بتلایا کہ خانصاحب عبدالرحمٰن بن (جنگل) میں بیٹھ کر عبادت کیا کرتے تھے، ایک مستری نے کہا صوفی جی ان کے لیے لحاف بنادو، ان کو سردی لگتی ہوگی، تو لے گئے، جب ان پر لحاف ڈالا فوراً آگ لگ گئی، حرارت بڑھنے کی وجہ سے جذب پیدا ہوگیا تھا، جھٹ آگ لگ گئی، پھر

اشاد فرمایا کہ ان کے لڑکے صوفی یوسف بہت دنوں تک ساتھ رہے، کئی کئی دن تک کھانا نہیں کھاتے تھے، نوافل اور عبادت میں مشغول رہتے تھے، بہت اونچے حالات تھے۔

اگر منصور میرے زمانہ میں ہوتا

ارشاد فرمایا کہ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی نے فرمایا کہ اگر منصور میرے زمانہ میں ہوتا تو اس کو ان کیفیات سے نکال لیتا، پھر ارشاد فرمایا کہ:

زباں منصور کی تھی بولنے والا تھا پردے میں
انا الحق صاف تھا، مگر آواز پہچانی نہیں جاتی (۱)

(۱) حضرت تھانوی رحمہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''وہ انا الحق'' خود نہ کہہ رہے تھے، بلکہ اس وقت انکی وہ حالت تھی جیسے شجرہ موسی سے آواز آئی تھی ''انی انا اللہ رب العالمین'' گو آواز شجرہ ہی سے نکل رہی تھی، چنانچہ خود نص میں تصریح ہے ''نودی من شاطئ الوادی الایمن فی البقعة المبارکة من الشجرة ان یا موسی'' تو کیا شجرہ خود کہہ رہا تھا ''انی انا اللہ'' ہرگز نہیں، ورنہ شجرہ کا رب ہونا لازم آئے گا، اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے، کہ آواز شجرہ میں سے نہیں نکلی تھی، بعینہٖ صوت حق تھی کیونکہ حق تعالی صوت سے پاک ہے اور یقیناً موسی علیہ السلام کو صوت ہی مسموع ہوئی تھی، جو سمت خاص اور مکان خاص کے ساتھ مقید تھی تو اس کو حق تعالی نے وادی ایمن اور بقعہ مبارکہ اور من الشجرۃ کے ساتھ مقید کیا ہے، ورنہ کلام حق بعینہٖ ہوتا تو ان قیود سے مقید نہ ہوتا، پس ماننا پڑے گا کہ وہ آواز تو شجرہ ہی کی تھی اور اسی میں سے نکلی تھی، مگر وہ حق تعالی کی طرف سے متکلم تھا، خود متکلم نہ تھا، جیسے قرآن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے ''فإذا قرأناه فاتبع قرآنه'' کہ جب ہم قرآن پڑھا کریں تو آپ قرأت کا اتباع کیجئے، یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی صوت کو سنتے تھے، اور خدا تعالی صوت سے منزہ ہیں، پھر اس میں قرأنا کا کیا مطلب ہے، یہی کہا جاتا ہے کہ یہاں قرأت جبرائیل کو قرأت حق کہا گیا ہے، کیونکہ وہ بحکم حق قرأت کرتے تھے، ایسے ہی یہاں بھی قول شجرہ کو قول حق کہا جاتا ہے، کیونکہ اس نے جو کچھ کہا تھا بحکم حق کہا تھا، بس یونہی منصور کے انا الحق کو خدا تعالی کا قول کہنا چاہئے، کیونکہ غلبہ حال میں کلام حق ان کی زبان سے نکلا تھا، وہ بھی متکلم بحکم حق تھے، خود متکلم نہ تھے، چنانچہ ایک بزرگ کے واقعہ سے اس کی تائید ہوتی ہے، وہ یہ کہ ایک بزرگ نے حق تعالی سے سوال کیا کہ منصور نے بھی اپنے کو خدا کہا تھا، اور فرعون نے بھی، وہ تو مقبول ہو گئے اور یہ مردود ہو گیا، اس کی کیا وجہ ہے، جواب ارشاد ہوا کہ منصور نے اپنے کو مٹا کر انا الحق کہا تھا اور فرعون نے ہم کو مٹا کر ''انا ربکم الاعلی'' کہا تھا، اس کا یہی مطلب ہے کہ منصور نے جو کچھ کہا تھا خود نہ کہا تھا کیونکہ وہ خود ہی کو مٹا چکے تھے، اسی کو مولانا روم فرماتے ہیں:

گفت فرعونے انا الحق گشت پست — گفت منصورے انا الحق گشت مست
لعنت اللہ آں انا را ور قفاء — رحمۃ اللہ ایں انا را در وفا

(اشرف الجواب صفحہ ۲۸۷/۲۸۸ - الموۃ الرحمانیہ صفحہ ۳۰)

منشی رحمت علی جالندھری کا ذکر خیر

ارشاد فرمایا کہ منشی (۱) رحمت علی جالندھر کے حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کے خلفاء میں سے ہیں، ان کے بہت اونچے حالات تھے، منشی جی کو بعض ان بزرگوں کی اکثر زیارت ہوتی رہتی تھی، جن کے انتقال ہو گئے۔

مولانا اللہ بخش بہاولنگری کا ذکر خیر

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا واجد علی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا اللہ بخش صاحب (۲) بہاولنگری کو حضرت شاہ عبدالرحیم کے مزار پر بیٹھے ہوئے بہت دیر ہو گئی تو آواز آئی اب تو کمر دکھنے لگی ہو گی۔

(۱) منشی رحمت علی صاحب حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری قدس سرہ کے اخص اصحاب اور کبار خلفاء میں سے ہیں، استعداد بڑی عالی اور کمالات وعلوم باطنیہ سے بڑی مناسب تھی، حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب قدس سرہ فرماتے تھے کہ بڑا ہی بسط تھا، بڑا ہی بسط تھا، بڑا ہی بسط تھا، تین دفعہ فرمایا، ایک مرتبہ آپ نے کتاب فتوح الغیب کو دریافت کیا، کسی نے عرض کیا وہ تو حضرت منشی صاحب لے گئے ہیں، فرمایا ان کو فتوح الغیب کی کیا ضرورت ہے؟ وہ تو خود فتوح الغیب ہیں، تعلیم معمولی تھی اور گاؤں کے ایک مکتب میں پڑھاتے تھے، لیکن جب بسط ہوتا اور کچھ ارشاد فرمانے لگتے تو بڑے بلند مضامین اور علوم عالیہ کا ورود ہوتا، ۲۱/ جمادی الآخرۃ کی شب میں ۱۳۵۱ھ کو انتقال فرمایا۔ (ملفوظات مرتبہ مولوی علی احمد صاحب مرحوم وافادہ حضرت شیخ الحدیث)

(۲) مولانا اللہ بخش صاحب بہاولنگری ریاست بہاول پور کے رہنے والے تھے، دہلی میں تعلیم پائی اور وہیں جوہری بازار (جس کو دریبہ کلاں بھی کہتے ہیں) کی ایک مسجد مہر کن کے خطیب مقرر ہو گئے، مزاج میں اتباع سنت کا اہتمام تھا، حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاب بغرض علاج دہلی تشریف لائے، اور اسی مسجد میں مولانا کے حجرہ میں قیام فرمایا، ان کو حضرت کی بے نفسی اور تورع کی ادا بھا گئی، درخواست بیعت پیش کی، حضرت نے استخارہ کے لیے فرمایا اور رائے پور تشریف لے گئے، دل کی بے قراری بڑھتی گئی، آپ کی خدمت میں جا کر بیعت ہو گئے، اور عالی ہمتی کے ساتھ منازل سلوک طے کئے، حضرت مولانا عبدالقادر صاحب فرماتے تھے کہ ان کو بہت تھوڑے عرصہ میں وہ مراتب حاصل ہوئے، جو دوسروں کو سالہا سال صرف کرنے کے بعد حاصل ہوئے ہیں، مکاشفات واحوال عجیبہ اور علوم عالیہ کا بڑا ورود ہوتا، فرمایا کرتے تھے...... (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ مولانا اللہ بخش صاحب نے ایک آدمی کو وصیت کی تھی کہ مرتے وقت میرے پاس کلمہ پڑھتے رہنا، جب کلمہ پڑھا گیا تو مسکرائے، انتقال سے پہلے کسی آدمی نے ان کے مکان پر چالیس فرشتے اترتے دیکھے۔

قاری عبدالکریم تخت ہزاری کا ذکر خیر

ارشاد فرمایا کہ قاری عبدالکریم صاحب تخت ہزاری شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوری سے بیعت تھے، وہ تھوڑی عمر کے تھے، جانور چراتے تھے، قبرستان میں بیٹھ گئے، قبروں کا حال کھلنا شروع ہوگیا، ان کے چچا اور باپ سہروردیہ سلسلہ میں بیعت تھے، انہوں نے روکا کہ یہ اس دھندے میں پڑ گیا؛ لیکن ان کو مزہ آنے لگا کبھی کسی قبر پر بیٹھتے کبھی کسی پر، پھر وہاں سے لاہور آ گئے، حضرت داتا گنج کے مزار پر ایک درس گاہ تھی، مدرسہ

(بقیہ پچھلے صفحہ کا......) علوم کے آسمان وزمین بھرے ہوئے دیکھتا ہوں، ایک مرتبہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب چک نادر شاہ (بہاول نگر کے نزدیک ایک گاؤں) تشریف لے گئے، وہاں سے واپسی پر جب دین پور والی جگہ سے گزر ہوا تو وہاں سب کا سب جنگل ہی جنگل تھا، آپ وہاں کھڑے ہوگئے اور لاٹھی کو گاڑ دیا، اور چاروں طرف دیکھا اور فرمایا کہ مولانا اللہ بخش یہ جنگل تو بڑا مبارک ہے، اس جنگل میں تو انوار برس رہے ہیں، تم تو اپنی جگہ اسی جنگل میں بناؤ، مولانا نے اسی جنگل میں ایک ٹپری ڈالی اور متوکلانہ بیٹھ گئے، اللہ تعالی نے آپ کو مرکز عقیدت اور اس جگہ کو مرکز ہدایت بنا دیا اور بہت رجوع ہوا، حضرت مولانا عبدالقادر صاحب فرماتے تھے کہ مولانا کو پتھری کی شکایت تھی، انڈے کے برابر پتھری تھی، پیشاب میں بعض مرتبہ اس کی تکلیف ایسی ہوتی کہ دیکھنے والوں کو رحم آتا؛ لیکن فرماتے تھے کہ انعامات الٰہیہ کی لذت وسرور اس تکلیف پر غالب ہے، حضرت مولانا عبدالقادر صاحب فرماتے تھے کہ مولانا بہاول نگری مجھ سے پانچ سال پہلے حضرت کی خدمت میں آئے تھے، آپ نے پہلے ان کو قادری سلسلہ میں اجازت دی تھی، پھر چاروں سلسلوں میں اجازت مرحمت فرمائی، فرماتے تھے کہ مولانا ہر وقت چلتے پھرتے بھی مراقب رہتے تھے، فرمایا کہ انتقال کے بعد خواب میں زیارت ہوئی، میں نے دریافت کیا کہ حضرت کیا معاملہ ہوا؟ اس پر فرمایا الحمدللہ جب سے روح تن سے جدا ہوئی ہے اپنے آپ کو جدا نہیں پاتا، حضرت نے فرمایا کہ مطلب یہ تھا کہ فنائیت تامہ حاصل ہوگئی ہے، ۱۰/رجب ۱۳۵۲ھ مطابق ۳۰/اکتوبر ۱۹۳۳ء شب سہ شنبہ کو وفات ہوئی اور دین پور ریاست بہاول پور میں مدفون ہوئے۔ (تحریر مولوی محمد یحیٰ صاحب نبیرہ مولانا اللہ بخش صاحب، ماخوذ از سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوری صفحہ ۷۱-۷۷)

والوں نے کہا کہ بھائی پڑھ تو لو، لیکن کھانے کا انتظام نہیں، انہوں نے حضرت کے مزار پر بیٹھ کر کہا (یعنی شکایت کی) تو ایک آدمی آیا اس نے کہا کہ کھانا ہمارے یہاں کھا لیا کرو، اس طرح سے وہ کبھی قاعدہ پڑھتے، کبھی حضرت سے باتیں کرنے لگتے، پھر کچھ مدت وہاں ٹھہرے، ایک دن پوچھا کہ حضرت میرا پیر کون ہوگا، انہوں نے فرمایا کہ شاہ عبدالرحیم سہارنپوری، پھر کہا کہ دکھا بھی سکو (چنانچہ پھر حضرت نے) زیارت کرائی، اچھلنی طبیعت تھی کہا حضرت میں اپنے پیر کے یہاں چلا جاؤں، کرایا تھا نہیں، کسی آدمی نے آکر پانچ روپیہ دئے، اس وقت لاہور سے سہارنپور کے پانچ روپئے لگتے تھے، سہارنپور آ گئے، مسجد کا پتہ بتا دیا تھا (جس میں حضرت شاہ عبدالرحیم سہارنپوری رہتے تھے) جب مسجد میں آئے تو وہ جوتے پہچان لئے جو حضرت نے پہنے ہوئے تھے (جب ملاقات ہوئی) پھر حضرت میاں صاحب سہارنپوری نے فرمایا جب میرے چاند یہاں آنا تھا مجھے لاہور کیوں بلایا تھا، چنانچہ پھر ٹھہر گئے اور مدت تک رہے، حضرت کے انتقال کے بعد وہیں حجرے میں رہے۔

اس کا ایمان اس آیت کے تحت ہے

ارشاد فرمایا کہ رائے پور میں ایک قبر تھی، لوگوں کو اندازہ ہوا کہ اس پر عذاب ہوگا، جب قاری عبدالکریم یہاں آئے تو لوگ اس قبر پر لے گئے، انہوں نے کہا کہ اس کا ایمان اس آیت کے تحت ہے "اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِکَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ الخ"۔

مہمان داری سے قبل تعلق

ارشاد فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانی تھوڑی عمر میں حج کے لیے جا رہے تھے، دہلی

میں حضرت خواجہ باقی باللہ سے ملنے کے لیے گئے، فرمایا جس کے یہاں جارہے ہو، مہمان داری جب ہوا کرے جب پہلے سے تعلق ہو، پھر بیعت ہوگئے، وہیں ذکر و شغل میں لگ گئے، پھر کچھ دنوں میں پیر سے بھی بڑھ گئے۔

دس دنیا میں ستر آخرت میں

ارشاد فرمایا کہ دس دنیا میں ستر آخرت میں ایک فقیر کہہ رہا تھا، ایک عورت پہ دس روپئے تھے، اس نے دیدئے، پھر وہ منتظر رہی کہ کب ملیں گے، اسی فکر میں مروڑے (دست) لگ گئے، مروڑوں کے بعد سو روپئے آگئے، پھر فقیر آیا اس نے پھر وہی بات کہی، تو عورت نے کہا یہ بھی کہہ کہ مروڑے بھی لگتے ہیں۔

ان سے جا کے معافی مانگو

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب سکروڈہ گئے ہوئے تھے، وہاں جمعہ کی نماز بعد سب لوگ مزار پر جاتے تھے، حضرت شاہ نہیں گئے، ایک آدمی جو حضرت سے تعلق رکھتا تھا، اس نے اعتراض کیا کہ حضرت مزار پر نہیں گئے، پھر اس آدمی نے رات میں خواب دیکھا کہ بزرگ صاحب (جن کا مزار تھا) نے فرمایا کہ وہ تم سے زیادہ دے گئے ہیں، ان سے جا کے معافی مانگو۔

آپ تو ایک مرید کو نہیں روک سکے

منشی عتیق صاحب نے دریافت کیا کہ ابا جی کلیر میں میلے کے موقعہ پر ایک بزرگ کے مرید کا کیا واقعہ ہے؟ ارشاد فرمایا کہ کلیر میں میلے کا موقعہ تھا، ایک مرید اپنے ایک بزرگ کے ساتھ کلیر کے قریب ایک جگہ رہتے تھے، مرید نے اصرار کیا کہ میں تو کلیر

جاؤں گا، انہوں نے منع کیا؛ لیکن اصرار پر مرید کو اجازت دیدی اور کہا کہ یہ پرچہ لے جاؤ، اور فلاں جگہ بنی میں ایک شخص ملے گا، تو یہ پرچہ اس کو دے کر جواب لکھوا کر لانا، چنانچہ (جب وہ وہاں پہنچا) اس مرید نے بنی میں ایک صاف ستھری جگہ دیکھی، ان بزرگ کے فرمان کے مطابق اور خیال کیا کہ یہی وہ جگہ ہے (جہاں وہ شخص ہیں جن کے نام پرچہ ہے) پرچہ میں تھا کہ یہ لوگ آپ کے مزار پر سجدہ کرتے ہیں، آپ ان کو منع کیوں نہیں کرتے، تو انہوں نے جواب میں لکھا کہ آپ تو اپنے ایک مرید کو نہیں روک سکے تو میں انہیں اتنے آدمیوں کو کس طرح روکوں۔

ان کو یہاں کا بادشاہ بنا دیا ہے

ارشاد فرمایا کہ جب ۱۹۴۷ء (کا ہنگامہ) ہوا، ستاسی گاؤں جو مسلمان گوجروں کے تھے، سب نے مل کر پنچایت کی، ہندو گوجروں نے کہا، بھائی تمہارے جانے پر برادری کی کمر ٹوٹ جائیگی، تم اس وقت ہندو ہو جاؤ، چناچہ وہ گاؤں ہندو ہو گئے، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کو ان کے ہندو ہونے کا بہت رنج ہوا، جب امن ہو گیا، دونوں ملکوں نے مل کر اعلان کیا، جو مذہب تبدیل کرے گا، اس کو شہری حقوق نہیں ملیں گے، پھر انہیں دوبارہ مسلمان بننے کا شوق ہوا، وہ لوگ حضرت شاہ صاحب کو لینے کے لیے آئے، حضرت شاہ صاحب نے مجھے بھیجا، ایک مہینہ ۲۳/دن کا سفر ہوا، لوگوں کو توبہ کرا کر دوبارہ مسلمان بنایا، ان کے یہاں امام رکھے، جہاں مساجد نہیں تھیں، وہاں مسجدیں بنوائیں، بڑے بڑے معاملے پیش آئے اور پریشانیاں آئیں، کتنی ہی بار ہندو جنات نے مارنے کے ارادے سے حملہ کیا، انگارے پھینکتے تھے، کبھی اور کچھ، سوتے ہوئے حملہ کرتے تھے، کبھی میں جاگ کر رات گزارتا تھا اور کبھی ملا معزالدین جاگتے تھے، میں سوتا تھا، اس طرح وقت پورا ہوا، لوگوں کا اندازہ تھا کہ اس سفر میں ۲۴/ہزار کے قریب لوگ بیعت ہوئے، باغپت گاؤں

کے چودھری جمال الدین نے خواب دیکھا کہ حضرت حافظ صاحب کے سر پر شاہی تاج بندھا ہوا ہے، اور کسی نے آواز دے کر کہا کہ ان کو یہاں کا بادشاہ بنادیا ہے۔(۱)

ایک انسان ہے جو اپنے مالک کو بھولا ہوا ہے

ارشاد فرمایا کہ اب تو وہ دور ہے، لوگ خدا کو تو کیا اپنے شیخ کو بھی نہیں پہچانتے، مجھے ایک واقعہ یاد آیا، ناہن شہر کا ہندو راجہ تھا، اس کے ہاتھی جنگل میں چرنے گئے، فیل بان ساتھ تھے، ایک ہاتھی جنگل میں کسی کے کھیت میں چلا گیا، فیل بان روکنے گیا، تو ہاتھی کو غصہ آ گیا، فیل بان کو پکڑ کر بیچو نیچ پھاڑ دیا اور نعش کے اوپر پیر رکھ کر کھڑا ہو گیا، سب فیل بان گھبرا گئے اور راجہ کو قلعہ میں خبر کرادی، راجہ قلعہ میں نہیں تھا، سفر میں تھا، رانی قلعہ میں تھی، رانی کو خبر ملتے ہی اس نے ڈرائیور سے کہا گاڑی باہر نکالو، ہم ابھی جنگل میں جائیں گے، ڈرائیور نے عذر کیا کہ ہاتھی غصے میں ہے، ابھی آپ نہ جاؤ، راجہ کے آنے پر ہوگا جو ہوگا، رانی نہ مانی اور جنگل پہنچی، وہاں لوگوں سے پوچھا کہاں وہ نمک حرام، سب نے کہا رانی صاحبہ! ہاتھی بہت غصے میں ہے، آپ وہاں نہ جاؤ، رانی بھی غصہ میں تھی، نہ مانی، معلوم کر کے وہیں پہنچ گئی، جہاں ہاتھی کھڑا تھا، رانی ہاتھی کے پاس بے خوف پہنچی، ہاتھی رانی کو دیکھ کر فوراً نعش سے ہٹ گیا اور ادب کا اظہار کیا، رانی نے ہاتھی کے کان پکڑ کر کئی رہے پٹ (تھپڑ) مارے، حالانکہ ہاتھی کا انکش سے بھی کچھ نہیں ہوتا، پھر رانی کے ہاتھ سے کیا ہوتا؛ لیکن سمجھدار کے لیے وہ ہاتھ انکش سے زیادہ کام کر رہا تھا "العاقل تکفیه الاشاره" ہاتھی کی آنکھوں سے آنسو آرہے تھے، اور سونڈ سے رانی کو اٹھا کر اپنی پیٹھ پر بٹھالیا، اور قلعہ کی طرف چل دیا، رانی نے قلعہ میں ہاتھی کے لیے ایک مکان بنوایا اور اس میں بند کر دیا، خوراک بڑھادی، پھر فرمایا کہ وہ جانور تھا، لیکن اپنے مالک کو پہنچان لیا، وہ

(۱) روایت خالد خانصاحب۔

جانتا تھا، فیل بان مالک نہیں، نوکر ہے، رانی مالک ہے، اس لیے اس کا ادب کیا اور پشیمان ہوا، ایک انسان ہے جو اپنے مالک کو بھولا ہوا ہے۔(۱)

مولانا احمد علی لاہوری کا ذکر خیر

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری بڑے عجیب بزرگ تھے، اور عالم بھی بہت بڑے تھے، اتنے سادے تھے کہ کوئی کہہ نہیں سکتا تھا، یہ اتنے بڑے عالم ہیں، بہت سادا کھاتے تھے، بہت سادا پیتے تھے، ایک مرتبہ حضرت مولانا علی میاں صاحب ان کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے، کھانے میں مسور کی دال تھی، حضرت مولانا احمد علی نے فرمایا علی میاں اللہ نے مسور کو جس کام کے لیے پیدا کیا، اس نے وہ آج پورا کر دیا، اللہ نے انسان کو جس کام کے لیے پیدا کیا تھا، اس نے پورا نہیں کیا۔(۲)

اب تو طلب بھی پیر کو ہی کرانی پڑتی ہے

ارشاد فرمایا اب تو ایسا وقت آ گیا ہے کہ بیٹے کو باپ بنا کر رکھنا پڑتا ہے، شاگرد کو استاذ بنا کر اور مرید کو پیر بنا کر رکھنا پڑتا ہے، جس دن بیٹے کو بیٹا، شاگرد کو شاگرد، مرید کو مرید بنالیا، اسی دن بھاگ جائے گا، پھر فرمایا کہ ایک بات یاد آئی، حضرت مرزا مظہر جان جاناں سے مولانا غلام علی صاحب بیعت ہوئے، ایک دفعہ حضرت مرزا صاحب نے مولانا غلام سے پنکھا کرنے کے لیے کہا، مولانا کرنے لگے، مرزا صاحب نے کہا، تیرے ہاتھ ٹوٹ گئے، زور زور سے کر، وہ زور زور سے کرنے لگے، پھر حضرت مرزا صاحب نے کہا، ہوا میں اڑائے گا، مولانا کہنے لگے ادھر چین نہ ادھر چین، حضرت مرزا صاحب نے فوراً خانقاہ سے باہر نکلوادیا، تقریباً چھ ماہ یا ایک سال تک باہر روتے

(۱) روایت خالد خانصاحب۔ (۲) خالد خانصاحب تیترو۔

پھرے، پھر بہت مشکل سے حاضری کی اجازت ہوئی، کافی دنوں کے بعد حضرت مرزا صاحب نے کہا غلام علی پنکھا کرو، کرنے لگے، حضرت مرزا صاحب نے کہا تیرے ہاتھ ٹوٹ گئے، وہ زور زور سے کرنے لگے، پھر مرزا صاحب نے کہا، ہوا میں اڑا دے گا، مولانا آہستہ آہستہ کرنے لگے، پھر مرزا صاحب نے کہا، ہاتھ ٹوٹ گئے، مرزا صاحب نے جب دیکھ لیا کہ اب اس کو غصہ نہیں آتا، کہنے لگے بس رہنے دو، پھر مولانا کو اجازت عطا فرمائی، اور یہ کہا کہ غلام علی میں نے جو تجھے تنگ کیا، یہ تیری وجہ سے کیا، میرا ذاتی مقصد نہیں تھا، اور کسی جگہ کا نام لے کر کہا کہ وہاں چلا جا اور کسی سے کچھ مانگنا نہیں، مولانا وہاں کی مسجد میں گئے (جہاں کا حکم دیا تھا) حجرہ صاف کیا، مسجد صاف کی، اذان دی، اس سے پہلے مسجد ویران تھی، آپ نے آباد کی، عشاء کی نماز بعد حجرہ بند کر کے اندر بیٹھ گئے، کوئی آدمی آیا اور کہنے لگا کوئی ہے کھانے والا، کوئی نہیں بولا، اس نے آگے آ کر آواز دی، پھر بھی نہ بولے، پھر تیسری مرتبہ حجرہ کے پاس آ کر آواز دی، پھر بھی نہ بولے، اس آدمی نے غصہ میں آ کر حجرہ کے کیواڑوں میں لات ماردی، اور کہا تیرے پیر نے یہی تو کہا تھا کہ کسی سے مانگنا نہیں، یہ تھوڑا ہی کہا تھا کہ بولنا بھی نہیں، تب آپ نے کہا، میں ہوں کھانا کھانے والا، اس نے کہا لیجئے، کھا لیجئے اور دیکر چلا گیا، کھانے سے فارغ ہو کر کچھ روٹی بچ گئی، مولانا نے سوچا اس کو رکھدوں، صبح کو کام آ جائے گی، مگر ساتھ ہی یہ خیال ہوا کہ جس نے اب دی وہی صبح کو بھی دے گا، یہ کسی کو صدقہ کر دوں، کئی مرتبہ یہی خیال آتا جاتا رہا، مولانا روٹی لے کر باہر آئے، دیکھا تو ایک غریب فقیر پڑا ہوا ہے، فقیر نے روٹی لیتے ہوئے کہا، جا بچ گیا، اگر روٹی صبح کے لیے رکھ دیتا، تو یہ بھی گئی تھی، بس پھر تو عجیب خانقاہ چلی، پھر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اب ایسے مرید کہاں، جن میں ایسی طلب ہو، اب تو طلب بھی پیر ہی کو کرانی پڑتی ہے۔(۱)

(۱) خالد خانصاحب تیترو۔

توبہ سے ایمان صحیح ہو جاتا ہے

ارشاد فرمایا کہ میں راون پور تھا، (یہ بستی چلکانہ کے علاقہ میں مسلمان گوجروں کی ہے) وہاں رات کو سو رہا تھا، میں نے خواب دیکھا، یہ بھول گیا ہمارے حضرت (شاہ صاحب) تھے، یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، خیر جو بھی تھے، انہوں نے حکم دیا جو تم توبہ کے الفاظ کہلواتے ہو، انہیں خوب دنیا میں پھیلاؤ کیونکہ لوگوں کے ایمان خراب ہو رہے ہیں، توبہ سے ایمان صحیح ہو جاتا ہے۔(۱)

اچھا اگر یہ چوری چھوڑ دیں گے تو......

ارشاد فرمایا کہ منڈی گڈھی سے میاں جی کریم الدین کہنے لگے کہ گڈھی چلو، وہ گاؤں چوروں کا ہے، مسجد خالی رہتی ہے، چلنے کو بوگی جڑوائی، کھانے کا سامان رکھوالیا، میں نے کہا بستر بھی رکھ لو، میاں جی کہنے لگے اجی وہاں تو گاؤں ہے، کہیں سے لے لیں گے، میں نے کہا وہاں نہیں ملیں گے، گڈھی چلے گئے، بستر تو کیا ملتے، وہاں تو آدمی بھی نہ ملے، ۳/ دن کے بعد بڑی مشکل سے مسجد میں آدمی اکٹھے کئے، میں انہیں دین کی باتیں سمجھا رہا تھا کسی نے پانی پت کے تھانے میں جا کر رپورٹ دیدی کہ سب مسجد میں موجود ہیں، تھانے دار مع فورس اور گاڑیوں کے آ گیا، مسجد کے تینوں دروازوں پر فورس لگا دی، پولیس کو دیکھ کر سب گھبرا گئے اور مجھے فکر ہوئی کہ یہ لوگ کیا کہیں گے، کیونکہ کچھ لوگوں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ یہ ہمیں مسجد میں بلوا کر پکڑوائیں گے، میں نے تھانیدار کی طرف

(۱) خالد خانصاحب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت کا یہ خواب اپنے ماموں دلشاد خاں جو ٹپرانہ گاؤں کے رہنے والے ہیں، تبلیغی آدمی ہیں، کو سنایا وہ کہنے لگے کہ ہاں بھائی کچھ دنوں پہلے حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی کو خواب میں یہ حکم ہوا کہ لوگوں کی وضو خراب ہے اس کو صحیح کراؤ، اس کے بعد کہا کہ ابھی حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کو خواب میں حکم ہوا ہے کہ لوگوں کی نمازیں خراب ہو رہی ہیں، محنت کر کے صحیح کراؤ، جس کو جو چاہا حکم ہوا۔

ایک نظر ڈالی، تھانے دار فوراً میرے پاس آیا، سلام کیا اور کہنے لگا کہ ان لوگوں کو یہاں کیوں جمع کیا ہے؟ میں نے کہا ان کو چوری سے توبہ کراؤں گا، تھانیدار کہنے لگا یہ چوری چھوڑ دیں گے، میں نے کہا انشاء اللہ چھوڑ دیں گے، تھانیدار نے کہا، اچھا اگر یہ چوری چھوڑ دیں گے تو میں بھی آج ان کو چھوڑ رہا ہوں، اور وہ چھوڑ کر چلا گیا، پھر وہاں دین کا بہت کام ہوا، اکثر لوگ بیعت ہوئے، نماز اور ذکر شروع ہوا، خالد خانصاحب کہتے ہیں، پھر حضرت نے فرمایا کہ انہوں نے توبہ تو کرلی؛ لیکن ان کے پاس کھانے کا کوئی نظم نہیں تھا، بیچارے پریشان تھے، پولیس کے ڈر سے چھپتے پھرتے تھے، میری خبر سن کر علاقہ کے لوگ آنے لگے، کھانے کا انتظام ہونے تو لگا مگر پریشانی ہوتی، ایک گاؤں ہے برست غیر مسلموں کا، وہاں کے لالہ کو پتہ چلا کہ حضرت جی آئے ہوئے ہیں، رائے پور سے، وہ ملنے آیا اور کہنے لگا، حضرت جی یہ لوگ اگر توبہ پر پکے رہے، تو چھ مہینے میرے یہاں سے سودا ادھار لے آئیں، پورے گاؤں کو میری وجہ سے ادھار دیا، پھر مہمان اتنے آنے لگے کہ ڈیگیں پکنی شروع ہوئیں، اور ان کے اتنی فصلیں ہوئیں کہ اللہ نے برکتیں دیں، قرضہ بھی ادا ہوگیا اور بچ بھی گیا، اس علاقہ میں دین کا کام ہورہا ہے۔

میں کہوں گا کہ میں نے مسلمان کیا

ارشاد فرمایا کہ منڈی گرڑھی کے علاقہ میں ایک گاؤں بلہیڑہ ہے، چوروں کا تھا، سات گاؤں تھے، ساتوں میں حضرت شاہ صاحب کے حکم سے گیا، ان کی برکت سے کامیابی زیادہ ہوئی، میں بلہیڑہ مسجد میں تھا، ایک بنیا برست گاؤں کا رہنے والا آیا، کہنے لگا مہاراج جی! میرا بچہ گھر سے بھاگ گیا، دعا کردو وہ آجائے، میں نے پوچھا بچہ کا نام کیا ہے؟ لالہ جی نے کہا کشن پال ہے، ہم بہت دکھی ہیں، مہاراج دعا دیدو بچہ آجائے، میں نے کہا اب گھڑی میں دیکھ لو کیا ٹائم ہے، جب بچہ آوے اس سے معلوم کرنا کہ اس

123

وقت تیرے اوپر کیا بیتی، کیا واقعہ پیش آیا، اگلے روز بچہ آگیا، لالہ جی نے پوچھا کل اس ٹائم تیرے اوپر کیا بیتی؟ لڑکے نے بتایا کل میں زندگی سے تنگ آکر ریل کے نیچے پٹری پر کٹ کر مرنے کے ارادے سے چلا گیا، پٹری پر پڑ گیا، ریل آگئی، جب ریل قریب ہی آگئی تو کوئی آدمی آیا، اس نے مجھے پٹری سے اٹھا کر پھینک دیا، ریل چلی گئی، میں بچ گیا، میں نے پھر ایسا ہی کیا، پھر وہ آدمی آیا اور مجھے اٹھا کر پھینک دیا، پھر ایسا ہی ہوا، تین بار ہوا، بس پھر میں گھر آگیا، لالہ جی شکریہ ادا کرنے کے واسطے بچہ کو لے کر حاضر ہوئے، آتے ہی لڑکے نے میری شکل پہچان لی، اور کہنے لگا، یہی تو وہ آدمی ہے جس نے مجھے پٹری سے اٹھایا اور دور پھینک دیا تھا، پھر میں نے اس کو پاس بٹھایا، اور بہت سمجھایا، ماں باپ کے آداب بتائے، آئندہ ایسا نہ کرنے کو کہا، لڑکا مان گیا، لالہ بہت خوش ہوا، خالد خانصاحب کہتے ہیں کہ حضرت نے مجھے سنایا تھا کہ اس لڑکے کو مجھ سے بہت محبت ہوگئی، اپنے گاؤں سے میرے پاس آجاتا تھا، اور صبح سے شام تک میرے پاس رہتا تھا، پھر سمجھا کے اس کو گھر بھیجتا، جب میں اس علاقہ میں جاتا تو اس کو جیسے ہی معلوم ہوتا فوراً آجاتا، ایک دن میں بلہیڑہ کی مسجد میں وضو کررہا تھا، وہ لڑکا بھی موجود تھا، میں نے کہا تو بھی وضو کرلے، وہ فوراً وضو کرنے لگا اور نماز کے لیے تیار ہوگیا، پھر میں نے ایسے ہی کہا کہ تو نماز نہ پڑھیے، کہنے لگا کیوں؟ میں تو پڑھوں گا، پھر تو وہاں کے چودھری لوگ گھبرا گئے، کہنے لگے اجی ابھی تو ہڑبونگ سے (۱۹۴۷ سے) چین ملی تھی، اسے مسلمان کرکے اور مصیبت خرید لی، تو اس کو رہنے دے، جب میں نے دیکھا کہ یہ سب لوگ گھبرا گئے، میں نے کہا کہ ان سے تم نہ گھبراؤ، میں کہوں گا کہ میں نے مسلمان کیا، وہ لوگ مطمئن ہوگئے، میں نے لالہ کے نام ایک پرچہ لکھا کہ آپ کا لڑکا مسلمان ہورہا ہے، اس کو یہاں سے لے جاؤ، لالہ جی آئے اور اس کو لے کر گئے، گھر لے جاکر اس سے کہنے لگے تو مسلمان کیوں ہورہا ہے، اس نے کہا ہوں گا، پھر

لالہ جی نے وجہ پوچھی اس نے کہا ہوں گا، تین بار ایسے ہی ہوا لالہ جی نے کہا، اچھا ہوگا تو پھر نا نہیں، جا مسلمان ہوجا، وہ مسلمان ہوگیا، اس طریقے سے نہ کوئی جھگڑا ہوا نہ کوئی پریشانی ہوئی، اس کا نام محمد عمر رکھا، خانصاحب کہتے ہیں کہ یہ لڑکا کیرانہ، تیترو، گنگوہ، برسہ میں میں نے دیکھا ہے، بچے پڑھاتا ہوا، دیوبند میں بھی رہا، برسہ کے لوگوں نے شادی بھی کرادی تھی، اب معلوم نہیں کہاں ہے۔(۱)

تمہارے پہ میں کراؤں گا توبہ

ارشاد فرمایا کہ منڈی گڑھی، بلہیڑا، بھرل وغیرہ چوروں کے گاؤں تھے، ان تمام لوگوں کو توبہ کرائی تھی کچھ لوگ رہ گئے تھے، پولس میں رپورٹ جاتی رہتی تھی، کہ کس نے توبہ کی تو پھر پولس کا تھانیدار آیا اور اس نے بقیہ لوگوں کو خوب پیٹا کہ تمہارے پہ میں کراؤں گا توبہ۔

اکثر کا ثواب پہنچتا نہیں

ارشاد فرمایا کہ پیر صاحب ہیں حیدرآباد کے، جو ساڈھورہ (ہریانہ) میں ایک بزرگ (شاہ قمیص صاحبؒ) کے مزار پر متولی ہیں، ان کے پاس سے لوگوں نے مزار کی چابیاں چھین لیں، متولی نے ملا مہرالدین کو میرے پاس ناہن بھیجا، میں اس وقت ناہن ہی میں تھا، میں آ گیا، میں نے آکر دلوادی، اندر مزار پر میں بھی تھا، اور پیر صاحب بھی تھے، میں نے پوچھا پیر صاحب چڑھاوے کے جواز کی شکل ہے؟ انہوں نے نفی میں جواب دیا (انہوں نے شروع میں ایک مرتبہ اس کی حرمت کا اعلان بھی کر دیا تھا، لیکن بعد میں انہیں لوگوں کی طرح ہوگئے) پھر دوسری مرتبہ وہاں گئے، تو مزار پر بیٹھ کر یہ خیال ہوا کہ حضرت بہت ایصال ثواب ہوتا ہوگا، تو معلوم ہوا کہ اکثر کا پہنچتا نہیں، پھر فرمایا کہ میں جس علاقہ

(۱) خالد خانصاحب۔

میں جاتا تھا، وہاں کے بزرگوں سے تعلق ہوجاتا تھا، اس کو نسبت اویسیہ کہتے ہیں۔

حضرت اویس القرنی کا ذکر خیر

ارشاد فرمایا کہ حضرت اویس قرنی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے غائبانہ تعارف تھا، اور وہ اپنی ماں کی خدمت کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کرسکے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا کہ حضرت اویس قرنی سے اپنے لیے دعائے مغفرت کرائیں، راقم سطور نے کہا کہ حضرت یہ واقعہ تو حدیث میں آیا ہے، حضرت نے فرمایا کہ اچھا، تو پھر فرمایا کس طرح ہے؟ پھر راقم سطور نے واقعہ سنایا۔(۱)

یہ ہماری بسائی ہوئی بستی ہے

حضرت کو بخار کی حرارت تھی (کافی دن سے غسل نہیں کیا تھا) منشی عتیق نے کہا، ابا جی غسل کرلو، حضرت نے کہا بخار ہے، منشی عتیق نے کہا گرم پانی سے کرلو، اس سے کوئی ضرر نہ ہوگا، حضرت نے اس پر لطیفہ سنایا، ارشاد فرمایا کہ کسی جگہ پر کچھ آدمی چلے جارہے تھے، ان میں ایک حکیم صاحب بھی تھے، راستہ میں قبرستان آیا، کسی نے معلوم کیا، یہ کیا ہے؟ حکیم صاحب نے کہا یہ ہماری بسائی ہوئی بستی ہے، اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ تم بھی ایسے ہی حکیم معلوم ہوتے ہو۔(۲)

ذکر کی جگہ برکت کی جگہ ہے

ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کو کہا کہ حضرت باغ

(۱) یہ واقعہ حدیث کی کتاب ’’ریاض الصالحین‘‘ باب زیارۃ اہل الخیر صفحہ ۱۸۰ پر بالتفصیل مذکور ہے۔

(۲) روایت منشی عتیق احمد۔

بہت برکت کی جگہ ہے، حضرت نے جواب دیا کہ بھائی جہاں بھی اللہ کا نام لیا جائے، ذکر کیا جائے وہی برکت کی جگہ ہے۔

اللہ تعالی پوچھے گا کیا لایا؟

ارشادفرمایا کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالی پوچھے گا کیا لائے، تو کہہ دوں گا، قاسم[1] اور رشید[2] کو لایا۔

علی میاں آرہا ہے

ارشادفرمایا کہ جب علی میاں[3] کے آنے کی حضرت کوخبر ملتی، تو حضرت شاہ صاحب کہتے تھے کہ بھائی پیسے اکٹھے کرو، اورانتظام کرلو، علی میاں آرہا ہے لکھنؤ سے۔

(۱) عالم ربانی مولانا محمد قاسم نانوتوی صدیقی ۱۲۴۸ھ میں نانوتہ میں پیدا ہوئے، حدیث شریف کی تعلیم شاہ عبدالغنی بن شاہ ابوسعید دہلی سے حاصل کی، اور ایک عرصہ تک ان کی صحبت وتربیت سے فیض یاب ہوتے رہے، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے اجازت خلافت حاصل تھی، زہدوتقوی ذکرومراقبہ میں اپنے عصر میں امتیازی حیثیت کے مالک تھے، ۱۲۸۳ھ میں ایشیاء کی مشہور درس گاہ دارالعلوم دیوبند کی بنیاد ڈال کر شہرت حاصل کی، ہندوستان میں قدیم طرز پر دینی واصلاحی بیداری پیدا کرنے میں جن لوگوں نے حصہ لیا ان میں آپ کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے ۱۲۹۷ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

(۲) مولانا رشید احمد گنگوہی ۶/ذی القعدہ ۱۲۴۴ھ میں پیدا ہوئے، آپ بھی حضرت حاجی صاحب کے خلفاء میں سے تھے، اتباع شریعت، پیروی سنت اور سلوک ومعرفت میں بڑے بلند مرتبہ کے مالک اور بڑی خصوصیات کے حامل تھے، بدعت کی مخالفت، شعائر اسلام کا احترام، سنت کی ترغیب، حکم شرعی کی تلقین اور عزیمت پر عمل کرنے میں اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے، حق کے معاملہ میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے، منکرات پر کبھی خاموش نہ رہتے، دین کے سلسلہ میں ادنی تحریف برداشت نہ کرتے، شریعت کے معاملہ میں کسی کی پرواہ نہ کرتے، تواضع ان کی فطرت، حق ان کی علامت اور نرمی ان کا خاصہ تھی، صحیح بات معلوم ہونے پر اپنی رائے واپس لینے میں انہیں کوئی عار محسوس نہ ہوتی تھی، علم وعمل وتربیت، تزکیہ نفس، احیاء سنت اور محو بدعت میں وہ ہمیشہ آگے رہتے تھے۔ (بصائر صفحہ ۳۰/از نزہۃ الخواطر جلد ۸) ۹/جمادی الثانیہ ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۱/اگست ۱۹۰۸ء کو آپ کی وفات ہوئی۔

(۳) حضرت مولانا علی میاں صاحب کا تذکرہ معاصرین کے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

بیچ میں میں ہی واسطہ ہوتا تھا

ارشادفرمایا کہ اخیر دور میں حضرت کے جب علی میاں یا حضرت شیخ الحدیث حضرت شاہ صاحب سے بات کرتے، تو میں ہی بات کرتا تھا، کوئی سمجھتا نہیں تھا حضرت کی بات، بیچ میں میں ہی واسطہ ہوتا تھا۔

غیب سے منادی ہوئی ہے

ارشادفرمایا کہ اخیر میں حضرت لاہور جانے والے تھے، لوگ بہت زیادہ آنے لگے، ایک مرتبہ فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہوا، ہم پچاس سال سے پڑے ہیں کوئی نہیں آیا، اور اب اتنے آرہے ہیں، تو میں نے کہا کہ حضرت غیب سے منادی ہوئی ہے، اور اس کی خبر حاجی محمد یعقوب سہارنپوری نے دی۔

ابراہیم جن کا ذکر

ارشادفرمایا کہ ابراہیم جن یہاں بھی آیا، میں سویا ہوا تھا، آکر رحیم بخش کو معلوم کیا کہ حضرت کہاں ہیں؟ رحیم بخش نے کہا کہ سورہے ہیں، پھر رحیم بخش نے دریافت کیا، کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو، اس نے بتلایا کہ میں ابراہیم ہوں، ہریانہ سے آیا ہوں۔

تم فرض فرض پڑھو جایا کرو

حضرت کے یہاں ایک نوکر تھا، وہ بہت ہی ہنستا تھا، نماز میں بھی ہنس دیا کرتا تھا، ایک دن حضرت نے فرمایا کہ امام الدین تھے ٹگری کے، ہنسو جاتے تھے بہت، نماز میں بھی ویسا بھی، تو حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا کہ بس تم فرض فرض

پڑھو جایا کرو۔

ان گاؤں میں سب مسلمان تھے

ارشاد فرمایا کہ ایک مہینہ ۲۳؍دن کا سفر تھا، اس میں ۷۸؍گاؤں میں مسلمان ہوئے تھے، بجرولی میں سب سے پہلے ہندو یعنی مرتد ہوئے، پھر ایک دم سے ہوتے گئے، باغپت سے مسلمان ہونے شروع ہوئے (یعنی مرتد ہوئے مسلمانوں کو دوبارہ اسلام میں داخل کیا) کھلووالا، خضری، چنڈی گڑھ تک پہاڑوں کی جڑوں میں مسلمان کرے، ناہن کے راجہ نے مسلمانوں کی حفاظت کی تھی، ریاست پٹیالہ نے ہندو بنانے کی کوشش کی، پاس کے گاؤں کو ہندو (مرتد) کرتے تھے، طاہر پور میں بھی جمع ہوگئے تھے، حکومتی افسر آئے اور انہوں نے سمجھائے، ان گاؤں میں سب مسلمان تھے، بہت کم ہندو تھے۔

بڑی مشکل سے نیچے اترے

ارشاد فرمایا کہ لوہا گڑھ کی کھول میں ایک پہاڑ پر چڑھ گئے، وہاں جاکر اترنے کا راستہ بھول گئے، بہت دعا کی، بڑی مشکل سے پھر نیچے اترے۔

حضرت خوش ہوتے تھے

ارشاد فرمایا کہ جب حضرت شاہ صاحب کو اپنے سفر کے واقعات اور کارگزاری سناتا تھا، تو حضرت خوش ہوتے تھے، اور اسی وجہ سے (بھی) بہت تعلق تھا۔

﴿ب﴾

نصائح اور ھدایات

نیکی کرنا آسان حفاظت مشکل

ارشاد فرمایا کہ بھائیو! کسی کی پیٹھ پیچھے برائی نہ کیا کرو، یہ غیبت ہوجاتی ہے، صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیبت کیا چیز ہے؟ فرمایا رسول اللہ نے کہ کسی کی پیٹھ پیچھے ایسی بات کہنا کہ جب اس کو معلوم ہو، تو اس کو بری لگے، یہ غیبت ہے، اس کے بعد فرمایا کہ نیکی کرنا آسان ہے، نیکی کی حفاظت کرنا مشکل ہے۔

دعا سے تعلق مع اللہ

ارشاد فرمایا! بھائی تیسرا کلمہ ہر وقت پڑھتے رہا کرو، چلتے پھرتے وضو بے وضو، یہ ہر وقت جائز ہے، ہمارے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ تو یوں کیوں نہیں کہتا کہ وضو بے وضو ہر وقت پڑھتے رہا کرو، اور فرماتے کہ اگر تیسرا کلمہ یاد نہ ہو تو پہلا پڑھنے کی تاکید کرتے تھے، اور فرمایا بھائی دعا خوب مانگا کرو، اللہ سے دعا سے بہت تعلق ہوتا ہے۔

اہل زمین پر رحم کھاؤ

ارشاد فرمایا کہ کسی چیز پر رحم کھانا بہت بڑا عمل ہے، خدا کے یہاں اس کی بہت مقبولیت ہے، تم اہل زمین پر رحم کھاؤ، آسمان والا تم پر رحم کھائے گا۔

زندگی کا مزہ

ارشاد فرمایا کہ بندہ کا تعلق جب خدا سے ہوجاتا ہے، تو زندگی کا مزہ بھی جبھی ہے، دعائیہ مراقبہ یہ ہے کہ یہ سمجھے کہ اللہ موجود ہے اور میں اس کے سامنے ہوں، دعائیہ مراقبہ سے اللہ سے خوب تعلق ہوجاتا ہے اور دعا بھی جلدی قبول ہونے لگتی ہے۔

معصیت اور غیبت سے بچنا

ارشاد فرمایا کہ معصیت اور غیبت سے بچنا بہت ضروری ہے، اس سے ضرور بچیو، اپنی نیکیاں اس پر چلی جاتی ہیں، اس کے گناہ آجاتے ہیں، اس سے آدمی بچتا ہی نہیں، جب بھی دو آدمی بیٹھتے ہیں تو شروع کردیتے ہیں۔

خود عزت گر جائے گی

ارشاد فرمایا کہ جو دوسروں کی عزت گرانی چاہے گا، اس کی خود عزت گر جائیگی، یہ بات بہت دیکھنے میں آئی، تھوڑی دیر میں انسان ساری عبادت کھودے، برائی کر کے، غیبت کر کے۔

ہر چیز سے عبرت پکڑنی چاہئے

ارشاد فرمایا کہ ایک پتہ گر رہا ہے، ایک نکل رہا ہے، سب چیزیں خدا پر ایمان لانے کے لیے ہیں، ہر چیز سے عبرت پکڑنی چاہئے۔

ہمیشہ جہاد کی نیت رکھو

ارشاد فرمایا کہ ہمیشہ جہاد کی نیت رکھو، کہ جب بھی جہاد کا حکم ہوگا تو جہاد کروں گا، اور جیب میں چاقو بھی اس نیت سے رکھو کہ اگر جہاد کا حکم آئے تو میں اسی سے جہاد کروں گا۔

حج اور عمرہ کا ثواب

ایک مرتبہ فجر کے بعد ارشاد فرمایا کہ بھائی سب اشراق کی نماز پڑھ کے پھر مسجد سے نکلنا، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دو رکعت پڑھے اس کو ایک حج اور عمرہ کا ثواب ملے گا، اور خدا نے یوں فرمایا کہ جو چار رکعت پڑھے، خدا اس کے سارے دن کا ذمہ دار ہے۔

میں نیچے ہوں گا مٹی اوپر

ارشاد فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر یوں کہے گی کہ اے ابن آدم، اے آدم کی اولاد تو میرے اوپر کو چلتا تھا، تو نے یہ نہیں سوچا تھا کہ ایک دن میں نیچے ہوں گا اور مٹی اوپر ہوگی، بھائی وہاں عمل کی پوچھ ہوگی، نیکیوں کی پوچھ ہوگی، سب کو مرنا ہے، سب کو جانا ہے۔

اس کو آغوش رحمت میں لے لیتا ہوں

ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالی فرماتے ہیں کہ جب بندہ میری طرف ایک بالشت چلتا ہے، تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ چلتا ہوں، اور جب وہ میری طرف ایک ہاتھ چلتا ہے، تو میں اس کی طرف دو ہاتھ چلتا ہوں، اور جب وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں یعنی اس کے شوق وجذبہ کی قدر کرتا ہوں اور اس کو آغوش رحمت میں لے لیتا ہوں۔

تصوف ایک راستہ ہے

ایک مرتبہ راقم سطور نے حضرت والا سے دریافت کیا کہ حضرت تصوف کیا ہے؟

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تصوف ایک راستہ ہی ہے اللہ تک پہنچنے کا۔

اللہ کے رسول کا فرمان

ارشاد فرمایا کہ جب بھی دوں اللہ کے راستہ میں، تواسی دن دس گنا آ جاتا ہے، ورنہ اگلے دن آ جاتا ہے، اللہ کے رسول نے جو فرمایا، وہ بالکل سچ ہے، اس کے بعد فرمایا، ڈاکٹر شفیق رمضان کی بہت برکتیں ہیں، بے شمار برکتیں ہیں۔

تین آدمی فائدہ نہیں اٹھا سکتے

ارشاد فرمایا کہ تین آدمی (عموماً) شیخ سے خاص فائدہ نہیں اٹھا سکتے:
(۱) اولاد (۲) خادم خاص (۳) عورت، ان کے دل میں وقعت نہیں رہتی۔

اللہ کا قرب حاصل کرنے والی چیز

ارشاد فرمایا کہ سن! اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کوئی چیز اللہ کا قرب حاصل کرنے والی نہیں، اگر اللہ کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے تو اللہ کا ذکر خوب کثرت کے ساتھ کیا کرو، پھر فرمایا کہ مجھے میرے حضرت خوب ذکر کی تلقین کرتے، بالخصوص تیسرے کلمہ کا ورد چلتے پھرتے کرنے کے لیے تعلیم فرماتے اور فرماتے کہ لوگوں کو تیسرے کلمہ کا ورد خوب بتلایا کرو۔(۱)

سلوک کے راستہ کی کیفیات

ارشاد فرمایا کہ سلوک کے راستہ میں بہت سوں کو احوال کھل جاتے ہیں کہ کچھ نظر

(۱) ماسٹر راشد حسین۔

آ گیا، اور بہت سوں کو نہیں کھلتے، اور اس کی مثال یوں ہے، جیسا کہ آدمی کو بند موٹر میں سہارنپور لے گئے، وہیں جا کر کھولی، اور ایک آدمی کو کھلی موٹر میں لے گئے، وہ راستہ میں دیکھتا گیا، اور جس کو عجائبات نظر نہیں آتے، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا کہ وہی بہتر ہوتا ہے کہ اس سے تکبر ہو جاتا ہے۔

لال لوہے کا آگ سمجھنا

ارشاد فرمایا کہ (سلوک کے) راستہ کے دوران جو حالات ہوتے ہیں، ان کی مثال اس طرح ہے، جیسا کہ لوہا گرم کردیں اور لال ہوجائے، تو یہ سمجھنے لگے کہ یہی آگ ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

گر جائے تو چکنا چور ہے

ایک مرتبہ سلوک وطریقت کے راستہ کی کیفیات کے متعلق ارشاد فرمایا کہ چڑھ جائے تو کھائے پر یمرس اور گر جائے تو چکنا چور ہے، اس کی مثال دی کھجور کے درخت سے کہ اگر چڑھ جائے تو کھجور کھائے گا اور اگر گر جائے تو مر جائے گا۔

سلسلہ قادریہ میں ذکر کی تعداد

ارشاد فرمایا کہ ہمارے حضرت ذکر قادریہ کا بتلاتے تھے، ویسے تعلق چشتیہ سے تھا، قادریہ میں ذکر اللہ یعنی اللہ اللہ کی تسبیح کی مقدار چالیس ہے اور کلمہ شریف کی گیارہ تسبیح ہے، اور فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالرحیم کی گنگوہ جانے کے بعد چشتیہ کی نسبت غالب آ گئی تھی، چشتیہ خاندان والوں سے تعلق تھا۔

﴾ج﴿

اشعار

ارشاد فرمایا کہ پہاڑوں میں گئے ہوئے تھے، وہاں دعا ہو رہی تھی، تو اس وقت زبان پر یہ شعر جاری تھا۔

لیکے ہاتھوں میں دل شیدا کو آئے ہم ❁ نذر دینے آئے ہیں، سرکار میں

ایک مرتبہ خوب وجد میں آکر مندرجہ ذیل اشعار پڑھ رہے تھے:

گناہوں میں کٹی یہ عمر ساری ہے
اب تو میری جانب سے بھی اے غفار عذرداری ہے
صحبتوں میں دلبروں کی برباد کی جوانی
موئے سفید آئے اب موت کی نشانی
خلق کے راندھے ہوئے اور دنیا کے ٹھکرائے ہوئے
آئے ہیں در پہ تیرے ہاتھ پھیلائے ہوئے
درد بے قرارم فریاد رس الٰہی
تو کسے ندارم فریاد رس الٰہی

پھر فرمایا کہ گناہوں سے توبہ کر کے بزرگوں کو یہ اشعار میں نے پڑھتے دیکھا ہے، مسلمانوں کی پریشانیوں اور ان پر جو ظلم وتشدد ہو رہا تھا، اس کو بارگاہ خدا میں بار بار اس طرح پیش کرتے تھے۔

مسلمانوں کی تو نے اگر دل جوئی نہ کی
طعنہ دیں گے بت کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں

ایک مرتبہ فنائیت اور انا کی نفی کا ذکر کرتے ہوئے یہ شعر پڑھا:

جب خودی اپنی مٹائی تب خدا مجھ کو ملا
مجھ کو زندہ کر دیا عشق فنا فی اللہ نے

ایک مرتبہ ظالموں کو مخاطب کرتے ہوئے پڑھا:

مت ستا ظالم کسی کو مت کسی کی آہ لے
دل کے دکھ جانے سے عرش بھی ہل جائے ہے

دنیا کی بے ثباتی اور اس کی بے وفائی اور اس سے بے رغبتی کرتے ہوئے پڑھ رہے تھے

قبر ہی تک ساتھ دیں گے سب عزیز واقرباء
داب کر مٹی میں پیارے سب جدا ہو جائیں گے

اس کے بعد فرماتے:

ہزاروں سو رہے ہیں شاہ و گدا زیر زمین
اب بتا دے فرق کیا، دونوں کا بستر ایک ہے

ایک مرتبہ زبان مبارک پر یہ شعر جاری تھا:

سن کے اس رہبر کی یہ دل کش صدا
ایمان لائے ہم تجھ پر اے خدا

ایک مرتبہ "اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ" کے ذیل میں یہ اشعار پڑھے، اور فرمایا کہ اس میں پیر و پیمبر سب آگئے:

خدا فرما چکا قرآن کے اندر ❁ میرے محتاج ہیں پیر و پیمبر
نہیں طاقت سوا میرے کسی میں ❁ جو کام آوے تمہاری بے کسی میں

جوخود محتاج ہووے دوسروں کا ❁ بھلا اس سے مدد کا مانگنا کیا

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ تھانہ بھون کے اسٹیشن ماسٹر ۱۹۴۷ء میں کہیں نہیں گئے تھے، وہ اس شعر کو پڑھ رہے تھے:

تیرے محبوب کو کوئی ضرر پہنچا نہیں سکتا
عناصر چھو نہیں سکتے، فلک دھمکا نہیں سکتا

مرض الوفات سے پہلی رات میں آپ یہ شعر بار بار پڑھ رہے تھے:

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی ❁ بدلتے ہزاروں کی تقدیر دیکھی

اس کے بعد پڑھتے تھے:

روح میری تن سے جب آزاد ہو
منہ میں کلمہ دل میں تیری یاد ہو

ایک مرتبہ فرمایا

دل بدست آور کہ حج اکبر است
صد ہزارا کعبہ یک دل بہتر است

ایک مرتبہ فرمایا قاری جی: اس شعر کا مطلب بتاؤ کیا ہے؟

سنگ دل کو سنگ لے کر سنگ اس کے ہم گئے
سنگ تھا وہ سنگ مرمر، سنگ اس کے ہم مر گئے

ایک مرتبہ فرمایا:

ڈرا برائی سے ان کو یہ کہہ کر
کہ طاعت سے ترک معصیت ہے بہتر

سولھواں باب

عملیات قرآنی، مجربات رشیدی

سولھواں باب

عملیات قرآنی، مجربات رشیدی

عوام کے فائدے کے لیے یہاں پر حضرت حافظ صاحب کے وہ عملیات قرآنی تحریر کئے جاتے ہیں، جو حضرت حافظ صاحب نے راقم کو وقتاً فوقتاً لکھوائے تھے اور جن سے ہزاروں لاکھوں روحانی اور جسمانی مریضوں نے فائدہ اٹھایا، یہ تمام عملیات قرآنی آیات سے ماخوذ ہیں۔

ایمان پر خاتمہ

ارشاد فرمایا کہ ”رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ“ جو اس کو ہر نماز کے بعد پڑھے گا، وہ ایمان پر اٹھایا جائے گا۔

جنت میں حضور کی معیت

ارشاد فرمایا کہ ” لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ“ کو ہر نماز کے بعد پڑھنے والا جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ داخل ہوگا۔

گندے خیالات سے بچنے کے لیے

ارشاد فرمایا کہ ”وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنَ“ کو رات میں ایک سو ایک مرتبہ باوضو ہو کر پڑھیں اور وضو بے وضو ہر وقت پڑھتے رہیں، انشاء اللہ خیالات باطلہ جاتے رہیں گے۔

پنج گانہ کے بعد پڑھنے کی سورتیں

ارشاد فرمایا کہ فجر کی نماز بعد سورہ یٰسین اور ظہر بعد انا فتحنا اور عصر بعد سورہ نبا (عم یتساءلون) مغرب کے بعد سورۂ واقعہ اور عشاء کی نماز بعد سورۂ ملک پڑھیں، پھر فرمایا کہ سورۂ ملک کہے گی، یا اللہ اس کے پڑھنے والے کو بخش دے، ورنہ مجھ کو اپنے کلام سے نکال دے۔

دس قرآن کا ثواب

یٰسین شریف کی چونکہ بہت فضیلتیں آئی ہیں، اس لیے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ یٰسین شریف پڑھنے سے دس قرآن کا ثواب ملتا ہے، اور اب میں روزانہ گیارہ مرتبہ پڑھتا ہوں، پہلے پندرہ دفعہ پڑھتا تھا۔

یٰسین شریف کا عمل

یٰسین شریف کے اول آخر گیارہ مرتبہ یہ درود شریف پڑھیں ”اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا فِيْ عِلْمِ اللّٰهِ صَلٰوةً دَائِمَةً بِدَوَامِ مُلْكِ اللّٰهِ“ پھر یٰسین شریف شروع کردیں، یٰسین میں کل چھ مبین ہیں، جب پہلے مبین ”وَكُلُّ شَيْءٍ

اَحْصَیْنَاہُ فِیْ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ“ پر پہنچیں، تو خنصر (چھنگلیاں) کو بند کرلیں اور قرأت روک کر قلبی دعا کریں یعنی اللہ سے جو مانگنا ہو مانگیں، پھر آگے تلاوت شروع کریں اور جب دوسرے مبین ”وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ“ پر پہنچیں تو بنصر (بیچ کی اور چھنگلیاں کے درمیانی انگلی کو بند کرلیں) اور تلاوت کو جاری رکھیں، پھر جب تیسرے مبین ”اِنِّیْ اِذًا لَّفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ“ پر پہنچیں تو وسطی (بیچ کی انگلی) کو بند کرلیں، اور تلاوت کو جاری رکھتے ہوئے ”وَکُلٌّ فِیْ فَلَكٍ“ پر ٹھہر جائیں اور قلبی دعا مانگیں، یعنی دل دل میں جو دعا کرنی ہو کرلیں، پھر ”یَسْبِحُوْنَ“ سے شروع کریں اور ”مَنْ لَّوْ یَشَاءُ اللّٰہُ اَطْعَمَہٗ“ پر ٹھہر جائیں اور یہاں پر یہ دعا کریں:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ رِزْقًا وَاسِعًا طَیِّبًا بِغَیْرِ کَدٍّ، وَاَسْتَجِبْ دُعَائَہٗ بِغَیْرِ رَدٍّ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْفَضِیْحِ ثَیْنِی الْفَقْرِ وَالدَّیْنِ، سُبْحٰنَ الْمُفَرَّجِ عَنْ کُلِّ مَحْزُوْنٍ، سُبْحٰنَ الْمُنَفَّسِ عَنْ کُلِّ مَدْیُوْنٍ، سُبْحٰنَ مَنْ جَعَلَ خَزَائِنَ عِلْمِہٖ وَحِکْمَتِہٖ بَیْنَ الْکَافِ وَالنُّوْنِ، اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنَ، فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْئٍ وَّاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ“ پھر تلاوت شروع کریں، پھر جب چوتھے مبین ”اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ“ پر پہنچے تو سبابہ (شہادت والی انگلی) بند کرلیں، پھر آگے چلیں اور ”مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا“ پر ٹھہریں اور وہی عربی کی دعاء پڑھیں: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ رِزْقًا الخ“ پھر آگے چلیں اور ”اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّۃِ الْیَوْمَ فِیْ شُغُلٍ“ پر وہی عربی ”اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ رِزْقًا“ والی دعا پڑھیں، پھر ”فاکھون“ سے آگے چلیں اور ”سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ“ پر ٹھہر کر قلبی دعا مانگیں، پھر آگے چلیں اور پانچویں مبین ”اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ“ پر پہنچ کر ابہام (انگوٹھا) کو بند کرلیں، پھر آگے چلیں اور سورت ختم کردیں، سورت ختم کرنے کے بعد گیارہ مرتبہ وہ درود شریف پڑھیں، جو پہلے لکھا گیا ہے، پھر پہلے سورۂ فاتحہ اور آیت

132

الکرسی پڑھ کر انگوٹھا کھولیں، پھر یہی پڑھ کر خنصر کھولیں، پھر یہی پڑھ کر شہادت کی انگلی کھولیں، پھر پڑھ کر بنصر کھولیں، پھر پڑھیں اور وسطی کھولیں، اس کے بعد پھر الحمدللہ اور آیت الکرسی دو مرتبہ پڑھیں، یہ عمل بہت آسان ہے، شروع شروع میں ایک دو مرتبہ کرنے کے بعد عادت ہوجائے گی اور آسان ہوجائے گا۔ انشاء اللہ

یٰسین شریف کے عمل کے فائدے

ارشاد فرمایا کہ یٰسین شریف کے اس عمل سے دنیا و آخرت کے بہت فائدے ہیں، اللہ سے بندے کا تعلق ہوجاتا ہے، رنج و غم دور ہوجاتا ہے، ہر پریشانی ختم ہوجاتی ہے، روزی میں خیر و برکت ہوتی ہے، اور بھی بے انتہا فائدے ہیں۔

چوری نہ ہونے کے لیے اگر ہوجائے تو......

اشاد فرمایا کہ ”یٰبُنَیَّ اِنَّھَا اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّۃٍ مِنْ خَرْدَلٍ فَتَکُنْ فِیْ صَخْرَۃٍ اَوْفِی السَّمٰوٰتِ اَوْفِی الْاَرْضِ یَأْتِ بِھَا اللّٰہُ اِنَّ اللّٰہَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ“ ایک سو ایک مرتبہ روزانہ پڑھیں، انشاء اللہ چیز واپس ہوجائے گی اور حفاظت کے لیے روزانہ سات مرتبہ پڑھتے رہیں۔

دشمن کو مغلوب کرنے کے لیے

”رَبِّ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ“ کی تین تسبیح عشاء کی نماز بعد دشمن کی صورت کا غلبہ کے ساتھ تصور کرکے پڑھیں، انشاء اللہ دشمن مغلوب ہوجائے گا، اور اس پر رعب طاری کرنے کے لیے غصہ کی حالت میں پڑھی جائے گی۔

دشمن کے شر سے بچنے کے لیے

"اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجعَلُكَ فِیُ نُحُورِھِمُ وَنَعُوُذُبِكَ مِنُ شُرُوُرِھِمُ" عشاء کی نماز بعد ایک سو ایک مرتبہ باوضو پڑھتے رہیں اور "نُحُوُرِھِمُ" اور "شُرُوُرِھِمُ" پر دشمن کی صورت کا خیال لاتے رہیں، انشاء اللہ کامیابی ہوگی، اگر دشمن زائد ہوں تو اس کے ساتھ ساتھ وضو بے وضو ہر وقت پڑھتے رہیں۔

پیٹ کے درد کے لیے

ارشاد فرمایا کہ "وَبِالُحَقِّ اَنُزَلُنَاهُ وَبِالُحَقِّ نَزَلَ وَمَا اَرُسَلُنَاكَ اِلَّا مُبَشِّراً وَّنَذِیُراً" گیارہ مرتبہ مٹھائی یا پانی پر پڑھ کر دم کر دیں اور جھاڑ بھی دیں، کیسا بھی درد ہو انشاء اللہ ختم ہو جائے گا۔

روزی کی برکت کے لیے

فجر کی سنتوں کے بعد فرض سے پہلے " اِذَا جَاءَ نَصُرُ اللّٰهِ الخ بِسُمِ اللّٰهِ" کے ساتھ ۲۵/مرتبہ پڑھیں، اور اول آخر درود شریف بھی پڑھیں، انشاء اللہ روزی میں برکت ہو جائے گی۔

پریشانی دور کرنے کے لیے

فجر کی سنتوں کے بعد سورہ فاتحہ مع بسم اللہ کے ایک سانس میں ۴۱/مرتبہ پڑھیں، پریشانی دور ہو جائے گی، انشاء اللہ

133

قرض یا مقدمہ سے برأت کے لیے

قرض ہو یا مقدمہ، اور کوئی پریشانی ہو تو چار رکعت نفل قضائے حاجت کی نیت سے پڑھیں، پہلی رکعت میں سورہ کافرون، دوسری میں سورہ اخلاص، تیسری میں سورہ فلق اور چوتھی میں سورہ ناس پڑھیں، سلام پھیرنے کے بعد، ۷۰/مرتبہ "یَاحَیُّ یَاقَیُّوُمُ بِرَحُمَتِكَ اَسُتَغِیُثُ" پڑھیں، انشاء اللہ ہر پریشانی سے نجات ملے گی۔

ہر آفت و مصیبت اور مشکل کے لیے

بسم اللہ الرحمان الرحیم ۷۸۶ مرتبہ پڑھیں، انشاء اللہ سب مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔

شوہر یا بیوی ناراض ہو جائے تو......

"ھُوَالَّذِیُ اَیَّدَكَ بِنَصُرِهِ وَبِالُمُؤُمِنِیُنَ وَاَلَّفَ بَیُنَ قُلُوُبِھِمُ لَوُاَنُفَقُتَ مَافِیُ الاَرُضِ جَمِیُعاً مَااَلَّفُتَ بَیُنَ قُلُوُبِھِمُ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیُنَھُمُ اِنَّهُ عَزِیُزٌحَکِیُمٌ" سات مرتبہ پڑھ کر چینی یا مٹھائی وغیرہ پر دم کر دیں اور اس آیت کا تعویذ بنا کر گلے یا ہاتھ میں رکھیں، انشاء اللہ محبت و اتفاق ہو جائے گا۔

اگر حمل نہ ٹھہرتا ہو

" اَللّٰھُمَّ اَنُتَ الُقَادِرُ وَاِنَّ الُمَقُدُوُرَ اِلَّاالُقَادِرُیَارَبِّ اَجِرُ" اس کو اکتالیس مرتبہ پڑھیں، اور اول آخر تین تین مرتبہ درود شریف پڑھیں، اور چھتیس تولہ اصلی شہد پر دم کر دیں اور عورت کو جب حیض آنا شروع ہو تو پہلے بارہ دن تک روزانہ ایک ایک تولہ تین

مہینے تک یعنی تین حیض میں کھلائیں، انشاءاللہ حاملہ ہوجائے گی، یہ بہت مجرب عمل ہے۔

ہر مرض کے لیے

۷۸۶ یَااَللّٰہُ یَارَحْمٰنُ یَارَحِیْمُ، لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَایَضُرُّمَعَ اِسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَافِی السَّمَاءِ وَھُوالسَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ اَعُوْذُبِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّمَاخَلَقَ یَاحَافِظُ یَاحَافِظُ یَاحَافِظُ الٰہی رحم کر بطفیل اپنے حبیب کے، اس کا تعویذ بنا کر گلے میں ڈال دیں، انشاءاللہ ہر مرض سے شفا ہوگی۔

جادو کے لیے خاص

" فَلَمَّا اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰی مَاجِئْتُمْ بِہِ السِّحْرُ، اِنَّ اللّٰہَ سَیُبْطِلُہٗ اِنَّ اللّٰہَ لَایُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِیْنَ" سات مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کردیں، اور جس پر جادو ہو، اس کو جھاڑ بھی دیں، اور تعویذ بنا کر گلے میں ڈال دیں، تعویذ چھاتی پر رہے، اور دم کیا ہوا پانی استعمال کریں، انشاءاللہ جادو جاتا رہے گا۔

آسیب اور اثرات کو ختم کرنے کیلئے

اول آخر درود شریف پڑھیں، پہلے سورہ فاتحہ پڑھیں، اس کے بعد الٓمّٓ ذٰلِکَ الْکِتَابُ الخ مُفْلِحُوْنَ تک، پھر آیت الکرسی پھر "اٰمَنَ الرَّسُوْلُ" آخر سورہ تک، پھر "قُلِ ادْعُوااللّٰہَ اَوِادْعُوا الرَّحْمٰنَ آخر تک، پھر "اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ آخر تک، پھر "ھُوَاللّٰہُ الَّذِیْ لَااِلٰہَ اِلَّاھُوَ" آخر تک، پھر "قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ شَطَطاً" تک، پھر "قُلْ یٰاَیُّھَاالْکَافِرُوْنَ" سورہ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس پڑھیں اور آخر میں درود شریف پڑھ کر جہاں یا جس جگہ یا جس میں اثرات ہوں پڑھ کر پھونک دیں، اور دم کردیں، یا پانی پر پڑھ کر دم کردیں، انشاءاللہ جادو، آسیب وغیرہ کا اثر جاتا رہے گا۔

ہر چیز سے بے نیاز، توکل اور تعلق مع اللہ

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ "یَامُغْنِی" کی گیارہ تسبیح پڑھنی ہیں، پھر یہ عمل میں آجا، اللہ تعالی اس کے ذریعہ اپنے علاوہ ہر چیز سے لاپرواہ کردیتا ہے، اور اس عمل کی زکوۃ دی جاتی ہے، زکوۃ کا طریقہ یہ ہے، غسل کرکے صاف کپڑے پہنیں، رات کو دو رکعت نماز نفل، صلوۃ توبہ، قضائے حاجت شکریہ کے پڑھیں، اس کے بعد ایک ہزار مرتبہ "یامغنی" پڑھیں، پھر دو نفل پڑھنے کے بعد ایک ہزار مرتبہ یامغنی پڑھیں، پھر دو نفل پڑھنے کے بعد ایک ہزار مرتبہ یامغنی پڑھیں، پھر دو رکعت نفل پڑھنے کے بعد تین سو ساٹھ مرتبہ یامغنی پڑھیں، اس طرح سے یہ عمل چالیس دن تک جاری رہے، یہ اس کی زکوۃ ہے، پھر آدمی اس کا عامل ہوجاتا ہے، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا تھا کہ میں نے بھی اس کی زکوۃ دی تھی، حضرت حافظ صاحب نے فرمایا کہ اس سے توکل پیدا ہوتا ہے، رزق میں کشادگی ہوتی ہے، اور بندے کا تعلق خدا سے ہوتا ہے۔

سترھواں باب

حضرت حافظ صاحب کے بارے میں بعض معاصرین اور جرائد کے تأثرات

سترہواں باب

حضرت حافظ صاحب کے بارے میں بعض معاصرین اور جرائد کے تأثرات

تمہید

حضرت حافظ صاحب کو اللہ تعالی نے جن خوبیوں اور کمالات سے نوازا تھا، سلوک وطریقت کے سلسلہ میں آپ نے جو روحانی ترقی کی تھی، دعوت الی اللہ اور سنت وشریعت کی ترویج واشاعت میں آپ نے جو مجاہدہ اور قربانی دی تھی، اس کا اعتراف آپ کے معاصرین اور آپ کے ہم نشین برابر کرتے رہے ہیں، ان میں سے بعض نے دلی احساسات وجذبات کا اظہار تحریری شکل میں بھی دیا ہے، بعض شعراء نے آپ کی شان میں اشعار وقصائد بھی کہے ہیں، اور بعض مؤقر رسائل وجرائد نے بھی آپ کی خدمات وکارناموں کو سراہا اور اپنے تأثرات کا اظہار کیا ہے، یہاں پر بعض معاصرین اور بعض جرائد کے تاثرات اور ان کے اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی(۱)

کاروان زندگی کی چھٹی جلد صفحہ ۲۲۷ر پر حافظ صاحب کے بارے میں مندرجہ ذیل تأثرات تحریر فرماتے ہیں:

---

(۱) حضرت مولانا کے حالات معاصرین کے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

ایک داعی الی اللہ وخادم دین کی وفات

۷؍رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۸؍جنوری ۱۹۹۶ء اتوار کی شب میں ۹ بج کر ۴۵؍منٹ پر حاجی شاہ حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری نے اس دنیا سے رحلت کی اور دعوتی وتبلیغی میدان میں (خصوصاً مشرقی پنجاب اور اس کے میدانوں اور پہاڑوں میں بسی ہوئی مسلمان آبادی میں جو تقسیم کے بعد سے ارتداد، مساجد کے انہدام اور تبدیلی اور نئی نسل کے غیر دینی تعلیم اور ہندو دیومالا کے اثرات سے متأثر ہونے کے خطرہ کا شکار تھی، دین کی دعوت اور تعلق مع اللہ پیدا کرنے کے سرگرم داعی اور کارکن تھے) ایک عظیم خلا چھوڑ دیا، مرحوم ہمارے شیخ ومرشد حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری نوراللہ مرقدہ کے مجاز اور خادم خاص تھے، ان کی ولادت ۱۹۱۰ء میں ہوئی تھی، انہوں نے ۸۶؍سال کی عمر پائی، ضعف اور پیرانہ سالی میں بھی وہ برابر اس علاقہ اور پہاڑوں کا دورہ کرتے تھے، جو ارتداد اور دین سے ناواقفیت اور نئی نسل کے غیر اسلامی نشوونما کا نشانہ تھی، رحمه الله تعالى واثابه ورفع درجاته۔(۱)

حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی(۲)

فرماتے ہیں کہ: ''حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ کے یہاں ان کو (حضرت حافظ صاحب کو) ہمیشہ دیکھا، نہایت خاموش، کم گو اور اپنے کام سے کام رکھنے والے تھے، اور عموماً اپنی روحانی کیفیات اور سلسلہ سلوک وتربیت کی اپنی کیفیات اور مراحل کا بھی ہم لوگوں سے بلکہ وہاں (خانقاہ رائے پور میں) سبھی حاضر باش افراد سے بہت کم تذکرہ کرتے تھے، البتہ ان کی ایک خاص ادا اور حضرت کی خدمت کا انداز یہ تھا کہ وہ حضرت کے پاس بیٹھے ہوئے کئی گھنٹے حضرت شاہ صاحب کے ہاتھ پاؤں بازو اور ٹانگیں سہلاتے رہتے تھے؛ کیونکہ حضرت کو دوران خون کی کمی کا عارضہ

(۱) کاروان زندگی جلد۶ / صفحہ ۲۲۷۔ (۲) حضرت مولانا کے حالات معاصرین کے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

تھا، اس لیے ڈاکٹروں اور معالجوں کی ہدایت تھی کہ حضرت کے ہاتھ پاؤں مستقل سہلائے جائیں، اس خدمت کو وہ بہت اچھی طرح اور قابل رشک انداز میں انجام دیتے تھے، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ مختلف کمالات کے جامع اور بہت پاکیزہ طینت تھے''۔(۱)

حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسارپوری(۲)

فرماتے ہیں کہ: ''حضرت الحاج الحافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری، جو حضرت اقدس قطب الاقطاب شاہ عبدالقادر صاحب قدس سرہ کے خلیفہ ومجاز ہیں، اور حضرت اقدس کے صحبت یافتہ اور تربیت یافتہ ہیں، عرصہ دراز تک حضرت اقدس کی خدمت عالیہ میں مشغول ومصروف رہے اور آپ کے فیوض وبرکات حاصل کرتے رہے''۔

احقر اپنے بچپن سے ہی اوصاف حمیدہ اور کمالات عالیہ کا مشاہدہ کرتا رہا ہے، چونکہ حضرت حافظ صاحب ہمارے والد ماجد حضرت مولانا سید محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بہت ہی قریبی دوستوں اور محبین میں سے تھے، حق تعالی شانہ نے عجیب اخلاق حمیدہ سے نوازا ہے، خوش اخلاقی، خوش مزاجی، خوش لباسی، فرشتہ صورت، فرشتہ سیرت اور غریب وامیر، عالم وجاہل، شہری ودیہاتی غرضیکہ ہرکس وناکس سے اس طرح ملتے تھے گویا پہلے سے شناسا ہیں، یہ سب صفات اور اثر ہے اتباع سنت اور اسوہ کامل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا، بہرحال حضرت اقدس کی صحبت بابرکت سے حق تعالی نے بیحد نوازا تھا، آخری عمر تک باوجود ضعف اور کمزوری کے آپ کے تبلیغی، دعوتی سفر دور دراز علاقوں میں مسلسل ہوتے رہتے تھے، عوام وخواص آپ کے فیوض وبرکات سے مستفیض ہوتے تھے، مشرقی پنجاب جو آج کل ہریانہ پنجاب ہے، جہاں پر سن سینتالیس

(۱) مکتوب گرامی بنام مصنف۔

(۲) حضرت مولانا مکرم حسین صاحب کے حالات معاصرین کے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۹۴۷ء) کے پرآشوب دور میں جو مسلمان ارتداد کی شکل اختیار کر چکے تھے، آپ کے بار بار دوروں کے اثر سے دوبارہ اسلام میں داخل ہوئے، اور وہاں پر مدارس ومساجد کا اہتمام کیا اوران کو آباد کیا، نیز آپ ہی کی ایسی شخصیت تھی جو حضرت اقدس نوراللہ مرقدہ کے پاکستان کے آخری دو تین سفروں کے وقت تقریباً پورے علاقہ، قرب وجوار، دور دراز کے مسلمانوں کی امیدوں کا سہارا اور پیشوا اور مقتدا جن کی زیارت کو لوگ آخری زیارت ہی سمجھتے تھے، پورا علاقہ اور انسانوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر رائے پور کی پوری خانقاہ وپورا باغ اوراس کے آس پاس کا علاقہ حتی کہ سڑک تک لاکھوں بندگان خدا زیارت ودیدار کے لیے جمع ہوتے تھے، کسی کو یہ جرأت ومجال نہ ہوتی تھی کہ حضرت اقدس کی زیارت کرا سکے۔

صرف اور صرف یہ مرد خدا یعنی حضرت حافظ عبدالرشید صاحب کی ذات گرامی تھی جو بار بار حضرت اقدس کی خدمت میں جا کر عرض کرتے کہ حضرت لاکھوں بندگان خدا زیارت کے متمنی ہیں، چنانچہ حضرت اقدس کی چارپائی زیارت کے لیے باہر صحن میں لائی جاتی، اسی طرح بار بار کیا جاتا، اور مجمع زیارت ودیدار سے سیراب ہوکر واپس ہوتا، بہر حال حق تعالی شانہ نے آپ کو بہترین اخلاق حسنہ سے نوازا تھا، اور کیوں نہ ہو، ایسے شیخ کامل کی صحبت کے اثرات ہیں کہ عرصہ دراز تک جن کی خدمت بابرکت میں رہنے اور فیض روحانی حاصل کرنے کا موقع ملا ہے۔

خود فرماتے تھے کہ مجھ کو قرآن پاک پوری طرح یاد اور محفوظ نہیں تھا، مگر حضرت اقدس کی صحبت کی برکت سے تلاوت کی توفیق ہوئی اور آپ کی خدمت بابرکت کا ایسا اثر ہوا کہ پندرہ بیس پارے بآسانی آپ کی خدمت کرتا ہوا، کمر سہلاتا ہوا پڑھ لیتا تھا۔(۱)

(۱) قلمی تحریر حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسارپوری مدظلہ

مصنف احوال العارفین

حافظ غلام فرید صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ”آپ (حضرت حافظ صاحب) حضرت ملاجی عبدالعزیز صاحب کے صاحبزادے ہیں، جو اعلی حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری قدس سرہ کے خادم تھے، اور ریشمی رومال تحریک میں ان کے رازدار مخلص کارکن تھے، حضرت کے ہروقت آرام کی فکر میں رہتے تھے۔

حضرت اقدس (مولانا شاہ عبدالقادر صاحب) رائے پوری قدس سرہ فرماتے تھے کہ حضرت (ملاجی) کا بنگلہ بس ایک چھپر تھا، بارش میں خوب ٹپکتا تھا، ایک دفعہ ساری رات بارش ہوئی، میں نے عرض کیا کہ حضرت کو بڑی تکلیف ہوئی، رات بھر آرام نہ فرما سکے، فرمایا ہاہا، ایسا مت کہو، یہ تو عین راحت ہے، تکلیف کیسی؟ یہ تو ناشکری کا کلمہ ہے، ہمیں تو خوب ذائقہ آیا، غرض کہ بچپن سے خانقاہی ماحول میں آپ کی پرورش ہوئی اور گلزار رحیمی ہی میں حفظ کلام اللہ کیا، حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے، ذکر واذکار میں مشغول رہتے تھے، حضرت اقدس قدس سرہ نے انہیں اجازت مرحمت فرمائی، حافظ صاحب تقسیم ملک کے زمانہ میں رائے پور کے گردونواح کے دیہاتوں میں جا جا کر مسلمانوں کو ایمان پر ثابت قدمی کی تلقین وتبلیغ کرتے رہے، جس کے خاطر خواہ نتائج نکلے، اس علاقہ کی ایک بڑی تعداد ان کے ہاتھ پر بیعت ہوئی، آپ کا وطن ومسکن رائے پور ہی ہے۔(۱)

بعض دوسرے عقیدت مندوں کے تاثرات

حضرت حافظ صاحب کے بارے میں بعض اہل تعلق اور عقیدت مندوں نے بھی اپنے دلی احساسات اور تاثرات کا اظہار کیا ہے اور حضرت حافظ صاحب کے اعلی

(۱) احوال العارفین صفحہ ۲۸۷ مطبوعہ نذیر سنز پبلیشرز ۴۰ اے، اردو بازار لاہور، ۱۹۷۹ء۔

اخلاق وکردار اور آپ کی خدمات کا تذکرہ کیا ہے، ان میں سب سے پہلے ہم صوفی محمد انیس صاحب اعظمی جو حضرت رائے پوری کے مسترشدین اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے خاص لوگوں میں سے تھے، ان کا بیان نقل کرتے ہیں:

وہ فرماتے ہیں کہ ''حضرت حافظ عبدالرشید صاحب کے ساتھ میں حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کے زمانے میں چھ مہینے رہا ہوں، میں نے اہل رائے پور میں حضرت حافظ صاحب سے زیادہ فیض اٹھانے والا کسی کو نہیں پایا، انہوں نے بہت خدمات کی ہیں، مگر ان کا مقصد حضرت شاہ صاحب کو فائدہ پہنچانا تھا، خود کوئی غرض نہیں تھی اور حضرت شاہ صاحب بھی ان کو جان بوجھ کر ایسی چیزوں سے محروم رکھتے تھے، صوفی محمد انیس صاحب نے مثال دے کر فرمایا کہ ''جیسے حاجی عبدالرزاق صاحب (۱) حضرت مولانا علی میاں صاحب کو فائدہ پہنچانا چاہتے ہیں اور بے لوث خدمت کرتے ہیں، خود کوئی دنیاوی مقصود نہیں ہوتا'' اسی طرح حضرت حافظ صاحب کا بھی حضرت شاہ کے ساتھ یہی معاملہ تھا۔

صوفی صاحب مزید بیان کرتے ہیں کہ '' حضرت حافظ صاب کو کشف بھی غالبًا بہت زیادہ ہوتا تھا، اور میں نے ان سے زیادہ صبر وضبط اور تحمل کسی میں نہیں دیکھا'' وہ مجھ کو بھی کہتے تھے کہ ''باولے جھیل جا، اس سے درجہ بلند ہوں، وہ خود غرض نہیں تھے، محض اللہ کے لیے کام کرتے تھے، اللہ نے ان سے بہت کام لیا، ان کو تعلق مع اللہ بہت تھا''۔

اسی طرح ایک اور اہل تعلق تحریر فرماتے ہیں کہ ''حضرت حافظ عبدالرشید کو اپنے شیخ

(۱) حاجی عبدالرزاق صاحب ۱۳ر جنوری ۱۹۳۷ء میں رائے بریلی کے مردم خیز قصبہ نصیر آباد میں پیدا ہوئے، آپ حضرت مولانا علی میاں صاحب کے خادم خاص، جلوت وخلوت میں پاس رہنے والے ہیں، ملک وبیرون ملک کے سفروں میں بھی حضرت کے ہمرکاب رہتے تھے، ۱۹۶۰ء سے حضرت کی قابل رشک خدمت وصحبت میں رہے ہیں، بڑے نیک اور مخلص ہیں، اللہ تعالی آپ کو سلامت باکرامت رکھے۔

سے والہانہ عاشقانہ تعلق تھا، اتحادی نسبت حاصل تھی، جو بات حضرت اقدس کے قلب میں آتی اس کا عکس حضرت حافظ صاحب کے قلب پر پڑ جاتا، اس طرح کے بہت واقعات رات دن پیش آتے رہتے تھے، ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت اقدس کو خواب سنا کر تعبیر چاہی، حضرت اقدس نے حضرت حافظ صاحب سے فرمایا کہ اس کی تعبیر دو، حضرت حافظ صاحب نے تعبیر بیان کی تو حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ اس خواب کی تعبیر میرے دل میں بھی یہی آئی تھی''۔

حضرت اقدس کے مرض وفات میں جس نے کافی طول پکڑا، حضرت حافظ صاحب ہر وقت پاس بیٹھے رہتے، حضرت اقدس کا بدن سہلاتے رہتے، آپ نے حضرت شاہ صاحب کے حکم سے دور دراز کٹھن راستوں کے دعوتی اور تبلیغی اسفار کیے، جن کے خاطر خواہ اور اچھے نتائج برآمد ہوئے، ۱۹۴۷ء میں ہندو پاک کی تقسیم کے بعد مسلمانوں کے ایمان ویقین متزلزل ہوگئے تھے، اور بہت سے لوگ مرتد ہوگئے تھے، آپ نے وہاں جاکر حالات کا جائزہ لیا، ان کو کلمہ طیبہ سکھایا، اور دوبارہ اسلام میں داخل کیا، جس سے پھر وہاں ایمان ویقین کی ہوا چلی، یہ ایک بہت بڑا کارنامہ تھا، جو بڑی محنت وجانفشانی سے انجام دیا، حضرت حافظ صاحب اخیر عمر تک باوجود پیرانہ سالی کے میرٹھ، مظفر نگر، بجنور، دہرہ دون، ہریانہ، پنجاب اور ہماچل وغیرہ مختلف مقامات پر تبلیغی واصلاحی دورے فرماتے رہے۔

حضرت حافظ صاحب کی وفات کے بعد بہت سے مؤقر رسائل وجرائد نے بھی آپ کے بارے میں لکھا، جن میں خاص طور پر قابل ذکر پندرہ روزہ تعمیر حیات لکھنؤ، ماہنامہ ندائے شاہی مرادآباد، روزنامہ قومی آواز دہلی، عوام دہلی اور کئی ہندی اخبارات بھی ہیں، ہم یہاں پر پندرہ روزہ عربی جریدہ ''الرائد'' لکھنؤ میں شائع ہونے والا ایک مضمون مع ترجمہ کے نقل کرتے ہیں:

پندرہ روزہ "الرائد"، لکھنؤ

الشیخ عبدالرشید الرائے پوری

محمد اصطفاء الحسن الندوی الکاندھلوی(۱)

خسرنا فی رمضان داعیا بارزاً ومجاهداً كبيراً حيث انتقل الشيخ عبدالرشيد الرائپوری فی اليوم السابع من الشهر المبارك (رمضان) لعام ١٤١٦هـ إلى رحمة اللّٰه تعالى الذى كان من الدعاة الربانيين، والمجاهدين فى سبيل اللّٰه، وكان من أخص أصحاب الشيخ عبدالقادرالرائے پوری، وقدتربى وتخرج عليه، وقام بإيعاز منه بجولات دعوية فى مناطق جبلية شاقة، وقد اكتسحتها موجة الردة لأجل انقسام الهند الى باكستان بل لأجله عاش عيشة التبتل عن نعيم الدنيا وملذاتها عيشة ملأها جهد وتعب، زهدو ورع، قل نظيره حتى وافاه الأجل إثرنوبة انفجر فى دماغه عرق فاغمى عليه، فاستمراياماً وصلى عليه فضيلة الشيخ المفتى مظفر حسين المظاهرى حفظه اللّٰه، ودفن فى موطنه رائے پور بمديرية سهارنفور-الهند-

ولد الشيخ الراحل فى قرية رائے فور سنة ١٩١٠م وترعرع فى بيئة دنية علمية وتربوية تحت إشراف والده الملاالشيخ عبدالعزيز الذى كان من أجل أصحاب الشيخ عبدالرحيم الرائے پوری ومن رجالات العلم والفضل والتقى فى عصره، وكان أمين الصندوق لحركة شيخ الهند، ولما اقترب

(۱) مضمون نگار مولانا اصطفاء الحسن کاندھلوی ندوی، حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلوی (وفات ۱۸۶۲ء مطابق ۱۲۴۵ھ) کی ساتویں پشت میں مولانا اجتباء الحسن بن مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی کے گھر میں پیدا ہوئے، علی گڑھ، مدرسہ کاشف العلوم دہلی اور ندوۃ العلماء میں تعلیم حاصل کی، عربی کا اچھا ذوق رکھتے ہیں۔

أجل والده أوصاه إلى العالم الربانى الشيخ عبدالقادرر الرائے پوری فتربى ونما على يده تربية خلقية ونمواً علمياً وبايع على يده، فأجازه بالإرشاد والإصلاح، فكان من أصحابه الأجلاء، الذين شهدلهم بالفضل والعلم.

كان رحمة اللّٰه تعالى عليه يملك وجها يلوح نوراً ومظهرا تعلوه مهابة من الحلم والأناة، والحكمة والبصيرة، وكان شديد التمسك بسنن المصطفى عليه افضل الصلاة والسلام ، ناشرالها فى الأوساط الشعبية، فكانت حياته تتحلى بها وتتجلى، وكان كلامه حلواً يجذب النفوس ويحببه إليهم، لايخشى أحداً إلا اللّٰه، ويقوم على اليتامى والمساكين الضعفاء، ويكرم الضيوف، كان ذامروءة لنفسه وحمية على دينه وبساطة وسذاجة فى حياته.

كان يتحرق على أوضاع الأمة الإسلامية الراهنة، ويتوجع ويتململ تململ السليم، ويبذل قصارى جهده لها، وتصدى لإقلاع جذور الكفر والبدعات والتقاليد والطقوس التى بدأت تمتد فى شبه القارة الهندية امتداد السيل العارم، وعد بطلا وعبقريا فى هذا المجال ومما يدل على ذلك مآثره التى خلفها، منها إنه خرج إلى هريانا الشمالية، مابينها وبين نهر "جمنا" يقع ٨٥/قرية تقع على التلال يقطنها المسلمون الذين كانوا عرضة لتيارالارتداد الناشى إثرا ضطراب سنة ١٩٤٧م فى الهند، قام فيهم بالدعوة والإرشاد وأصلحهم عقيدةً وعملاً ورجع بأسرهم إلى دينهم الحق كما اهتدى على يده ألوف من المشركين إلى الطيب من القول وهدوا إلى صراط الحميد، وانه قام ببناء ٤٤/ مسجداً فى مناطق هريانا وهماچل وبنجاب ودهرادون، ومدارس عديدة فى مختلف المناطق كذلك.

جزاه الله عن الأمة أحسن مايجزى به عباده الصالحين، وخلف بنتا وأربعة أبناء وعدداً كبيرا من أحفاده وأسباطه، ألهمهم الله الصبر والسلوان.(۱)

ترجمہ: رمضان المبارک میں ہم ایک بڑے مجاہد، شہرہ آفاق داعی سے محروم ہوگئے، جب کہ حضرت الحاج الشاہ الحافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری نے (۱۴۱۶ھ) کے رمضان کی ساتویں تاریخ کو داعی اجل کو لبیک کہا، آپ دین کے داعی، راہ خدا کے مجاہد اور حضرت مولانا الشاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کے خاص لوگوں میں سے تھے، انھی کے تربیت یافتہ اور تعلیم یافتہ تھے، آپ نے حضرت شاہ صاحب کے مشورہ وحکم سے دینی دعوت اور خدا کے کلمہ کی بلندی کے لیے کوہ وبیاباں اور ان پہاڑی علاقوں کی جادہ پیمائی کی جہاں تقسیم ہند کے نتیجے میں ارتداد کی عام فضاء بن گئی تھی، آپ نے اس ارتداد کو ختم کرنے میں ڈٹ کر مقابلہ کیا، دنیا اور اس کی لذتوں سے منھ موڑ کر اخلاص وللّٰہیت، زہدو تقوی، توکل علی اللہ، مجاہدات وریاضات اور اتباع سنت میں زندگی گزاری، جس کی مثال شاذونادر ہی ملتی ہے، آپ کی دماغی رگ پھٹ جانے کی وجہ سے کئی روز بے ہوشی طاری رہی اور اسی حالت میں واصل بحق ہوگئے، آپ کی نماز جنازہ حضرت مفتی مظفرحسین صاحب مظاہریؒ نے پڑھائی اور اپنے وطن رائے پور ضلع سہارنپور میں مدفون ہوئے۔

حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۱۰ء میں رائے پور میں پیدا ہوئے، والد ماجد حضرت ملا عبدالعزیز صاحب کے زیر تربیت علمی ودینی ماحول میں پروان چڑھے، والد محترم حضرت ملاجی اپنے دور کے بڑے پایہ کے بزرگ اور حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کے بڑے خلفاء میں سے اور تحریک شیخ الہند کے خزانچی تھے، حضرت ملاجی نے اپنی وفات سے قبل فرزندار جمند حضرت حافظ صاحب کو حضرت مولانا الشاہ عبدالقادر صاحب کے سپرد کردیا تھا، حضرت شاہ صاحب نے آپ کی دینی

(۱) مجلة "الرائد" نصف شهرية، لكهنؤ ۱۲-۲۸/ذی القعده ۱۴۱۶هـ

وعلمی، اخلاقی وروحانی تربیت فرمائی، اور بیعت فرمایا، پھر خلافت واجازت بھی مرحمت فرمائی، آپ حضرت شاہ صاحب کے بڑے اور نامور خلفاء میں سے تھے۔

آپ کے چہرہ سے نور چمکتا تھا، جس سے رعب ودبدبہ کے ساتھ حلم وبردباری اور حکمت وبصیرت جھلکتی تھی، سنتوں کے بڑے پابند تھے، اتباع سنت سے آپ کی زندگی منور اور مزین تھی، انداز بیان نہایت شریں تھا، جس کو سن کر لوگ آپ کی طرف کھنچتے، مانوس ہوتے اور آپ کے گرویدہ ہوجاتے تھے، خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے، یتیموں، مسکینوں اور کمزوروں کی مدد اور ان کا تعاون فرماتے، مہمانوں کا اکرام کرتے، خود ان کی تواضع اور ضیافت میں لگ جاتے تھے، غیرت انسانی اور دینی حمیت کے پیکر تھے، آپ کی زندگی بالکل سادہ تھی، مسلمانوں کے حالات سے باخبر رہتے، ان کی اصلاح اور حالات کے سازگار ہونے کی کوشش کرتے، ہندوستان میں پھیلنے والے کفر وشرک، بدعات وخرافات، غلط رسم ورواج کے طوفان سے نبرد آزما ہوکر ان سے مقابلہ کرنے اور ان کی بیخ کنی کے لیے کمربستہ ہوگئے تھے، اس میں آپ کامیاب ہوئے، اور اس کے مرد میدان شمار ہوئے، آپ کے کارناموں میں سے ایک عظیم کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے شمالی ہریانہ اور جمنا سے چنڈی گڑھ تک پہاڑوں کی تلہٹی میں واقعہ ۸۵/ گاؤں کا دورہ کیا، جہاں مسلمان رہتے تھے، اور ۱۹۴۷ء کے ہنگامی حالات سے متاثر ہوکر ارتداد کی شکل اختیار کرچکے تھے، ان کو دین کی دعوت دی، خدا کے احکام سنائے، ان کے عقیدے واعمال درست کئے اور سب کو از سرنو اسلام میں داخل کیا، جن میں کافی مشرکین بھی اسلام لائے، آپ نے ہریانہ وپنجاب وہماچل اور دہرہ دون میں ۴۴/ مساجد اور بہت سے مدارس قائم کئے۔

پسماندگان میں ایک بیٹی چار بیٹے اور بہت سے پوتے ونواسے چھوڑے ہیں، اللہ تعالی ان سب کو صبر جمیل عطا فرمائے، اور آپ کو پوری امت کی جانب سے جزائے خیر

عطا فرمائے۔آمین

بعض شعراء نے بھی آپ کی شان میں قصیدے کہے ہیں، یہاں پر ہم لکھنؤ کے مشہور شاعر جناب خلیل احمد صاحب (۱) پرتاب گڑھی کے وہ اشعار پیش کرتے ہیں جو انہوں نے حضرت حافظ صاحب کے صفات وکمالات اور ان کے کارناموں کو سراہتے ہوئے کہے ہیں۔

وہ پر آشوب سن سینتالیس کا کیا زمانہ تھا
مسلماں خاص کر اہل جنوں کا اک نشانہ تھا

بٹا ہندوستاں ٹکڑوں میں جب آتش فشاں پھوٹا
لگی تھی آگ ہر سو، آدمیت کا بھرم ٹوٹا

اٹھا ہریانہ وپنجاب وچنڈی گڑھ میں وہ طوفاں
ہراس وخوف سے مرتد ہوئے، کتنوں نے دیدی جاں

فضا تھی منتظر اے کاش! کوئی راہ بر آئے
کوئی ہادی، کوئی مصلح، کوئی اہل نظر آئے

کچھ ایسے وقت میں اللہ نے ان پر عنایت کی
جو برگشتہ ہوئے ایمان سے ان کی حمایت کی

وہاں بھیجا اک ایسے شخص کو جو فخر ملت تھے
جو تھے کامل ولی، شیخ طریقت اور فضیلت تھے

جو تھے حافظ وحاجی اور یکتا بردباری میں
نہیں تھا کوئی ثانی ان کا عجز وانکساری میں

(۱) خلیل پرتاب گڑھی لکھنؤ کے مشہور شاعر ہیں، ۱۹۲۶ء میں ان کی ولادت ہوئی، آپ نے یوپی سول سکریٹریٹ لکھنؤ میں چالیس سال تک سروس کی ہے، وفات تک مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ میں کام کرتے رہے، آپ نے ۱۴۱۶ھ میں حجاز کا سفر کیا اور بیت اللہ شریف کی زیارت کی، بڑے محسن ومخلص آدمی تھے، بزرگوں کی شان میں اشعار اور قصیدے کہتے رہتے تھے۔

جو تھے بہتر نمونہ، دینی غیرت وحمیت کے
شریعت کے جو عاشق اور جو شیدائے سنت تھے

جنھیں خلق خدا کے نفع کی ہی فکر رہتی تھی
وہی دل میں بھی ہوتا تھا زباں جو ان کی کہتی تھی

خزاں میں تھے گل خنداں مثال جاں نثاری تھے
وہ فرد عبد الرشید الشاہ صاحب رائے پوری تھے

کمال وفضل کے منبع بڑے ہی پاک طینت تھے
بڑے مخلص بڑے مشفق بڑے پاکیزہ سیرت تھے

دیا تبلیغی دعوت کو فروغ اس ہوشیاری سے
ہزاروں ہوگئے پھر سے مسلماں جو کہ مرتد تھے

ہوئی تھی ان کی کاوش سے کچھ ایسی گلشن آرائی
خزاں کے بعد جیسے پھر گلستاں میں بہار آئی

مدارس ہوگئے قائم جو ان کی سرپرستی میں
کھلے گلہائے رنگارنگ پھر گلزار ہستی میں

مساجد بھی ہوئیں تعمیر جو ان کی کوشش سے
بڑے ایمان وجاں افروز ان کے کارنامے تھے

مفکر تھے، معلم تھے، وہ مصلح اور داعی تھے
نہ ہو کیوں! آپ حضرت بوالحسن کے پیر بھائی تھے

ہوا واصل بحق وہ گل گزشتہ ماہ رمضاں ۱۴۱۶ھ میں
مگر خوشبو رہے گی اس کی باقی اس گلستاں میں

اٹھارھواں باب

حضرت حافظ صاحب کے واقف کار معاصرین

اٹھارہواں باب

حضرت حافظ صاحب کے واقف کار معاصرین

حضرت حافظ صاحب کے یوں تو بہت سے اہم معاصرین ہیں، جنہوں نے ہنداور بیرون ہند اپنے اپنے حلقوں میں اسلام کی اشاعت کا فریضہ انجام دیا، یا دے رہے ہیں، جنھوں نے تصنیف وتالیف، درس وتدریس، تزکیہ نفس، اصلاح باطن اورروحانی غذا کے پہنچانے اورمیدان تصوف یا احسان وسلوک میں اعلی کرداراوراہم رول ادا کیا ہے، یہاں سب کا استقصاء مقصود نہیں، البتہ بعض واقف کاراور تعلق والے معاصرین کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رائے پوریؒ

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رائے پوریؒ اعلی حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کے نواسہ اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کے جانشین تھے، عالم وصالح متشرع اورذاکر وشاغل تھے، ۱۹۰۵ء میں گمتھلہ میں پیدا ہوئے، مظاہر علوم میں تعلیم حاصل کی، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کی وفات کے بعد پاکستان منتقل ہوگئے تھے، اورتادم آخر وہیں رہے، اور چار دفعہ وہاں سے رائے پور تشریف لائے، پہلی مرتبہ ۱۹۶۵ء میں، دوسری مرتبہ ۱۹۷۱ء میں، تیسری دفعہ ۱۹۸۷ء میں اور چوتھی مرتبہ ۱۹۹۱ء میں اور پانچویں اور آخری مرتبہ جب کہ یکم ذی الحجہ ۱۴۱۲ھ

مطابق ۳۰ر جون ۱۹۹۲ء بروز بدھ شب میں پاکستان میں آپ کی وفات ہوئی اور پانچویں روز ۵ر ذی الحجہ ۱۴۱۲ھ مطابق ۷ر جون ۱۹۹۲ء اتوار کی شب میں آپ کی نعش کو رائے پور لایا گیا، اور وہیں اپنے نانا حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کے پہلو میں تدفین عمل میں آئی، جب بھی آپ پاکستان سے آتے تھے، تو حضرت حافظ عبدالرشید صاحب بھی خانقاہ میں تشریف لے آتے تھے اور وہیں رہتے تھے، دونوں حضرات ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے، آپ کی وفات کے بعد حضرت حافظ صاحب آپ کے متعلق بہت بلند کلمات ارشاد فرماتے تھے، اور دعا میں بھی اہتمام سے فرماتے تھے ''یا اللہ شاہ عبدالعزیز صاحب کے درجات بلند فرما'' حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سے ہندوپاکستان میں کافی فیض پہنچا، ہزاروں لاکھوں بندگان خدا بیعت ہوئے، اور راہ سلوک وطریقت کو طے کیا، آپ کو دیکھ کر لوگوں کو حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کا زمانہ یاد آجاتا تھا، گویا کہ آپ ایک مجسمہ نور تھے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی عالم اسلام کی مشہور شخصیت تھی، آپ اگر ایک طرف بہترین مفکر، محقق، دانشور، مصنف، کبیر مؤرخ، چوٹی کے ادیب، جید عالم تھے، تو دوسری طرف مخلص داعی، صاحب ورع وتقوی، شیخ کامل، امام ومجدد مربی وقت اور صاحب نسبت ومعرفت بزرگ، حضرت رائے پوری کے اجل اور خاص خلفاء میں سے تھے، آپ کی ولادت حضرت سید احمد شہید رائے بریلوی (و۱۲۰۱ھ ش۱۲۴۶ھ) کے خاندان میں صاحب ''نزہۃ الخواطر'' علامہ سید عبدالحئی کے گھر میں ۶ر محرم ۱۳۳۳ھ مطابق ۲۴ نومبر ۱۹۱۴ء میں ہوئی، آپ نے دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ یونیورسٹی، دارالعلوم دیوبند اور لاہور میں تعلیم حاصل کی، حضرت حافظ صاحب آپ کے بارے میں

بہت اونچے کلمات ارشاد فرماتے تھے، اور آپ کے رائے پور پہنچتے ہی خانقاہ میں تشریف لے آیا کرتے تھے، حضرت مولانا بھی آپ سے محبت سے ملتے تھے، اور لکھنؤ میں اہل تعلق سے آپ کے بارے میں دریافت کرتے رہتے تھے، راقم سطور جب بھی ملتا تو حضرت مولانا دریافت فرماتے کہ حافظ عبدالرشید صاحب کے اب بھی تبلیغی ودعوتی دورے ہوتے رہتے ہیں یا نہیں، اور آپ کی جدوجہد، دعوت وتبلیغ اور کارناموں کا پورا پورا اعتراف کرتے تھے، ایک مرتبہ راقم سطور سے پہلی ملاقات میں فرمایا کہ حضرت حافظ عبدالرشید تو خوب ذکر واذکار میں مشغول رہتے ہیں، ہم سے تو کچھ ہوتا ہی نہیں، آپ کی وفات پر آپ نے افسوس کا اظہار کیا اور برابر آپ کے لئے دعا کرتے رہتے تھے، کاروان زندگی کی چھٹی جلد میں بھی آپ نے حضرت حافظ صاحب کا تذکرہ کیا ہے، جو معاصرین کے تأثرات میں نقل کیا جاچکا ہے۔

حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی مدظلہ

حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی حضرت مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی (جو حضرت سید احمد شہید رائے بریلی کے مسترشد اور کئی کتابوں کے مصنف تھے) کی پانچوں پشت میں مولانا رؤف الحسن صاحب کاندھلوی کے ہاں ۱۹ر جمادی الاولی ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۰ر جنوری ۱۹۲۲ء کو پیدا ہوئے، مظاہر علوم میں تعلیم کی تکمیل کی، اور سلوک وطریقت کے منازل حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کے زیر تربیت طے کئے، حضرت شاہ صاحب نے آپ کو خرقہ خلافت کی دولت سے نوازا، اور آپ ان کے مجاز بیعت ہوئے، آپ کا مبارک مشغلہ ایک عرصہ سے درس تفسیر قرآن ہے، حضرت حافظ صاحب کا آپ سے گہرا تعلق تھا، جب کہیں ملاقات ہوتی تو دونوں معانقہ کرتے اور ایک دوسرے سے بغل گیر ہوتے، اور ہر ایک اپنے مستقر پر

خاص لوگوں میں ایک دوسرے کی شان میں اونچے کلمات ارشاد فرماتے ، اس کا اندازہ آپ کی حضرت حافظ صاحب کی شان میں اس تحریر سے بھی لگایا جاسکتا ہے جس کو تاثرات کے بیان میں نقل کیا جاچکا ہے۔

بہر حال حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب بہت پایہ کے بزرگ ، بہترین مفسر قرآن، جید عالم دین ، اور کامل ولی اور عارف ہیں، خلاف شرع بات کو ذرا بھی گوارا نہیں کرتے ، ایسے موقع پر فوراً آگ بگولہ ہوجاتے ہیں۔

حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسار پوری مدظلہ

حضرت مولانا سید حکیم مکرم حسین صاحب سنسار پوری مارچ ١٩٣٣ء میں پیدا ہوئے ، آپ نے مظاہر علوم میں تعلیم مکمل کی ، اور حکمت سیکھی ، بچپن ہی سے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کی خدمت میں حاضری ہوتی رہی ، چونکہ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب حضرت شاہ صاحب کے خلفاء اور خاص لوگوں میں سے تھے، آپ نے سلوک وطریقت کے منازل حضرت شاہ صاحب کی سرپرستی میں طے کئے ، اور حضرت شاہ صاحب نے آپ کو خلافت واجازت کی دولت سے مشرف فرمایا، آپ کا تعلق رائے پور سے بچپن سے ہی رہا، اس لیے حضرت حافظ صاحب کو بھی آپ نے بچپن سے دیکھا کہ کس طرح حضرت شاہ صاحب کی خدمت وصحبت میں رہتے ، آپ کے والد ماجد کا حضرت حافظ صاحب سے دوستانہ تعلق بھی تھا، یہی وجہ ہے کہ حضرت حافظ صاحب کا حضرت مولانا سے خاص تعلق تھا اور آپ کے بارے میں بھی تعریفی کلمات ارشاد فرماتے تھے، ایک مرتبہ فرمایا کہ ''بھائی یہ لوگ ہمارے حضرت کے یہاں سے بہت ہی کامل ہوکر گئے ہیں'' حضرت مولانا مکرم حسین صاحب جب بھی رائے پور حاضر ہوتے تو حضرت حافظ صاحب سے ضرور ملتے ، پاس بیٹھتے ، گفتگو کرتے

اور آپ کے لیے دوائیں وغیرہ لے کر آتے ، بعض مرتبہ سنسار پور سے بھی کسی آنے جانے والے کے ذریعہ اگر کوئی خاص دوا بناتے بھیجتے ، آپ بھی حضرت کی صفات وکمالات ، علو مرتبت ، مقبولیت الٰہی اور کارناموں کے پورے معترف ہیں ، اس کا اندازہ حضرت مولانا کے ان تاثرات سے لگایا جاسکتا ہے جو آپ نے حضرت حافظ صاحب کے بارے میں لکھے ہیں ، اور معاصرین کے تأثرات میں نقل کئے جاچکے ہیں۔

حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی مدظلہ

حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب فرزند ارجمند حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی ٢٨ / مئی ١٩٤١ء میں پیدا ہوئے ، مظاہر علوم میں تعلیم حاصل کی ، آپ اپنے والد صاحب کے خلف الرشید اور جانشین ہیں ، آپ ذاکر وشاغل اور عابد وزاہد ہیں ، آپ سال میں ایک مرتبہ ضرور حضرت حافظ صاحب سے ملنے کے لیے رائے پور تشریف لایا کرتے اور اگر مدرسہ میں بھی رائے پور جانا ہوا ، تو بھی حضرت حافظ صاحب سے ملنے کے لیے گلشن رشیدیہ تشریف لایا کرتے تھے ، حضرت حافظ صاحب کا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی سے بھی خاص تعلق تھا ، حضرت شیخ آپ کے متعلق بہت اونچے کلمات فرماتے تھے ، بعض لوگوں سے سنا ہے کہ حضرت شیخ فرماتے کہ ''جس مجلس میں حافظ عبدالرشید ہوں میں اس میں بیعت نہیں کرسکتا'' اس لیے بھی حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کا آپ سے خاص تعلق تھا ، حضرت حافظ صاحب بھی آپ کا پورا احترام فرماتے تھے۔

بعض دوسرے ممتاز معاصرین

یہاں بعض دوسرے ممتاز معاصرین کا اجمالی تعارف کرایا جاتا ہے:

۱- حضرت مولانا مسیح اللہ خانصاحب جلال آبادی خلیفہ حضرت تھانویؒ دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فضلاء میں سے تھے، آپ اسم بامسمیٰ، مجسمہ رحمت وشفقت، منبع جودوسخا، سراپا رشد وہدایت، نمونہ اکابر اور صاحب برکت پیر طریقت تھے، ولادت ۱۳۳۰ھ میں ہوئی، آپ کے شاگردوں اور مریدین کی کثیر تعداد ملک اور بیرون ملک میں دین کی اشاعت وتبلیغ میں مشغول ہے، آپ ایک مرتبہ رائے پور تشریف لے گئے ہیں، ۱۷/ جمادی الاولی ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۳/ نومبر ۱۹۹۲ء کو آپ کی وفات ہوئی۔

۲- حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی معروف بہ ''حضرت جی'' ۱۸/ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ مطابق ۲۰/ فروری ۱۹۱۸ء بدھ کو پیدا ہوئے، مظاہر علوم میں تعلیم حاصل کی، اس کے بعد نظام الدین مرکز میں تبلیغی جماعت سے وابستہ ہوگئے، وہاں کاشف العلوم میں درس وتدریس کا فریضہ بھی انجام دیا، ۱۹۶۵ء میں امیر جماعت متعین ہوئے، اور تادم آخر بڑے حسن وخوبی کے ساتھ امارت کے فریضہ کو انجام دیا، آپ مسیحائے دل دردمنداں، رہنمائے رہ نورداں راہ خدا تھے، امراض روحانی کے طبیب حاذق اور کبیر داعی تھے، آپ کا انتقال ۱۰/ محرم ۱۴۱۶ھ مطابق ۹/ جون ۱۹۹۵ء جمعہ کے روز ہوا۔

۳- حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی خلیفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی برصغیر کے بڑے فقیہ تھے، آپ نے دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور سے تعلیم حاصل کی، نیز دونوں جگہ درس وتدریس کی خدمات بھی انجام دیں، آپ نہایت منکسر المزاج، متواضع، کثیر المطالعہ، ذاکر وشاغل، فراغ حوصلہ اور سیر چشم بزرگ اور بڑے مہمان نواز تھے، ہند اور بیرون ہند میں آپ کے تلامذہ اور متوسلین کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہے، آپ کے ملفوظات ومواعظ اور فتاوی کی ۲۰/ جلدیں منصۂ شہود پر آچکی ہیں، آپ کی ولادت ۹/ جمادی الثانیہ ۱۳۳۵ھ میں ہوئی، اور وفات ۱۸/ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ مطابق ۳/ ستمبر ۱۹۹۶ء سہ شنبہ کو جنوبی افریقہ کے جرمسٹن شہر میں ہوئی۔

۴- حضرت مولانا محمد منظور نعمانی (خلیفہ حضرت رائے پوری) ۱۹۰۵ء میں پیدا ہوئے، دارالعلوم دیوبند میں تعلیم مکمل کی، آپ حضرت حافظ صاحب کے پیر بھائی اور حضرت مولانا علی میاں کے رفیق خاص رہے ہیں، کثیر التصانیف، صاحب ورع وتقوی، علم ومعرفت کے امام، مسیحائے درددل اور مناظر اسلام تھے، ۱۹۹۷ء میں ۴/ مئی کی شب میں لکھنؤ میں وفات پائی۔

۵- حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی خلیفہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم مظاہر علوم سہارنپور نے مدرسہ شاہی مرادآباد اور مظاہر علوم میں تعلیم حاصل کی، اس کے بعد آپ نے اپنے وطن ہتھورا میں جامعہ عربیہ کے نام سے ادارہ قائم کیا، جس کے آپ بانی اور شیخ الحدیث تھے، آپ کی جفاکشی، دین کے لیے محنت وجدوجہد مشہور ہے، زہد وتقوی، تواضع اور سادگی میں نمونہ اسلاف تھے، خلق خدا آپ کے روحانی وعلمی فیض سے مستفیض ہوئی، آپ ۱۲/ اپریل ۱۹۹۵ء کو رائے پور تشریف لے گئے، اور حضرت حافظ صاحب سے ملاقات کی، آپ کی ولادت ۱۳۴۳ھ میں ہوئی اور ۲۳/ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ م ۲۸/ اگست ۱۹۹۷ء جمعرات کے روز وفات ہوئی۔

۶- حضرت مولانا سید رشید الدین صاحب مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد فروری ۱۹۳۲ء مطابق ۱۳۵۲ھ میں پیدا ہوئے، دارالعلوم دیوبند میں تعلیم مکمل کی، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کے مجاز بیعت اور حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی کے داماد تھے، آپ کو اللہ تعالی نے علمی وعملی صلاحیت وتوفیق سے نوازا تھا، بہت سے غیر ممالک میں آپ کے دینی دعوتی سفر ہوتے رہتے تھے، نیز جمعیۃ علماء ہند یوپی کے صدر بھی رہے ہیں، ۱۱/ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ م ۴/ جون ۲۰۰۱ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں تدفین عمل میں آئی۔

۷- حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مظاہری مظاہر علوم وقف کے ناظم تھے،

سلوک وطریقت کے منازل آپ نے حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم مظاہرعلوم کی سرپرستی میں طے کئے اور خرقہ خلافت سے مشرف ہوئے، رائے پور سے آپ کا بھی خاص ربط رہا، حضرت حافظ صاحب آپ کی شان میں تعریفی کلمات فرماتے تھے، آپ بھی حضرت حافظ صاحب کی شخصیت کا اعتراف کرتے تھے، حضرت حافظ صاحب کی وفات پر نماز جنازہ پڑھانے کا شرف بھی آپ ہی کو حاصل ہوا، ۲۸/رمضان ۱۴۲۴ھ م ۲۲/نومبر ۲۰۰۳ء کو سنیچر کے روز وفات ہوئی۔

۸- حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی حضرت تھانوی کے خلیفہ تھے، آپ کو طالب علمی ہی کے زمانہ میں حضرت تھانوی نے مجاز بنالیا تھا، آپ نہایت ہی متبع سنت، نظام پسند، صاحب جمال ووقار، روشن جبین بزرگ تھے، مظاہرعلوم سے تعلیم مکمل کی، ۱۳۶۲ھ میں آپ نے ہردوئی میں مدرسہ اشرف المدارس قائم کیا، جو ماشاء اللہ ترقی کی راہوں پر گامزن ہے، آپ کے بہت سے مواعظ اور تصنیفات ہیں، ۹/ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۷/مئی ۲۰۰۵ء کو وفات پائی۔

۹- حضرت مولانا سید محمد اسعد مدنی صدر جمعیۃ علماء ہند حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کے فرزند ارجمند تھے، ۲۸/اپریل ۱۹۲۸ء کو ولادت ہوئی، دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی، آپ کے اندر ملت کی ہمدردی، قوم کی رہنمائی کا پورا درد تھا، اللہ تعالی نے آپ کو بزرگی، عزت وشرف کے ساتھ سیاسی ملکہ بھی عطا فرمایا تھا، جس کی بنا پر آپ ممبر پارلیمنٹ بھی رہے، رائے پور سے آپ کو خاص لگاؤ تھا، حضرت حافظ صاحب کی وفات پر آپ نے تعزیتی خط بھی تحریر فرمایا تھا، ۶/فروری ۲۰۰۶ء کو دہلی کے اپولو ہاسپٹل میں انتقال ہوا، اور دیوبند میں تدفین عمل میں آئی۔

۱۰- حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب مظاہرعلوم سہارنپور، ۲۵/رجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲/اکتوبر ۱۹۳۷ء کو پیدا ہوئے، مظاہرعلوم میں تعلیم مکمل کی، ۱۳۸۱ھ

شوال سے مظاہرعلوم میں درس وتدریس کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کے خلیفہ خاص اور حدیث میں حضرت شیخ کے جانشین ہیں، آپ اس وقت کے عظیم محدث ہیں، آپ کا درس بڑا شیریں، پرمغز، تحقیقی اور سلف وخلف کے اقوال سے مزین ہوتا ہے، حضرت حافظ صاحب آپ کی شان میں بڑے اونچے کلمات ارشاد فرماتے تھے، اور فرماتے تھے کہ میں ان کو بہت پہلے سے جانتا ہوں، حضرت شیخ بھی حافظ صاحب سے واقف ہیں۔

اور بھی حضرت حافظ صاحب کے بہت سے ممتاز معاصرین ہیں جن میں اکثر تو اپنے پروردگار سے جاملے (رحمہم اللہ تعالی) اور چند حیات ہیں (اطال اللہ بقاہم) جن میں بعض کا مختصر تعارف ناکارہ راقم نے اپنے ناقص علم کے مطابق اس باب میں تحریر کردیا ہے۔ واللہ ولی المتقین

انیسواں باب

علم کی قسمیں، تصوف اور اس کی اصل، اللہ والوں کے ساتھ ارتباط، سلوک وطریقت کے اصول اور چند اصطلاحات

انیسواں باب

علم کی قسمیں، تصوف اور اس کی اصل، اللہ والوں کے ساتھ ارتباط، سلوک وطریقت کے اصول اور چند اصطلاحات

علم کی تحقیق

تحقیق یہ ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں:

علم ظاہر جس کا تعلق زبان اور دل سے ہے، علم ظاہر عام ہے جو علماء ظاہر و باطن دونوں میں پایا جاتا ہے، علم ظاہر ایمان کے ارکان، احکام اسلام، اوامر ونواہی اور ان تمام عبادات، ومعاملات کے جاننے کا نام ہے، جسے شارح نے صراحتاً یا اشارۃً بیان فرمایا ہے۔

علم باطن اس علم کا تعلق صرف قلب ہے، علماء باطن کے ساتھ یہ علم مخصوص ہے، علم باطن کی تین قسمیں ہیں:

۱-علم توحید

۲-ذات وصفات کے ساتھ باری تعالی کی معرفت، جیسے علم الیقین کہا جاتا ہے۔

۳-مشاہدہ حق اسے حق الیقین کہتے ہیں۔

(۱) خیر المسالک صفحہ ۴۳۔

تصوف اور اس کی اصل

’’تصوف‘‘ عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے اصطلاحی معنی ہیں علم معرفت، اہل علم حضرات نے لفظ تصوف کی تحقیق میں بہت کچھ کہا ہے، بعض کا قول ہے کہ یہ لفظ ’’صوف‘‘ سے نکلا ہے، بعض کہتے ہیں کہ یہ لفظ ’’صف‘‘ سے مشتق ہے، بعض کا ارشاد ہے کہ یہ لفظ ’’اصحاب صفہ‘‘ کی مناسبت سے بولا جاتا ہے، بعض کا خیال ہے کہ یہ لفظ ’’صاف‘‘ سے ماخوذ ہے۔(۱)

مختلف صوفیائے نے مختلف ادوار میں تصوف کی مختلف تعریفات پیش کی ہیں اور اس کے معنی کے بارے میں علماء صوفیاء کے بہت سے اقوال ہیں، ان سب کو نقل کرنے کی یہاں ضرورت نہیں، لہٰذا یہاں اسی تحقیق پر اکتفا کیا جاتا ہے جو تمام اصطلاحات کی جامع ہے۔

تصوف کا مطلب ہے دل کو ان چیزوں سے صاف رکھنا جو اسے مکدر کریں، اتنا جان لینا کافی ہے۔(۲)

جہاں تک تصوف کی اصل کا تعلق ہے، اس باب میں حضرت ابو یحییٰ زکریا انصاری شافعیؒ فرماتے ہیں کہ’’ تصوف کی اصل حدیث جبرئیل ہے‘‘ جس میں آیا ہے کہ:

”مالإحسان؟ قال أن تَعبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَراهُ ، فَإنْ لَمْ تَكُنْ تَراهُ فَإنَّهُ يَراكَ“ (۳)

(احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اگر یہ خیال نہ کر سکو تو یہ سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے)۔

چنانچہ تصوف احسان ہی کا نام ہے، اسی سے معلوم ہوا کہ صوفی مقرب اور محسن کو کہتے ہیں، تفصیل اس کی یہ ہے کہ خود کتاب اللہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امت میں مختلف درجے کے لوگ ہیں، بعض ان میں سے اصحاب یمین ہیں اور بعض کو مقربین

(۱) رہنمائے سلوک صفحہ ۳۔ (۲) خیر المسالک صفحہ ۴۴۔ (۳) صحیح البخاری کتاب الایمان حدیث نمبر ۴۸

کہا جاتا ہے، جو شخص اپنے ایمان کو صحیح کرے اور شرعی اوامر و نواہی کے مطابق اپنا عمل رکھے تو یہ وہ لوگ ہیں جو ”اصحاف الیمین“ کہلاتے ہیں اور ان امور کے ساتھ ساتھ جس شخص کی غفلات بھی کم ہوں اور نوافل و طاعات کی کثرت ہو اور اس کے قلب پر ذکر اللہ کا استیلاء ہو جائے اور حق تعالی سے مناجات کا تسلسل اور دوام اس کو حاصل ہو گیا ہو، ایسے شخص کو مقرب اور محسن کہتے ہیں اور اسی کو صوفی بھی کہا جاتا ہے۔(۱)

اہل تصوف کو صوفی اس لیے کہتے ہیں کہ اکثر یہ لوگ صوف کا لباس یعنی گدڑی پہنتے ہیں، زیب و زینت ترک کرنے کے لیے اہل تصوف نے یہ لباس اختیار کیا ہے، ان لوگوں کا ظاہر زار و نزار ہوتا ہے اور باطن انوار الٰہی سے معمور۔(۲)

تصوف نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ جب صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین کے بعد خاص لوگوں جن کو امور دین کا شدت کے ساتھ اہتمام تھا، زہاد اور عباد کے نام سے پکارا جانے لگا کہ فلاں عابد، فلاں زاہد، پھر اس کے بعد جب بدعات کا شیوع ہو گیا، اور سب فرقوں میں باہم تقابل اور تنافس ہونے لگا، یہاں تک کہ ہر فریق دعوی کرنے لگا کہ ان کے اندر زہاد ہیں، یہ دیکھ کر خواص اہل سنت نے جنہوں نے اپنے لیے معیت الٰہیہ کو تجویز کیا اور جنہوں نے اسباب غفلت سے اپنے قلوب کی حفاظت کی، انہوں نے اپنے مسلک اور طریق خاص کے لیے اسم تصوف تجویز کیا، چنانچہ اسی نام سے اس جماعت کے اکابر دو سو ہجری سے پہلے پہلے مشہور ہو گئے، یعنی انہیں حضرات کو صوفی کہا جاتا تھا۔(۱)

اس میں کوئی شک نہیں کہ تصوف کا نام اگرچہ بہت دنوں کے بعد زبانوں پر آیا، تاہم

(۱) تصوف و نسبت صوفیہ صفحہ ۱۷/۱۸

(۲) خیر المسالک صفحہ ۴۴۔

(۳) قشیریہ صفحہ ۸۔

اس کا مصداق اسلام کے قرن اول میں بھی موجود تھا، جیسا کہ صاحب ابداع لکھتے ہیں:

”ظَهَرَ التَّصَوُّفُ فِی الْقُرُوْنِ الْأُوْلٰی لِلْإِسْلَامِ ، فَكَانَ لَهُ شَانٌ عَظِيْمٌ ، وَكَانَ الْمَقْصُوْدُ مِنْهُ فِی اَوَّلِ الْأَمْرِ تَقْوِيْمُ الأَخْلَاقِ وَتَهْذِيْبُ النُّفُوْسِ وَتَرْوِيْضُهَا بِاَعْمَالِ الدِّيْنِ وَجَذْبُهَا اِلَيْهِ وَجَعْلُهُ وِجْدَاناً لَهَا، وَتَعْرِيْفُهَا بِحُكْمِهٖ وَأَسْرَارِهٖ بِالتَّدْرِيْجِ“۔(۱)

فرماتے ہیں کہ تصوف جس وقت اسلام کے قرن اول میں ظاہر ہوا تھا، تو اس کے لیے ایک عظیم شان تھی، یعنی وہ ایک عظیم المرتبت چیز تھی، اور ابتداءً اس سے مقصود تقویم اخلاق، تہذیب نفوس اور طبائع کو اعمال دین کا خوگر بنانا اور اس کو اس کی جانب کھینچ کرلانا اور دین وشریعت کو نفس کی طبیعت اور اس کا وجدان بنانا، نیز دین کے حکم واسرار سے تدریجاً نفس کو واقف کرانا تھا۔

غرض تصوف ایک عظیم الشان چیز تھی، جس کی تعریف علماء تصوف نے ایک یہ بھی فرمائی ہے:

هُوَعِلْمٌ تُعْرَفُ بِهٖ أَحْوَالُ تَزْكِيَةِ النُّفُوْسِ وَتَصْفِيَةِ الْأَخْلَاقِ وَتَعْمِيْرِ الظَّاهِرِ وَالْبَاطِنِ لِنَيْلِ السَّعَادَةِ الْأَبَدِيَةِ۔

وہ ایسا علم ہے جس کے ذریعہ نفوس کا تزکیہ اخلاق کا تصفیہ اور ظاہر وباطن کی تعمیر کے احوال پہنچانے جاتے ہیں، جس کی غرض ابدی سعادت کی تحصیل ہے۔

تعریف مذکورہ میں ہر ایک شئی کتاب وسنت کے عین مطابق اور اللہ ورسول کے منشاء کو پورا کرنے والی ہے۔(۲)

اللہ والوں کے ساتھ تعلق

اللہ والوں کے تعریف، ان سے ربط وتعلق اور محبت کرنے، ان کی مجالس اور علوم

(۱) ابداع صفحہ ۳۲۵۔ (۲) تصوف ونسبت صوفیہ صفحہ ۱۷/ تا ۲۲ ملخصاً۔

149

سے استفادہ کرنے کے باب میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی نے جو تفصیل فضائل تبلیغ کی ساتویں فصل میں بیان کی ہے، اس کو ملخصاً تحریر کیا جاتا ہے:

اکثر اللہ والوں کے ساتھ ارتباط ان کی خدمت میں کثرت سے حاضری، دینی امور میں تقویت اور خیر وبرکت کا سبب ہوتی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى مِلَاكِ هٰذَا الْأُمُرِ الَّذِیْ تُصِيْبُ بِهٖ خَيْرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ عَلَيْكَ بِمَجَالِسِ اَهْلِ الذِّكْرِ۔

کیا تجھے دین کی نہایت تقویت دینے والی چیز نہ بتاؤں، جس سے تو دین ودنیا دونوں کی فلاح کو پہنچے، وہ اللہ تعالی کے یاد کرنے والوں کی مجلس ہے، اور جب تو تنہا ہوا کرے تو اپنے کو اللہ تعالی کی یاد سے رطب اللسان رکھا کر۔

اس کی تحقیق بہت ضروری ہے کہ اہل اللہ کون لوگ ہیں؟ اہل اللہ کی پہچان اتباع سنت ہے کہ حق تعالی سبحانہ وتقدس نے اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کے لیے نمونہ بنا کر بھیجا ہے اور اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔(۲)

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم خدائے تعالی سے محبت رکھتے ہو تو لوگ میری اتباع کرو، خدا تعالی تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کردیں گے اور اللہ تعالی غفور رحیم ہیں۔(بیان القرآن)

لہٰذا جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل متبع ہو، وہ حقیقتاً اللہ والا ہے، اور جو شخص اتباع سے جس قدر دور ہو، وہ قرب الٰہی سے بھی اسی قدر دور ہے، مفسرین نے لکھا ہے کہ جو شخص اللہ تعالی سے محبت کا دعوی کرے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے وہ جھوٹا ہے، اس لیے کہ قاعدہ محبت اور قانون عشق ہے کہ جس سے کسی کو

(۱) مشکوۃ شریف صفحہ ۴۱۵۔ (۲) سورۂ آل عمران آیت ۳۱۔

محبت ہوتی ہے، اس کے گھر سے، در و دیوار سے، صحن، باغ سے، حتی کہ اس کے کتے سے، اس کے گدھے سے بھی محبت ہوتی ہے۔

اَمُرُّ عَلَی الدِّیَارِ دِیَارِ لَیُلیٰ ۔۔۔ اُقَبِّلُ ذَالُجِدَارِ وَذَا الُجِدَارَا
وَمَاحُبُّ الدِّیَارِ شَغَفُنَ قَلُبِیُ ۔۔۔ وَلٰکِنُ حُبَّ مَنُ سَکَنَ الدِّیَارَا

ترجمہ: کہتا ہے کہ میں لیلیٰ کے شہر پر گزرتا ہوں تو اس دیوار کو اور اس دیوار کو پیار کرتا ہوں، کچھ شہروں کی محبت نے میرے دل کو فریفتہ نہیں کیا ہے، بلکہ ان لوگوں کی محبت کی کارفرمائی ہے جو شہروں کے رہنے والے ہیں، دوسرا شاعر کہتا ہے:

تَعُصِی الُاِ لَہَ وَاَنُتَ تُظُهِرُ حُبَّہٗ ۔۔۔ وَهٰذا لَعُمرِیُ فِی الُفِعَالِ بَدِیُعٗ
لَوُکَانَ حُبُّكَ صَادِقاً لَاطَعُتَہٗ ۔۔۔ اِنَّ الُمُحِبَّ لِمَنُ یُّحِبُّ مُطِیُعٗ

تو اللہ تعالی کی محبت کا دعوی کرتا ہے اور اس کی نافرمانی کرتا ہے، اگر تو اپنے دعوے میں سچا ہوتا تو کبھی نافرمانی نہ کرتا، اس لیے کہ عاشق ہمیشہ معشوق کا تابعدار ہوتا ہے۔

بالجملہ اس تحقیق کے بعد کہ یہ شخص اللہ والوں میں سے ہے، اس کے ساتھ ربط کا بڑھانا، اس کی خدمت میں کثرت سے حاضر ہونا، اس کے علوم سے منتفع ہونا، دین کی ترقی کا سبب ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امر بھی ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد عالی ہے کہ جب تم جنت کے باغوں میں سے گزرا کرو تو کچھ حاصل بھی کرلیا کرو، صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ جنت کے باغ کیا چیز ہیں، حضور نے ارشاد فرمایا کہ علمی مجالس۔

دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی کہ علماء کی خدمت میں بیٹھنے کو ضروری سمجھو، اور حکمائے امت کے ارشادات کو غور سے سنا کرو کہ حق تعالی شانہ حکمت کے نور سے مردہ دلوں کو ایسے زندہ فرماتے ہیں کہ جیسے مردہ زمین کو موسلا دھار بارش سے، اور حکماء دین کے جاننے والے

ہی ہیں نہ کہ دوسرے اشخاص۔

ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا کہ بہترین ہم نشیں ہم لوگوں کے واسطے کون شخص ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے دیکھنے سے اللہ کی یاد پیدا ہو، جس کی بات سے علم میں ترقی ہو، جس کے عمل سے آخرت یاد آجائے، ترغیب میں ان روایات کو ذکر کیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے بہترین بندے وہ لوگ ہیں جن کو دیکھ کر خدا یاد آجائے، خود حق تعالی سبحانہ وتقدس کا ارشاد ہے:

یٰاَیُّهَا الَّذِیُنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُونُوا مَعَ الصَّادِقِیُنَ۔(۱) ۔۔۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔ (بیان القرآن)

مفسرین نے لکھا ہے کہ سچوں سے مراد اس جگہ مشائخ صوفیاء ہیں، جب کوئی شخص ان کی چوکھٹ کے خدام میں داخل ہو جاتا ہے، تو ان کی تربیت اور قوت ولایت کی بدولت بڑے بڑے مراتب تک ترقی کر جاتا ہے۔

شیخ اکبر تحریر فرماتے ہیں کہ اگر تیرے کام دوسرے کی مرضی کے تابع نہیں ہوتے تو تو کبھی بھی اپنے نفس کی خواہشات سے انتقال نہیں کر سکتا، گو عمر بھر مجاہدے کرتا رہے، لہٰذا جب بھی تجھے کوئی ایسا شخص (شیخ و مرشد کامل) ملے جس کا احترام تیرے دل میں ہو، اس کی خدمت گزاری کر اور اس کے سامنے مردہ بن کر رہ، کہ وہ تجھ میں جس طرح چاہے تصرف کرے اور تیری اپنی کوئی بھی خواہش نہ رہے، اس کے حکم کے تعمیل میں جلدی کر، اور جس چیز سے روکے اس سے احتراز کر، اگر پیشہ کرنے کا حکم کرے پیشہ کر، مگر اس کے حکم سے نہ کہ اپنی رائے سے، بیٹھ جانے کا حکم کرے تو بیٹھ جا، لہٰذا ضروری ہے کہ شیخ کامل کی تلاش میں سعی کر، تاکہ تیری ذات کو اللہ سے ملادے۔

(۱) سورۂ برأت آیت نمبر ۱۱۹ ۔۔۔ (۲) سورۂ کہف آیت نمبر ۲۸

امام غزالیؒ نے اس نوع کی روایات بکثرت ذکر فرمائی ہیں، ان سب سے بڑھ کر یہ کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حکم ہے:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ	اور آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے
يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ	ساتھ مقید رکھا کیجئے، جو صبح وشام اپنے
يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ	رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے
عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا	لیے کرتے ہیں، اور دنیوی زندگانی کی
وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا	رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں ان
وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا۔(۱)	سے ہٹنے نہ پاویں، اور ایسے شخص کا کہنا نہ

مانیں جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے، اور اس کا حال حد سے بڑھ گیا ہے۔

اب وہ حضرات جو ہر قول وفعل میں دین ودنیا کے کاموں میں کفار وفساق کو مقتدا بناتے ہیں، مشرکین ونصاری کے ہر قول وفعل پر سو جان سے نثار ہیں، خود غور فرمالیں کہ کس راستے جارہے ہیں۔

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است
مراد ما نصیحت بود وکردیم
حوالت باخدا کردیم ورفتیم (۱)

(۱) سورۂ کہف آیت نمبر ۲۸

(۱) فضائل تبلیغ تلخیص صفحہ ۲۸ تا ۳۲۔

بیعت کی شرعی حیثیت

اسلام لانے کے بعد بیعت مسنون (۱) ہے، صحیح احادیث میں آیا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے متعدد بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی، کبھی سنت کو مضبوطی سے پکڑنے، بدعت سے اجتناب اور اطاعت پر ثابت قدمی کے لیے اور کبھی دوسرے شرعی احکام کی پابندی کے لیے، یہی سنت اہل سنت والجماعت میں جاری ہے کہ اہل سنت پیشوایان دین کے ہاتھ پر گناہوں سے توبہ، تقوی اور اخلاص کے لیے بیعت کرتے ہیں اور گوہر مراد پاتے ہیں۔

پیر کیسا ہونا چاہیے؟

پیر کے لیے ضروری ہے کہ عالم (۱) باعمل ہو، عالم سے مراد یہ ہے کہ دین کے ضروری

(۱) بعض متعصب اہل ظاہر کا گمان ہے کہ مروج بیعت مسنون طریقہ کے خلاف بلکہ بدعت ہے، یہ لوگ بیعت کو قبول خلافت میں منحصر سمجھتے ہیں، حالانکہ ان کا یہ گمان باطل اور مردود ہے، کیونکہ بہت ساری احادیث میں آیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اسلامی ارکان کی پابندی کرنے پر بیعت لیتے تھے، کبھی سنت کو مضبوطی سے پکڑنے پر وغیرہ جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے، امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ کو بیعت کیا اور عہد لیا کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کریں، انصار کی ایک جماعت سے اس بات پر بیعت لی کہ خدا کے معاملہ میں کسی ملامت گر کی ملامت سے خوف نہ کھائیں، انصار کی عورتوں سے نوحہ نہ کرنے پر بیعت لی، بعض ضرورت مند غریب مہاجرین سے بیعت لی، کہ کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کریں، اس کے علاوہ تزکیہ، امر بالمعروف نہی عن المنکر وغیرہ بہت سی چیزوں کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیعت لینا ثابت ہے، بعض محققین کا کہنا ہے کہ بیعت کی مشروعیت کی سب سے روشن دلیل یہ ہے کہ تصوف کے تمام خانوادوں کے سلاسل مشائخ عظام کے واسطے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتے ہیں، جس طرح حدیث سند کے متصل ہونے سے معتبر ہوجاتی ہے، اس طرح سلاسل تصوف بھی اتصال سند کی وجہ سے مسنون ہیں، کوئی انصاف پسند اس کا انکار نہیں کرسکتا (تصوف کے خانوادوں کے سلاسل اربعہ ہم آخری باب میں ذکر کریں گے، انشاء اللہ)۔

(۲) بیعت کا مقصد برائی سے روکنا، بھلائی کا حکم دینا، باطنی سکون کی طرف مریدوں کی رہنمائی کرنا، مریدوں کی بری عادات کی اصلاح کرنا ہے، لہٰذا جو شخص ان باتوں سے ناواقف ہوگا، امر اور نہی کیسے کرسکتا ہے، جاہلوں میں جو یہ بات مشہور ہے کہ طریقت میں شریعت کی شرط نہیں ہے، بلکہ شریعت تو درویشی میں مضر ہوتی ہے، یہ خالص جھوٹ ہے؛ کیونکہ طریقت عین شریعت ہے، اور شریعت عین طریقت، دونوں میں صرف لفظ کا فرق ہے، اصل مقصود اور نتیجہ دونوں کا ایک ہے، اسی لیے تمام اکابر صوفیہ مثلاً شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی، شیخ شہاب الدین سہروردی، حضرت امام احمد، محمد بن محمد غزالی، امام ربانی مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہم اللہ کی کتابوں میں شریعت کا طریقت کے لیے ضروری ہونا مذکور ہے، جس شخص کو شک ہو، عوارف المعارف، فتوح الغیب، غنیۃ الطالبین، احیاء العلوم، قوت القلوب، مکتوبات امام ربانی، القول الجمیل کا مطالعہ کرے۔

مسائل (عقائد صحیحہ، احکام اسلام، اوامر ونواہی) سے واقف ہو، خواہ تعلیم حاصل کر کے یا علماء عصر کی صحبت میں عرصۂ دراز تک بیٹھ کر، دوسری شرط یہ ہے کہ عادل اور متقی ہو(۱) پیر سے کرامات کا ظہور ضروری نہیں ہے (۲) کیونکہ کرامات اور استدراج میں اشتباہ ہوسکتا ہے، استدراج کا ظہور اہل بدعت؛ بلکہ کفار سے بھی ہوتا ہے، تائید الٰہی سے اولیا کرام سے کرامات کا ظہور ہوتا ہے، اولیاء کی کرامات برحق ہیں "کَرَامَةُ الْاَوْلِیَاءِ حَقٌّ" لیکن پیر کی بنیادی شرط یہ ہے کہ کسی معتبر شیخ طریقت کی صحبت (۳) میں رہ کر ارشاد وسلوک کی منزلیں طے کی ہوں۔ (۴)

مرید کیسا ہو؟

مرید کو عاقل وبالغ اور اللہ کی طرف راغب ہونا چاہئے، برکت کے لیے بچوں کو کسی پیر طریقت کے ہاتھ پر بیعت کرانا جائز ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے(۵) مرید کے لیے بیعت کو پورا کرانا ضروری ہے، بیعت پورا کرنے سے مراد یہ ہے کہ بیعت کرتے وقت جن چیزوں کا عہد کیا ہے وہ اس کے ذمہ لازم ہوگئیں، مثلاً

(۱) کیونکہ بیعت کی مشروعیت تزکیہ نفس کے لیے ہے، اور تزکیہ نفس میں بلاعمل کے محض قول مفید نہیں ہے، لہٰذا جو پیر قول وعمل دونوں کے ساتھ متصف نہ ہو، صرف قول پر اکتفا کرتا ہو، وہ بیعت کی حکمت کو فاسد کرنے والا ہے۔

(۲) صاحب عوارف نے لکھا ہے کہ اللہ تعالی نے بعض افراد کو خوارق عطا فرمائے ہیں بعض کو نہیں، حالانکہ یہ لوگ جنھیں خوارق وکرامات نہیں دی گئیں خوارق والوں سے افضل ہوتے ہیں، اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خوارق ثابت نہیں ہیں، حالانکہ ادنی درجہ کا صحابی تمام اولیاء سے افضل ہے۔

(۳) اللہ تعالی کا دستور یہ ہے کہ اصحاب فن کی صحبت میں بیٹھ کر ہی کوئی شخص صاحب فن بنتا ہے، مثلاً علماء کی صحبت کے بغیر علم حاصل نہیں ہوتا، اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے انسان کو اس انداز سے پیدا کیا کہ اپنے ہم جنس انسانوں کے ساتھ شرکت کے بغیر اسے کمالات حاصل نہیں ہوتے، اس کے برخلاف حیوانات کے اکثر کمالات پیدائشی ہیں۔

(۴) خیر المسالک صفحہ ۲۰۔

(۵) صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضرت زبیر بن عوام نے اپنے صاحبزادے عبداللہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت کے لیے پیش کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ کر تبسم فرمایا اور انہیں بیعت کرلیا۔

کبائر کو ترک کرنا، صغائر پر اصرار کرنا، فرائض، واجبات، سنن مؤکدہ کی پابندی کرنا، اس کے خلاف کرنا بیعت توڑنے کے مرادف ہے، جو ایک بڑا گناہ ہے(۱) نعوذ باللہ من ذالك ۔

تکرار بیعت کا حکم

چند صورتوں کے علاوہ تکرار بیعت جائز نہیں ہے، جواز کی صورتیں درج ذیل ہیں:

۱- پیر خلاف شریعت کام کرے، تو مرید کے لیے کسی دوسرے کے ہاتھ پر بیعت کرنا جائز ہے۔

۲- پیر کی وفات ہوگئی اور مرید کے سلوک کی تکمیل نہ ہوسکی تھی، تو دوسرے پیر کے ہاتھ پر بیعت ہوسکتا ہے۔

۳- پیر مرید سے اتنے فاصلے پر رہتا ہو کہ اس سے ملاقات بہت دشوار ہو تو دوسری بیعت کرسکتا ہے۔

۴- پیر زندہ اور موجود ہو لیکن مرید دوسرے سلسلہ میں داخل ہونا چاہتا ہو یا کسی دوسرے پیر طریقت سے اصلاح لینا چاہتا ہو کیونکہ خود اس کے پیر سے اس کی اصلاح نہیں ہو پارہی ہے، تو اس کے لیے تکرار بیعت جائز ہے، پیر کے لیے مناسب ہے کہ مرید کو اس کی اجازت دیدے، اس کو بیعت ارشاد کہتے ہیں، بہت سے بلند پایہ مشائخ تصوف سے بیعت ارشاد ثابت ہے، اور محققین کی کتابوں میں موجود ہے، پہلے پیر کو پیر بیعت اور دوسرے کو پیر ارشاد کہتے ہیں، پیر بیعت ایک ہی ہوتا ہے، اور پیر ارشاد متعدد ہوسکتے ہیں، اس کا انکار جہالت اور نادانی ہے۔

(۱) اللہ تعالی فرماتا ہے "فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَى نَفْسِهِ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهِ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا" جس نے عہد توڑ دیا اپنا ہی نقصان کیا اور جس نے اللہ سے کیا ہوا عہد پورا کیا، عنقریب اسے اللہ تعالی بڑا اجر عطا فرمائے گا۔

طریقت کے اصول

تمام مشائخ تصوف اور اصحاب سلاسل، طریقت کے اصول ومقاصد کے بارے میں متفق ہیں ان میں جو کچھ اختلاف ہے طریقہ کار کے بارے میں ہے، تمام مشائخ سلاسل کا حسب ذیل باتوں پر اتفاق ہے۔

۱- سالک کے لیے سب سے پہلے ضروری ہے کہ صحابہ وتابعین اور سلف صالحین کے عقائد کے مطابق اپنے عقائد درست کرے، ارکان اسلام کی پابندی کرکے کبائر گناہوں سے بچے، اسلامی شعائر کی تعظیم کرے۔

۲- اگر کتب احادیث وآثار صحابہ وتابعین سے مسائل کے استنباط واستخراج پر قادر نہ ہو تو ضروری ہے کہ چار مشہور فقہی مذاہب (حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی) میں سے کسی ایک کی تقلید کرے، ناقص متأخرین کے اقوال کو قابل التفات نہ سمجھے، یہ سلوک وطریقت کا بنیادی اصول ہے، اسے مضبوطی سے پکڑے، اس کے بغیر سلوک صحیح نہیں ہوتا۔

عقائد کی درستگی

سلف صالحین کے عقائد کے مطابق صحیح عقائد یہ ہیں:

اللہ تعالی کے بارے میں یقین رکھے کہ وہ یکتا اور واجب الوجود (اسکا وجود قدیم ہے، وہ اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہیں) اس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، اللہ تعالی کمال کی تمام صفات کے ساتھ متصف ہے، صفات کمال سے مراد حیات، علم، قدرت وغیرہ وہ تمام اوصاف جن کے ساتھ اللہ جل شانہ نے اپنی پاک ذات کو متصف قرار دیا ہے، یا جو اوصاف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی کے لیے بیان فرمائے ہیں۔

اللہ تعالی ہر عیب اور زوال سے پاک ہے، نہ جسم والا ہے، نہ کسی جگہ میں ہے(۱) اس کا نہ کوئی رنگ ہے نہ کوئی شکل، وہ بے مثل ہے، سننے اور دیکھنے والا ہے۔

اس بات پر یقین اور ایمان رکھے کہ تمام نبی اور رسول حق پر ہیں، اللہ کی چاروں کتابیں (توارت، زبور، انجیل، قرآن) حق ہیں، تمام انبیاء پر عموماً اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر خصوصاً ایمان رکھے، چاروں آسمانی کتابوں پر عموماً اور قرآن پر خصوصاً ایمان رکھے۔

خلفائے راشدین (۱) کے فضل وکمال پر اسی ترتیب سے اعتقاد رکھے جس ترتیب سے انہیں خلافت ملی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی محبت کو مضبوطی سے پکڑے رہے، اس بات پر عقیدہ رکھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت، حشر ونشر، عذاب قبر، حساب، جنت ودوزخ، پل صراط، میزان عمل وغیرہ کے جو حالات بیان فرمائے ہیں بالکل سچ ہیں۔

عقیدہ کی درستگی کے بعد کبائر (بڑے گناہوں) کو جان کر ان سے بچنا ضروری ہے۔

اوراد واشغال

عقائد کی تصحیح اور مذکورہ بالا امور کی ادائیگی کے بعد سالک سے مطلوب ہے کہ اپنے اوقات ذکر وتلاوت، نماز ونوافل اور دوسری عبادتوں سے معمور رکھے، اخلاق حسنہ حاصل کرنے کی کوشش کرے، ریاکاری، حسد، غیبت اور تمام بری خصلتوں سے اجتناب کرے۔

اس موقع پر ایک نکتہ ذہن نشیں کرلینا چاہئے وہ یہ کہ طریقت وتصوف کے سلاسل

(۱) جن آیات سے اللہ تعالی کے لیے "استوا علی العرش" "ضحک" اور "ہاتھوں کا ثبوت ملتا ہے" ان پر اجمالی ایمان رکھنا چاہئے، ان کی تفصیل کو باری تعالی کے علم کے حوالہ کرنا چاہئے، متقدمین سلف سے یہی منقول ہے، امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا استواء علی العرش معلوم ہے، اس کی کیفیت نامعلوم ہے، اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے، یہی سلامتی کا راستہ ہے، کیونکہ اس کا اندیشہ ہے کہ انسان تاویل کرکے ناحق کو حق قرار دیدے۔

(۲) خلفائے راشدین میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ، ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ، اسی ترتیب پر اجماع ہے۔

میں سے ہر سلسلہ میں اور ادو نوافل سے وقت کو مشغول رکھنے کا ایک خاص نظام الاوقات بتایا گیا ہے، یہ تمام نظام الاوقات اور طریقے پسندیدہ ہیں، لیکن سب سے زیادہ محبوب اور بہتر طریقہ وہ ہے کہ جو حدیث کی صحیح کتابوں کے مطابق ہو، میدان سلوک وطریقت کے نو وارد کے لیے اس فن کی باریکیوں اور اسرار ورموز میں مشغول ہونا نفع بخش ہونے کے بجائے مضر ہو جاتا ہے، اس لیے اسے ان اوراد ووظائف پر اکتفا کرنا چاہئے جو اہل سنت کی مشہور کتابوں میں مذکور ہیں، سب سے بہتر یہ ہے کہ ان اوراد واذکار میں مشغول ہو، جو عشق ومحبت الٰہی کو برانگیختہ کریں اور دل کو خالق ومالک کی طرف کھینچیں، جذبہ محبت کی آبیاری اور تقویت کو اپنا مقصد قرار دے، قدر ضرورت حب جاہ، حب مال مٹانے کی کوشش کرے، یعنی اس قدر کہ اوراد واذکار دل جمعی کے ساتھ ادا ہوسکیں، یہ ضروری نہیں کہ مکمل طور سے ذرائع معاش ترک کر دے، حتی کہ حقوق واجبہ کی ادائیگی نہ کر سکے، اور دوسروں کا محتاج ہو جائے۔

روز وشب کے معمولات وعبادات

سالک کے لیے درج ذیل نمازوں کی پابندی ضروری ہے۔

سترہ رکعت فرض نمازیں، بارہ رکعت سنت مؤکدہ، گیارہ رکعت تہجد ووتر، دو رکعت اشراق، چار رکعت صلوۃ الضحی (چاشت کی نماز)۔

اس جگہ ایک نکتہ سمجھ لینا چاہئے کہ فرائض، سنن مؤکدہ کے علاوہ بقیہ نمازوں کی اتنی پابندی نہ کرے کہ ان کی وجہ سے اللہ یا بندوں کے حقوق فوت ہو جائیں، بلکہ مذکورہ نوافل کی ادائیگی کے وقت اگر کوئی دوسرا اہم کام پیش آجائے، مثلاً نماز جنازہ یا کسی بندۂ خدا کی حاجت روائی ہو نوافل کو چھوڑ کر اس میں مشغولیت زیادہ بہتر ہے، کیونکہ اس میں ریاکاری کا شائبہ نہیں ہے، عقلمندوں کے لیے اشارہ ہی کافی ہے، صبح وشام اور سونے

کے وقت کے ان اذکار اور دعاؤں کی پابندی کرے، جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں، نفی واثبات کا ذکر ہزار بار بلند آواز سے، اس کے بعد آہستہ آہستہ کرے، اگر اس قدر ممکن نہ ہو تو جتنی بار کر سکے کرے، جتنا ممکن ہو سکے درود پڑھے، استغفار کرے؛ لیکن پچیس بار سے کم نہ ہو، سحر کے وقت سو بار سبحان اللہ وبحمدہ کا اور سو بار لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ الخ کا ورد کرے اس میں بڑی برکت ہے۔

عرفہ (۹/ذی الحجہ) اور عاشورہ (۱۰/محرم) کا روزہ رکھے، ہر مہینہ (۱) میں تین روزے رکھے، جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے، شوال میں چھ روزے رکھے، ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلائے، اپنے زائد مال میں صدقہ فطر اور صدقات واجبہ کے علاوہ ایک جوڑا کپڑا صدقہ کرے۔

اگر حافظ قرآن ہو تو روزانہ اس قدر تلاوت کرے کہ ساتھ روز میں قرآن ختم ہو جائے، ہاں اگر دوسرے اہم تر باطنی اوراد واشغال میں مشغول ہو تو جتنی تلاوت سہولت سے کر سکے کرے، غیر حافظ کم ازکم روزانہ سو درمیانی آیات کے بقدر تلاوت کرے، جس کی تعداد پاؤ پارہ نصف پارہ کے درمیان ہوتی ہے، روزانہ دو تین ورق حدیث کے مطالعہ کرے، ایک دو رکوع قرآن کا ترجمہ سنے، یا خود دیکھے۔

سالک اگر قوی المزاج ہو تو اتنی مقدار کھانا کھائے جس سے کم کھانا ضعف کا باعث بن جاتا ہے، اور ضعیف المزاج ہو تو اتنا کھائے کہ زیادہ آسودگی یا بھوک کی وجہ سے اکثر اوقات اس کا دل ودماغ پیٹ میں مشغول نہ رہے، دن رات کا ایک تہائی حصہ سونے میں صرف کرے، دو حصے بیداری میں، مثلاً دن میں ایک گھنٹہ قبل استراحت کرے، چوتھائی رات تک بیدار رہے، سحر سے ایک گھنٹہ قبل بیدار ہو جائے، اس کے

(۱) افضل یہ ہے کہ ہر ماہ ایام بیض یعنی تیرہویں، چودھویں، پندرہویں تاریخ کو روزہ رکھے، نسائی میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایام بیض میں ہرگز افطار نہیں کرتے تھے، نہ سفر میں نہ حضر میں۔

بعد تھوڑی دیر استراحت کرے، صبح کے دھندلکے (غلس) میں پھر بیدار ہو جائے، سونے جاگنے کے اس نظام میں تھوڑی بہت تبدیلی کرسکتا ہے۔

سالک سے عزلت (یکسوئی) اس قدر مطلوب ہے کہ کسی دینی یا دنیوی ضرورت کے بغیر لوگوں میں اٹھنا بیٹھنا کم کردے، دینی ضرورت یا عبادت کے لیے لوگوں میں نشست وبرخاست اس سے مستثنیٰ ہے، مثلاً مریض کی عیادت، مصائب پر دلاسا اور تعزیت، صلہ رحمی، علمی مجالس میں حاضری، طبیعت کی سختی اور پراگندگی دور کرنے کے لیے لوگوں میں بیٹھنا۔

لباس اور کمائی میں اپنے ہم جنس لوگوں سے ممتاز رہنا شریعت کی نگاہ میں پسندیدہ نہیں ہے، اپنے ہم جنس اور ہم پیشہ افراد کے طریقہ پر زندگی گزارے، اگر سالک کا تعلق طبقہ علماء سے ہے، تو علماء کے طور وطریق پر رہے، اگر صنعت کاروں میں سے ہے، تو اہل صنعت کا لباس پہنے، اگر سپاہی ہے تو سپاہیوں کی طرح رہے۔

نفی واثبات کا ذکر

مذکورہ بالا امور کی پابندی اور ان پر مداومت نصیب ہونے کے بعد سالک کو چاہئے کہ اب پہلے کی طرح محض وظیفہ اور ڈیوٹی کے طور پر ذکر نہ کرے، بلکہ اہل عشق (۱) ومحبت کی طرح ذکر کرے۔

(۱) عشق کے معنی ہے کسی چیز سے بہت محبت کرنا اور غایت محبت سے دیوانہ ہونا، عشق 'عشــقة' سے ماخوذ ہے، عشقہ ایک گھاس ہوتی ہے، جب وہ کسی درخت سے لپٹ جاتی ہے تو اسے خشک کرڈالتی ہے، اسی طرح جب کسی دل پر عشق کی حالت طاری ہوجاتی ہے تو اس انسان کو خشک اور پیلا کرڈالتی ہے۔

(۲) محبت وعشق کے لفظ کے تکرار سے اس طرف اشارہ ہے کہ ابتداء میں محبوب کے ذکر سے لذت حاصل ہوتی ہے اور آخر میں عشق پیدا ہوتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ عاشق کی نگاہ میں معشوق کے علاوہ ہر چیز معدوم ہو جائے، چنانچہ بعض اہل دل نے کہا ہے کہ عشق وہ آگ ہے جو محبوب کے سوا ہر چیز کو جلا کر خاکستر کردے، یہ عشق کا اوسط درجہ ہے، عشق کے درجہ کمال کی کوئی حد نہیں ہے۔

ذکر سے سب سے زیادہ اس شخص کو فائدہ ہوتا ہے، جو شخص صحیح المزاج اور قوی العشق ہو، جو شخص صاحب اہل وعیال اور پراگندہ مزاج ہے، یا اس پر صفت عشق غالب نہیں ہے، اسے ذکر سے کوئی بڑا فائدہ نہیں ہوتا، حاصل کلام یہ کہ جمہور اہل طریقت کے نزدیک سب سے افضل نفی واثبات اور اسم ذات کا ذکر ہے، اس ذکر کے کچھ شرائط وآداب مقرر ہیں، ان شرائط وآداب کو مقرر کرنے کا راز یہ ہے کہ ان کی رعایت کرنے سے دل جمعی حاصل ہوتی ہے، وساوس کا ازالہ ہوتا ہے، محبت کی گرمی پیدا ہوتی ہے۔

ذکر نفی واثبات کے لیے اس درجہ کی فرصت وفراغت چاہئے کہ اس وقت نہ بھوکا ہو، نہ بہت زیادہ شکم سیر ہو، نہ غضبناک ہو، نہ متفکر اور مغموم، خلاصہ یہ ہے کہ تمام نفسانی اور خارجی عوارض ومشغولیات سے فارغ ہو، خلوت میں جاکر مکمل طہارت حاصل کرے، یعنی غسل یا وضو کرکے پاک وصاف کپڑے پہن لے، دل میں کسی طرح گرمی پیدا کرے، خواہ موت کو یاد کرکے یا محبت انگیز حکایات کا مطالعہ کرکے یا واعظ کا وعظ سن کر یا مؤثر ورقت انگیز اشعار کے ذریعہ یا کسی اور جائز طریقے سے، اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھ کر قبلہ رو نمازی کی طرح بیٹھ جائے اور زبان کی سے ''لا الٰہ الا اللہ'' کا ورد کرے ''لا'' کو نیچے سے شروع کرے ''الٰہ'' دماغ میں کھے اور پوری قوت سے دل پر ''الا اللہ'' کی ضرب لگائے، تشدید اور مد کو خاص طور سے ملحوظ رکھے، نفی کرتے وقت غیر اللہ کی محبت (۱) بلکہ غیر اللہ کی وجود کو پیش نظر رکھے، ذکر نفی اثبات کے وقت سالک کو اس شخص کی ہیئت میں ہونا چاہئے، جو حالت وجد میں ہونے کی وجہ سے اپنا سر کپڑے سے چھپا نہیں سکتا، اگر بے تکلف اس پر یہ حال طاری نہ ہو پا رہا ہو تو بہ تکلف اس حال کو طاری کرے، جس قدر وجد طاری ہوتا جائے، اسی قدر آواز بلند کرتا جائے، وجد کی گرمی

(۱) حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ''القول الجمیل'' کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ تصور وخیال ذاکرین کے مختلف مراتب کے اعتبار سے بدلتا رہتا ہے، مبتدی کو محبوبیت کا تصور کرنا چاہئے، متوسط کو نفی مقصودیت کا اور منتہی کو نفی وجود کا۔

بڑھنے کے ساتھ آواز تیز ہوتی جائے گی، اور ضرب میں شدت اور تسلسل پیدا ہوتا جائے گا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ جو کامل المزاج اور جوہر محبت کا حامل ہوگا، اگر وہ مذکورہ بالا طریقہ پر دو ایک گھنٹہ ذکر کرے گا تو اسے اطمینان قلب نصیب ہوگا، وساوس کا ازالہ ہوجائے گا، اور اسے شوق و محبت کی گرمی حاصل ہوجائے گی، اس کے بعد ایک گھنٹہ اس کی نگہداشت میں صرف کرے، اس کیفیت کو عمدہ اور قابل قدر سمجھے اور حتی الامکان اس کی نگہداشت کی سعی کرے، اگر یہ کیفیت ختم ہوجائے، یا کمزور پڑھ جائے تو اسے بڑھانے کی کوشش کرے، صحیح الفہم کامل المزاج شخص ایک ہی مجلس میں اس کیفیت کو سمجھ سکتا ہے، اگر سالک سخت طبیعت قوی الجسم ہے تو تین روز کھانے میں کمی کردے اور چند روز نفی اثبات کا ذکر کرے، یقیناً اسے یہ کیفیت حاصل ہوجائے گی، اور اسے سمجھ جائے گا، اگر محنت کرنے کے باوجود وہ شخص اس کیفیت سے آشنا نہ ہوسکا تو اسے اس سلسلہ میں معذور سمجھنا چاہئے، اور دوسرے اوراد و وظائف میں مشغول رہنا چاہئے، اس کے لیے ظاہری اور اوپری عمل کرنا کافی ہے۔(۱) واللہ اعلم

نوٹ: یہاں جو اوراد و اشغال، روز شب کے معمولات و عبادات اور نفی و اثبات کے ذکر کے سلسلہ میں تحریر کیا گیا ہے، ان تمام باتوں پر کسی شیخ کی سرپرستی میں بیعت ہوکر عمل کیا جائے تو زیادہ مفید زود اثر اور باعث خیر کثیر ہوگا۔

صوفیائے کرام کی چند اصطلاحات

صوفیائے کرام کی درج ذیل اصطلاحات کا جاننا سالک کے لیے بہت ضروری ہے۔

(۱) خیر المسالک صفحہ ۱۱ر تا ۱۷۔

فقر اور فقیر

صوفیاء کی اصطلاح میں فقر اور فقیر کا استعمال مختلف معنی میں ہوا ہے؛ لیکن فقر اور فقیر کا وہ مفہوم جو احادیث صحیحہ کے مطابق ہونے کے ساتھ ساتھ اکابر صوفیاء کے مقصود کو بھی حاوی ہے، درج ذیل ہے۔

فقر کا مفہوم منعم حقیقی کے سامنے ہر حال میں اپنی محتاجی اور مسکنت کا اظہار ہے کہ کسی چیز کو اپنی ملکیت نہ سمجھے۔

فقیر اس شخص کو کہتے ہیں جو اللہ کا محتاج ہو، اور احکام کی بجا آوری میں مسکین صفت ہو، کہ کسی حال میں سرکشی اور خود بینی کے اثرات اس کی پیشانی پر ظاہر نہ ہو، یہی فقر ہے، جسے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے باعث فخر قرار دیا ہے اور یہی مسکنت ہے، جس کی آپ نے دعا فرمائی ہے:

"اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِي مِسْكِيْنًا وَاَمِتْنِي مِسْكِيْنًا وَاحْشُرْنِي فِي زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنَ"(۱)

اے اللہ! مجھے مسکنت کی حالت میں زندہ رکھ، مسکنت کی حالت میں موت دے اور میرا حشر مساکین کے ساتھ کر۔

شریعت اور عرف عام میں جو فقر برا سمجھا جاتا ہے، وہ افلاس اور ذلت کے مرادف ہے، جو انسان کو مجبور بنا کر در بدر کی ٹھوکر کھلائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فقر کی مذمت کی ہے اور اس سے اللہ جل شانہ کی پناہ مانگی ہے "اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْهِ (۲) فِي الدَّارَيْنِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفَقْرِ الْمُكِبِّ" گدائی دنیا اور آخرت میں سامان رسوائی ہے، ہم اس گدائی سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں، جو سرنگوں کردے اور منھ کے بل گرادے۔

(۱) سنن ترمذی کتاب الزہد حدیث نمبر ۲۲۷۵

(۲) یعنی گدائی دنیا اور آخرت دونوں جگہ انسان کی روسیاہی ہے، کیونکہ مفلسی میں نہ دنیا کا کام ٹھیک رہتا ہے نہ آخرت کا، لہذا گدائی کی وجہ سے اپنے معاصرین اور خدا کے سامنے شرمندگی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

توکل کیا ہے؟

توکل کا وہ مفہوم جو احادیث صحیحہ کے موافق اور محققین صوفیا کی اصطلاح کے مطابق ہے، وہ یہ ہے کہ دنیا اور آخرت کے تمام معاملات میں سعی اور کوشش کرنے اور اسباب کو اپنانے کے باوجود مسبب حقیقی اللہ تعالی کے فضل وکرم پر بھروسہ کرے، اسباب پر بھروسہ نہ کرے، اسباب مہیا ہو جانے کو بھی اللہ تعالی کا فضل سمجھے، حدیث پاک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی سے فرمایا ''اونٹ کو رسی میں باندھ دے پھر توکل کر'' اس حدیث میں توکل کے مذکورہ بالا معنی ہی کی طرف اشارہ ہے۔

توکل کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ ''دنیا وآخرت کے اسباب کو ترک کر دے اور یہ سوچ کر گوشہ نشین ہو جائے کہ جو کچھ میرے مقدر میں ہے خزانہ غیب سے ملے گا، اس طرح بیوی بچوں کو ہلاکت میں ڈال دے'' کیونکہ اللہ تعالی کا یہ دستور نہیں ہے، اللہ تعالی نے ہر چیز کے لیے اسباب پیدا فرمائے ہیں، اسباب کے بغیر کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی، اگر بلا کچھ کئے دھرے روزی مل جایا کرے تو تمام دنیا کا نظام معطل ہو جائے، اس نکتہ کی تشریح بہت طویل ہے۔ واللہ اعلم

زہد اور زاہد کا مفہوم

زہد کے معنی ہیں ''بے رغبتی'' شریعت کی اصطلاح کے مطابق زاہد اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو دنیائے فانی اور اسباب دنیا سے بے رغبت ہو، اور اس کی پوری توجہ دار آخرت کی طرف ہو جو دائمی ہے۔

صبر کی حقیقت

صبر کی تعریف مختلف پیرایوں میں کی گئی ہے، مقصد پر حاوی اور اہل شرع کی

اصطلاح کے مطابق مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے فیصلے پر راضی ہونا، دل یا زبان سے حرف شکایت نکالے بغیر مصائب کو جھیلنا صبر ہے، ارشاد باری ہے:

''وَالصَّابِرِيْنَ فِي الْبَأْسَآءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِيْنَ الْبَأْسِ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ''۔(۱)

مصائب و امراض میں اور جنگ کے موقع پر صبر کرنے والے یہی لوگ سچے اور پرہیزگار ہیں۔

''وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ الَّذِيْنَ إِذَآ أَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ''۔(۲)

اور ان صبر کرنے والوں کو بشارت دیجئے کہ جو مصیبت پڑنے پر کہتے ہیں کہ ہم سب اللہ کی ملکیت ہیں اور ہم سب کو لوٹ کر اللہ تعالی ہی کی خدمت میں حاضر ہونا ہے۔

ایثار کیا ہے؟

دوسرے کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر مقدم رکھنے کا نام ایثار ہے؛ لیکن عبادت میں ایثار مذموم ہے، مثلاً یہ کہ اپنے وضو کا پانی دوسرے کو دیدے اور خود تیمم کرے۔

بخل کی حقیقت

شریعت کی اصطلاح میں بخیل وہ شخص ہے، جو اللہ یا بندوں کے حقوق میں کوتاہی کرے، مثلاً زکوۃ نہ دے، نذر کی ادائیگی نہ کرے، اہل وعیال کو نفقہ نہ دے، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے بعد اگر ایک شخص فقراء ومساکین کو کچھ نہ دے، وہ بھی بخیل ہے، لیکن آخرت میں اس پر عذاب نہیں ہوگا، مگر ملامت کا صدمہ اٹھانا پڑے گا۔

(۱) سورۂ بقرہ آیت ۱۷۷ (۲) سورۂ بقرہ آیت ۱۵۵/۱۵۶

شکر کا مفہوم

منعم کی تعریف کر کے نعمت کے اظہار کا نام شکر ہے، شاکر وہی شخص کہلاتا ہے، جو نعمت ملنے کے بعد منعم کو فراموش نہیں کرتا، اور نعمت کو منعم کی خوشی کی جگہوں میں صرف کرتا ہے، اس کے برخلاف کرنا کفران نعمت (نعمت کی ناشکری) کہلاتا ہے۔

توبہ کی حقیقت

توبہ کا مطلب یہ ہے کہ مالک حقیقی کی مرضی کے خلاف کوئی کام کر کے (جسے گناہ کہا جاتا ہے) شرمندہ ہو اور اس کام سے دل بیزار ہو جائے (اس پر تفصیلی بحث ساتویں باب میں گزر چکی ہے)۔

پیر اور مرید کے معنی

پیر وہ شخص ہے جس کا نفس کمزور اور دل قوی ہو، مرید وہ شخص ہے جس کا ارادہ ہر حال میں اللہ جل شانہ کی طرف ہو۔(۱)

(۱) خیر المسالک صفحہ ۴۴ تا ۴۸ ملخص۔

بیسواں باب

سلاسلِ اربعہ

نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ

اور ان کی خصوصیات وتعلیمات

بیسواں باب

سلاسل اربعہ نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ
اوران کی خصوصیات وتعلیمات

سلسلہ نقشبندیہ، مجددیہ، ولی اللہیہ، آفاقیہ، رحیمیہ

حضرت الحاج حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری

حضرت میاں جی عبدالرحیم سہارنپوری
حضرت اخوند عبدالغفور سواتی
حضرت خواجہ محمد شعیب تورڈھیری
حضرت حافظ محمد صاحب
حضرت خواجہ محمد صدیق نبیری
حضرت شاہ مؤمن لکروئی

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی
حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی
حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی
حضرت سید احمد شہید رائے بریلوی
حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

159

حضرت سید شاہ باز
حضرت شاہ حبیب

حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی
حضرت سید عبداللہ اکبرآبادی

حضرت مولانا نصیرالدین دہلوی
حضرت شاہ محمد آفاق دہلوی
حضرت خواجہ ضیاءاللہ
حضرت خواجہ محمد زبیر
حضرت خواجہ محمد نقشبند ثانی
حضرت خواجہ محمد معصوم

حضرت سید آدم بنوری
حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی
حضرت خواجہ محمد باقی باللہ
حضرت مولانا خواجگی امکنگی
حضرت خواجہ درویش محمد
حضرت مولانا محمد زاہد رخشی
حضرت خواجہ عبیداللہ احرار
حضرت مولانا یعقوب چرخی
حضرت خواجہ علاءالدین عطار
حضرت خواجہ سید بہاؤالدین محمد نقشبند
حضرت سید امیر کلال
حضرت خواجہ محمد بابا سماسی
حضرت خواجہ عزیزان علی رائتنی
حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی

حضرت خواجہ عارف ریوگری

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی

حضرت خواجہ یوسف ہمدانی

حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی طوسی

حضرت امام ابوالقاسم قشیری

حضرت خواجہ ابوعلی دقاق

حضرت خواجہ ابوالقاسم نصرآبادی

حضرت خواجہ ابوبکر شبلی

حضرت خواجہ جنید بغدادی

حضرت خواجہ سری سقطی

حضرت خواجہ معروف کرخی

حضرت خواجہ داؤد طائی

حضرت خواجہ حبیب عجمی

حضرت خواجہ حسن بصری

حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

حضرت ابوالقاسم گرگانی

حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی

حضرت بایزید بسطامی

حضرت جعفر صادق ہاشمی

حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر

صاحب رسول حضرت سلمان فارسی

خلیفہ رسول اللہ حضرت ابوبکر صدیق

شفیع المذنبین رحمة للعالمین خاتم النبیین سیدنا ومولانا محمدرسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وعلی آله واصحابه وبارك وسلم۔

160

سلسلہ قادریہ، مجددیہ، قدوسیہ، رحیمیہ

حضرت الحاج شاہ حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری

حضرت میاں جی عبدالرحیم سہارن پوری	حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی
حضرت اخوند عبدالغفور سواتی	حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی
حضرت محمد شعیب تورڈھیری	حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی
حضرت حافظ محمد صاحب	حضرت شاہ عبدالرحیم شہید ولایتی
حضرت محمد صدیق نبیری	حضرت شاہ عبدالباری امروہوی
حضرت شاہ مومن لکروتی	حضرت شاہ عبدالہادی امروہوی
حضرت سید شاہ باز	حضرت شاہ عضدالدین امروہوی
حضرت شاہ حبیب	حضرت شاہ محمد مکی
حضرت سید آدم بنوری	حضرت سید شاہ محمدی فیاض
حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی	حضرت شیخ محبّ اللہ الہ آبادی
حضرت شاہ سکندر	حضرت شیخ ابوسعید گنگوہی
حضرت شاہ کمال کیتھلی	حضرت شیخ نظام الدین بلخی

حضرت شاہ فضیل

حضرت شاہ گدا رحمٰن ثانی

حضرت سید شمس الدین عارف

حضرت شاہ گدا رحمٰن بن ابی الحسن

حضرت شاہ شمس الدین صحرائی

حضرت سید شاہ عقیل

حضرت سید بہاؤ الدین

حضرت عبد الوہاب

حضرت شاہ شرف الدین قتال

حضرت سید عبد الرزاق

حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری

حضرت شاہ عبد القدوس گنگوہی

حضرت محمد بن قاسم اودھی

حضرت سید بڈھن بہرائچی

حضرت سید اجمل بہرائچی

حضرت سید جلال الدین بخاری مخدوم

حضرت شیخ عبید بن عیسیٰ

حضرت شیخ عبید بن ابو القاسم

حضرت قطب الدین ابو الغیث

حضرت شیخ ابو المکارم فاصل

حضرت شیخ شمس الدین علی افل

حضرت شمس الدین حداد

حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی

حضرت شیخ ابو سعید بن مبارک مُخرّمی

حضرت شیخ ابو الحسن علی الہکّاری

حضرت شیخ ابو الفرح طرطوسی

حضرت شیخ عبد الواحد بن عبد العزیز تمیمی

حضرت شیخ ابو بکر شبلی

حضرت خواجہ جنید بغدادی

حضرت خواجہ سری سقطی

حضرت خواجہ معروف کرخی

حضرت خواجہ داؤد طائی

حضرت خواجہ حبیب عجمی

حضرت خواجہ حسن بصری

حضرت امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

شفیع المذنبین رحمة للعالمین خاتم النبیین سیدنا ومولانا محمد رسول الله صلی الله علیه واله واصحابه وبارك وسلم تسلیماً کثیراً.

سلسلہ چشتیہ، صابریہ، نظامیہ، رحیمیہ

حضرت الحاج شاہ حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی

حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی

حضرت میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانوی

حضرت شاہ عبدالرحیم شہید ولایتی

حضرت شاہ عبدالباری امروہوی

حضرت شاہ عبدالہادی امروہوی

حضرت شاہ عضدالدین امروہوی

حضرت شاہ محمد مکی

حضرت سید شاہ محمدی فیاض

حضرت شیخ محبّ اللہ الٰہ آبادی

حضرت شیخ ابوسعید گنگوہی

حضرت شیخ نظام الدین بلخی

حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری

حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی

حضرت شیخ محمد ردولوی

حضرت شیخ عارف ردولوی

حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی

حضرت شیخ جلال الدین کبیرالاولیاء پانی پتی

حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتی

حضرت مخدوم علی صابر کلیری

حضرت شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر اجودھنی

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی

حضرت خواجہ معین الدین حسن سجزی اجمیری

حضرت خواجہ عثمان ہارونی

حضرت حاجی شریف زندنی

حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی

حضرت خواجہ ابو یوسف چشتی

حضرت خواجہ ابو محمد چشتی

حضرت خواجہ ابواحمد ابدال چشتی

حضرت خواجہ ابواسحاق شامی

حضرت خواجہ ممشاد دینوری

حضرت خواجہ ابوہبیرہ بصری

حضرت شیخ ابن حکیم اودھی

حضرت شیخ علاؤالدین اودھی

حضرت شیخ سید محمد حسینی گیسودراز گلبرگوی

حضرت شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلوی

حضرت شیخ نظام الدین اولیاء بدایونی

حضرت خواجہ حذیفہ مرعشی

حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم بلخی

حضرت خواجہ فضیل بن عیاض

حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید

حضرت خواجہ حسن بصری

حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

شفیع المذنبین رحمة للعالمین خاتم النبیین سیدنا ومولانا محمد رسول اللّٰه صلی الله علیه واله واصحابه وبارك وسلم تسلیماً کثیراً.

سلسلہ سہروردیہ رحیمیہ

حضرت الحاج شاہ حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی

حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی

حضرت میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانوی

حضرت شاہ عبدالرحیم شہید ولایتی

حضرت شاہ عبدالباری امروہوی

حضرت شاہ عبدالہادی امروہوی

حضرت شاہ عضدالدین امروہوی

حضرت شاہ محمد مکی

حضرت سید شاہ محمدی فیاض

حضرت شیخ محبّ اللہ الہ آبادی

حضرت شیخ ابوسعید گنگوہی

حضرت شیخ نظام الدین بلخی

حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری

حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی

حضرت شیخ محمد بن قاسم اودھی

حضرت سید بڈھن بہرائچی
حضرت سید اجمل بہرائچی
حضرت سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں جہاں گشت
حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی
حضرت شیخ صدرالدین عارف ملتانی
حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی
حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی
حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی
حضرت شیخ وجیہہ الدین عبدالقاہر سہروردی
حضرت شیخ ابومحمد بن عبداللہ عمویہ
حضرت شیخ احمد دینوری
حضرت خواجہ ممشاد دینوری
حضرت خواجہ جنید بغدادی
حضرت خواجہ سری سقطی
حضرت خواجہ معروف کرخی
حضرت خواجہ داؤد طائی
حضرت خواجہ حبیب عجمی
حضرت خواجہ حسن بصری
حضرت امیرالمومنین سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

شفيع المذنبين رحمة للعالمين خاتم النبيين سيدنا ومولانا محمد رسول الله صلى الله عليه واله واصحابه وبارك وسلم تسليماً كثيراً۔

سلاسل اربعہ کی خصوصیات وتعلیمات

اب ہم ان چاروں سلسلوں کے ذکر کے بعد ان کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں، جو مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی کے مرتب کردہ ''سلاسل اربعہ'' سے ماخوذ ہے۔

''روحانی طاقت کو غذا دینے اور اس کو قوی کرنے کے طریقۂ تعلیم میں الگ الگ طریقے اختیار کئے گئے، جس کے نتیجہ میں مختلف سلسلے اور طریقے پیدا ہوئے، چند کو زیادہ شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی ان میں:

ایک ''نقشبندیہ'' ہے، اس کے بانی حضرت خواجہ بہاؤالدین محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ ہیں، بخارا کے رہنے والے تھے، وہیں مزار ہے، اس طریقہ کی بنیاد عقائد دینیہ کی تصحیح اور کثرت عبادت اور حضور مع اللہ پر ہے، ان کا کہنا ہے کہ اللہ تک پہنچنے کی تین طریقے ہیں، ذکر، مراقبہ اور ربط شیخ۔(۱)

ایک نفی اثبات کا ذکر حبس نفس کے ساتھ جو متقدمین سے مروی ہے، دوسرا طریقہ ذکر کا اثبات محض ہے، متقدمین کے یہاں ایسا طریقہ نہیں ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ عبدالباقی (یعنی خواجہ باقی باللہ حضرت مجدد الف ثانی کے شیخ) یا ان کے کسی معاصر نے ذکر کا یہ طریقہ ایجاد کیا ہے۔

دوم مراقبہ یہ ہے کہ انسان اپنے سارے ادراک واحساس کے ساتھ اس ذات مجرد کی طرف متوجہ ہو جائے جس کو لفظ ''اللہ'' سے لوگ جانتے ہیں، لفظ سے الگ ہو کر محض ذات کا تصور کرنا بہت کم ہے، مراقب کا کام یہ ہے کہ ذات باری تعالی کی طرف توجہ الفاظ سے الگ ہو کر کرے اور اللہ کی طرف وساوس اور دوسرے خیال سے اپنے کو علیحدہ کر کے متوجہ ہو جائے۔

سوم ''ربط شیخ''، جس کا مطلب یہ ہے کہ شیخ کی خدمت میں حاضری دیتا رہے، دل سے محبت کرے، شیخ کے فیضان کا امیدوار رہے اور کسی عارض کی وجہ سے حاضری نہ دے سکے، تو دل سے محبت وعقیدت کے جذبات کے ساتھ اس کے لئے دعا کرے، اس کی بتائی ہوئی باتوں اور تعلیم وتلقین کا اہتمام کرے، اگر اس کی تصنیفات وملفوظات ہوں تو ان کا مطالعہ اس طرح کرے کہ جیسے شیخ کی مجلس میں حاضر ہو۔

اس طریقہ کی بھی بہت سی شاخیں پھیلی، لیکن اصلاً دو بڑی شاخیں ''باقیہ'' اور ''علائیہ'' ہیں، باقیہ کو حضرت مجدد الف ثانی کی نسبت سے زیادہ رواج وقبولیت ملی، اس کی اہم شاخوں میں ''ولی اللہیہ'' ہے، جس کا انتساب حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی طرف ہے، اور ''محمدیہ احمدیہ'' ہے، جس کا انتساب امیر المومنین حضرت سید احمد شہید رائے بریلویؒ کی طرف ہے، طریقہ محمدیہ کو اللہ نے بڑی مقبولیت عطا فرمائی، اس طریقہ سے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نے بڑا استفادہ کیا اور یہ طریقہ ان تمام طریقوں کا جن کا یہاں ذکر ہوا، جامع ہے، اس طریقہ کی خصوصیت کے سلسلہ میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندویؒ رقمطراز ہیں: ''دین کا ایک مہتم بالشان شعبہ جس کے آپ اپنے دور میں مجدد تھے اور جو دراصل پورے نظام دینی کی روح ہے، وہ ''ایمان واحتساب'' ہے، یعنی زندگی کے تمام اعمال واشغال میں صرف رضائے الٰہی کی طلب، نیت کا استحضار ہو، اور وہ موعود اجر وثواب کی طمع میں انجام پائیں، آپ نے اس ''ایمان واحتساب'' کو مکمل سلوک بنا دیا تھا، اور چاروں طرق کے ساتھ آپ اس میں بھی بیعت لیا کرتے تھے، اور آپ اس کو ''طریقہ محمدیہ'' کے نام سے موسوم کرتے تھے''۔

خود آپ نے اس طریقہ کے متعلق فرمایا کہ ہم ''طریقہ محمدیہ'' کے اشغال کی تعلیم اس طرح کرتے ہیں کہ کھانا اس نیت سے کھایا جائے، کپڑا اس نیت سے پہنا جائے، نکاح اس نیت سے کیا جائے، سونے کی نیت یہ ہونی چاہئے، زراعت، تجارت، ملازمت کی نیت یہ ہونی

165

چاہئے، اس طریقہ کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہری ہے۔(۱)

اس طریقہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس سے پوری زندگی اپنی تمام عبادات وعادات کے ساتھ خالص عبادت اور تقرب الی اللہ کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

دوسری خصوصیت یہ ہے جسے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ:

''سید صاحب توحید ورسالت واتباع سنت پر بیعت لیتے تھے، اور اتباع سنت کے لئے ازحد تاکید فرمایا کرتے تھے، اور بدعت کے سخت ماحی ومخالف تھے''۔(۱)

دوسرا ''طریقہ قادریہ'' ہے، اس کا انتساب سیدنا امام عبد القادر جیلانی (متوفی ۵۶۱ھ) کی طرف ہے، اس طریقہ کی خصوصیت وبنیاد نوافل کا اہتمام اور ذکر کی پابندی ہے، اور ذکر کی تعداد اس میں ''لا الہ الا اللہ'' کی گیارہ تسبیحات اور ''اللہ، اللہ'' کی چالیس تسبیحات ہیں، تاکہ اللہ تعالیٰ کا استحضار ہر وقت قائم رہے اور بندہ ہر وقت اپنے کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں محسوس کرے، اس طریقہ کی بہت ساری شاخیں ہیں اور اس کے اشغال واوراد بہت ہی متنوع ہیں۔

تیسرا ''چشتیہ'' ہے، اس طریقہ کے بانی حضرت خواجہ معین الدین حسن سجزی اجمیریؒ (متوفی ۶۲۷ھ) ہیں، ان کے مشائخ مقام چشت کے رہنے والے تھے (اس لیے یہ طریقہ ''چشتی'' کہا گیا) اس طریقہ کی اساس حفظ انفاس کے ساتھ ذکر بالجہر پر ہے، اور شیخ سے محبت وتعظیم کا تعلق رکھنے پر اور چلہ کشی، روزہ کی کثرت، تہجد کی پابندی، وضو کے اہتمام، کم کھانے، کم سونے، کم بولنے اور ترک غفلت (استحضار) پر ہے، اس کے علاوہ بھی ان کے اشغال ہیں، ہندوستان میں سب سے پہلے اسی طریقہ کی اشاعت ہوئی اور پورے ملک میں

---

(۱) ملاحظہ ہو سیرت احمد شہید، جلد دوم صفحہ ۵۱۱/۵۱۲۔

(۲) ملاحظہ ہو سیرت احمد شہید، جلد دوم صفحہ ۵۳۸۔

یہ سلسلہ پھیل گیا، اس سلسلہ کی اصلاً دو شاخیں ہیں، نظامیہ و صابریہ، ان سے بہت سی شاخیں وجود میں آئیں۔

اور چوتھا ''طریقۂ سہروردیہ'' ہے، اس کے بانی شیخ شہاب الدین عمر سہروردی مصنف ''عوارف المعارف'' ہیں، اس طریقہ کی بنیادی باتیں یہ ہیں:

''رات و دن کے اوقات کو نظام کے ساتھ ان کاموں میں لگا دینا جو مناسب و بہتر ہیں، مثلاً روزہ، تہجد، ادعیہ ماثورہ کی پابندی، اوراد و وظائف کی پابندی، نفی و اثبات کے ذکر میں مشغول رہنا، اس طرح کہ قلب پر اثر انداز ہو اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سے اشغال ہیں، ہندوستان میں یہ طریقہ شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی کے ذریعہ آیا، انہوں نے یہ طریقہ خود بانی طریقہ سے اخذ کیا تھا''۔(۱)

ان چاروں سلسلوں کے مختصر تعارف کے بعد ان میں داخل ہونے والے اور کسی متبع السنۃ شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دینے والے کے لیے ضروری وانفع چیز لکھی جاتی ہے، جو حضرت مولانا عبدالحئ حسنی (مصنف نزہۃ الخواطر و سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ) نے ان سلاسل کا تعارف کرانے سے پہلے تصوف و سلوک کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرمائی ہے، وہ کہتے ہیں ''ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو ''لا الہ الا اللہ'' کی گواہی دیتے ہوئے وفات پائے گا وہ جنت میں داخل ہوگا، مرید کے لیے ضروری ہے کہ ان مقامات میں وہ برابر ترقی کرتا رہے، اور ان مقامات کے لیے طاعت و اخلاص اصل ہے، اور اس کی بنیادی اور مقدم شرط ایمان ہے، پھر اس کے نتیجہ میں کچھ احوال و صفات اور نتائج و ثمرات ظاہر ہوتے ہیں، یہاں تک کہ مرید درجہ بدرجہ توحید اور معرفت کے بلند مقام پر پہنچ جاتا ہے، اگر کسی مقام و حالت میں صحیح اور مطلوب ثمرات نہ حاصل ہوں تو سمجھ لینا چاہئے کہ پہلے والے مقام میں کوئی تقصیر رہ گئی ہے اور ٹھیک اسی طرح وارادات قلبی اور کیفیات نفسی میں بھی سمجھنا چاہئے، اس لیے ضروری ہے کہ

(۱) ملاحظہ ہو ''الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند''، مطبوعہ دمشق۔

مرید اپنے ہر قول و فعل کا برابر محاسبہ کرتا رہے اور جائزہ لیتا رہے، کیونکہ اعمال کے نتائج و ثمرات کا ظہور ضروری ہے، اور اگر نتائج ثمرات ٹھیک طور پر نہیں ظاہر ہو رہے ہیں تو اس کا سبب عمل میں کوئی کمی یا کوتاہی ہے، مرید اپنے اعمال کا محاسبہ اپنے ذوق و وجدان کے ذریعہ کرتا ہے لیکن یہ صفت بہت کم لوگوں کو حاصل ہے اور عام طور پر لوگ اس معاملہ میں غفلت کا شکار ہیں۔(۱)

کچھ ضروری اذکار

اب ان ضروری اذکار کا ذکر کیا جاتا ہے، جن کا التزام ہر مسلمان کو رکھنا چاہئے، اس لیے کہ ان اذکار کی بڑی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں اور ان کے التزام کی تاکید بھی کی گئی ہے، احادیث نبویہ کثرت سے اس سلسلہ میں منقول ہیں اور آیات کریمہ اس پر دال ہیں، یہی وجہ ہے کہ مشائخ کرام رحمہم اللہ کا عمومی طور پر اپنے متوسلین کو ان کی تلقین کا معمول رہا ہے، وہ یہ ہیں:

ایک وظیفہ ''درود شریف'' کا ہے، درود شریف کئی طرح کے منقول ہیں؛ لیکن درود ابراہیمی کی زیادہ فضیلت وارد ہوئی ہے، اور نماز میں بھی وہی مسنون ہے، وہ یہ ہے:

''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ، اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ''۔

پھر تیسرا کلمہ ہے، جس میں رب کائنات تبارک و تعالی کی تسبیح و تحمید اور کبریائی بیان کی گئی ہے، اور وہ یہ ہے: ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ''

اور ''استغفار'' ہے، مناسب تو یہ ہے کہ جو مسنون استغفار ہو، اس کا التزام کیا جائے ورنہ جس استغفار سے مناسبت ہو، پڑھ کر اللہ کے سامنے گڑگڑایا جائے، عمومی استغفار یہ ہے: ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ'' یا یہ کہ ''يَا وَاسِعَ الْفَضْلِ اغْفِرْ لِیْ'' یا یہ

(۱) ملاحظہ ہو ''اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں''، مطبوعہ دار المصنفین اعظم گڑھ۔

کہ ”رَبِّ اغۡفِرۡ وَارۡحَمۡ وَأَنۡتَ خَیۡرُ الرَّاحِمِیۡنَ“۔

مزید یہ کہ روزانہ ایک پارہ کی تلاوت کا معمول بھی بنالیا جائے، اگر نہ ہوسکے تو آدھا پارہ ضرور پڑھا جائے۔

سورہ اخلاص کی بھی ایک تسبیح کا معمول بنایا جائے تو بہتر ہوگا، عموماً مشائخ اس کی تلقین فرماتے ہیں اور تعلق مع اللہ کے لیے اس کو مفید اور مجرب گردانتے ہیں، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے مکتوبات میں اس کی تصریح فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ کو یہ عمل بڑا محبوب ہے، اور اس کے مستقل اپنے فضائل ہیں(۱) وہ مبارک سورہ یہ ہے:

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ، اَللّٰهُ الصَّمَدُ، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ كُفُوًا اَحَدٌ“۔(۲)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے، اور اپنے مقبول بندوں میں شامل فرمالے۔

رب اوزعنی أن أشکر نعمتك التی انعمت علی وعلی والدی وأن اعمل صالحا ترضاه وأدخلنی برحمتك فی عبادك الصالحین۔

(۱) ملاحظہ ہو کتب احادیث وتفاسیر وغیرہ۔

(۲) ماخوذ از سلاسل اربعہ: مؤلفہ مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی استاد مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور، رائے بریلی (یوپی)

مرکز احیاء الفکر الاسلامی

وقت کی اهم ضرورت

﴿ایک دعوت، ایک تحریک، ایک کارواں﴾

مرکز احیاء الفکر الاسلامی ایک دینی، دعوتی، فکری، اصلاحی، ادبی، ثقافتی، تعلیمی اور جامع عالمی ادارہ ہے، جس کا قیام علماء حق دیوبند، سہارنپور اور لکھنؤ کی سرپرستی میں قرآن وحدیث اور اسلامی فکر کی دعوت وتبلیغ اور اشاعت کے لیے عمل میں آیا، تاکہ قوم کے اندر صحیح اسلامی روح وفکر اور دینی بیداری وحمیت پیدا کی جائے، عصر حاضر کے اسلوب میں اسلامی کتب دینی پمفلٹ اور دعوتی وفکری اور ادبی لٹریچر ورسائل تیار کرکے دنیا کے مختلف زبانوں میں شائع کیے جائیں، انٹر، ہائی اسکول پاس اور جدید تعلیم یافتہ حضرات نیز لڑکوں اور لڑکیوں کو الگ الگ پانچ سال کی قلیل مدت میں خصوصی کورس کے ذریعے عالم دین بنایا جائے اور مساجد ومکاتب قائم کیے جائیں نیز اسلامی شفاخانوں کا قیام کیا جائے تاکہ نادار طلبہ کے ساتھ غرباء اور مساکین کا علاج مفت اور اطمینان بخش ہوسکے، فرق ضالہ اور برادران وطن غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت پیش کی جائے، اور ان کے سامنے اس کی ہمہ گیری اور پوری انسانی برادری کے لیے باعث رحمت بتایا جائے، اور پیام انسانیت پیش کیا جائے۔

ان مقاصد کی تکمیل کے لیے مرکز کے دائرہ کار کو مندرجہ ذیل شعبوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

١- جامعة الامام ابی الحسن الاسلامية ٢- جامعة فاطمة الزهراء للبنات

٣- ڈپلومہ ان انگلش لینگویج اینڈ لٹریچر ٤- شعبہ کمپوٹر

٥- مکتبة الامام ابی الحسن العامة ٦- جمعية اصلاح البيان

٧- دعوت وارشاد ٨- دارالافتاء

٩- مجلس صحافت اسلامیہ ١٠- دارالبحوث والنشر

ملت کے دردمند حضرات سے مخلصانہ اپیل ہے کہ وہ مرکز کا ہر طرح کا تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفرآباد، سہارنپور، یوپی (انڈیا) فون: 0132-277545